اضافہ و تصحیح شدہ سوم ایڈیشن: ماہِ ذوالحجہ 1444ھ/جولائی 2023

ہر مسلمان کے لیے دینِ اسلام کے بنیادی عقائد پر مشتمل ایک عام فہم کتاب

آیئے اسلامی عقائد سیکھیے!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور کرم نوازی سے آج سے کئی سال پہلے "آیئے اسلامی عقائد سیکھیے!" کے نام سے ایک مختصر سا رسالہ تحریر کیا تھا، جو کہ کافی مفید اور اہم ثابت ہوا۔ پھر اس کو دو سال پہلے اپنے "سلسلہ اصلاحِ اَغلاط" کے تحت کافی تفصیل اور اضافہ کے ساتھ قسط وار شائع کیا جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ پھر اس کے بعد ارادہ ہوا کہ دینی عقائد سے متعلق تحریر کی جانے والی ان تمام قسطوں کو یکجا شائع کیا جائے تاکہ استفادہ میں سہولت رہے۔ یوں اس کا دوم ایڈیشن عام کیا گیا۔ اب مزید تصحیح واضافہ کے ساتھ اس کا سوم ایڈیشن پیشِ خدمت ہے۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، تایا جان مرحوم، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ماہِ ذوالحجہ 1444ھ/ جولائی 2023

03362579499

پیارے والدین کے نام

أَدَامَ اللّٰہُ ظِلَّھُمَا بِالصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ

کروڑوں رحمتیں ہوں اُن پر!!

اجمالی فہرست

عقائد کی حقیقت،اہمیت اور اقسام

فہرست:

- اسلامی عقائد سے عمومی غفلت اور اس کا انجام۔
- عقیدہ کی تعریف۔
- عقائد کی اقسام۔
- عقائد کی درستی کی ضرورت واہمیت۔
- عقائد سیکھنے کے فوائد۔

اسلامی عقائد سے عمومی غفلت اور اس کا انجام:

دینِ اسلام میں عقائد کی بڑی اہمیت ہے بلکہ انھیں بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ یہ دین کی بنیادیں ہیں اور ان کی مثال جڑوں کی سی ہے۔ عقائد کی اہمیت اور ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان عقائد کی درستی کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے انھیں اوّلین حیثیت دے اور ان کو سیکھنے میں ذرا سی بھی غفلت کا مظاہرہ نہ کرے۔ لیکن آجکل افسوس ناک صورتحال یہ دکھائی دیتی ہے کہ بہت سے مسلمان اپنے دین کے بنیادی اور اہم عقائد سے بھی ناواقف ہیں، بلکہ غفلت کا عالم یہ ہے کہ یہ احساس ہی دلوں سے مٹتا چلا جارہا ہے کہ عقائد درست کرنے اور سیکھنے کی بھی کوئی ضرورت ہے! یہی حال عصری تعلیمی اداروں کا بھی ہے کہ ان میں پروان چڑھنے والی ہماری نوجوان نسل اپنے دین کے ضروری عقائد سے بھی نابلد رہتی ہے۔

اس ساری تشویش ناک صورتحال کا جو خطرناک انجام سامنے آنا لازمی تھا وہ یہ ہے کہ ہمارے مسلمانوں میں الحادی اور کفریہ عقائد غیر محسوس انداز سے پھیلتے چلے جارہے ہیں اور وہ ملحدین اور متجددین کے گمراہ کن نظریات کا شکار ہوتے جارہے ہیں، جس کے نتیجے میں فکری ارتداد غیر محسوس انداز سے پھیلنے لگا ہے۔ اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے حق عقائد کے خلاف بھی مسلسل مہم جاری ہے تاکہ مسلمانوں کو حق جماعت اہل السنۃ والجماعۃ سے ہٹا کر گمراہی کی راہ پر لگایا جاسکے۔ اسی کے ضمن میں یہ بات بھی نہایت ہی تشویش ناک ہے کہ جب موجودہ مسلمانوں کا یہ عالم ہے تو بعد میں آنے والی نسلوں کے عقائد کا تحفظ کیسے ہوسکے گا!

اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر ہر مسلمان اپنے دین کے بنیادی عقائد سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو ان فتنوں سے بخوبی حفاظت ہوسکتی ہے۔ اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے دین کے بنیادی عقائد سے متعلق یہ کتاب لکھی جارہی ہے تاکہ عام فہم انداز میں ہر مسلمان کو عقائد سیکھنے کا موقع میسر آسکے۔

عقیدہ کی تعریف:

عقائد سے مراد دین و مذہب کی وہ باتیں ہیں جو دل میں جَمالی جائیں اور اَعمال کی بنیاد ہوں اور اُن پر نجات اور کامیابی کا دار و مدار سمجھا جاتا ہو۔ عقیدہ کی جمع عقائد ہے۔ عقائد کو اصولِ دین بھی کہا جاتا ہے۔
عقیدے کی تعریف سے معلوم ہوا کہ عقیدے کا تعلق دل کے ساتھ ہے، نہ کہ ظاہری اعضا کے ساتھ۔

عقائد کی اقسام:

ضروری عقائد کی دو قسمیں ہیں:

1۔ عقائد کی ایک قسم تو وہ ہے جو مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر کہلاتا ہے، جیسے: عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ آخرت اور عقیدہ ختمِ نبوت وغیرہ۔

2۔ عقائد کی دوسری قسم وہ ہے جو حق جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے خلاف عقیدہ رکھے گا تو وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہو کر گمراہ قرار پائے گا، جیسے: ایصالِ ثواب کو حق سمجھنا، قبروں میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا قائل ہونا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اوّل ماننا، اور ان جیسے دیگر عقائد کو تسلیم کرنا۔

اس لیے دونوں قسم کے عقائد کو سمجھنا اور ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

عقائد کی درستی کی ضرورت واہمیت:

عقائد کی درستی کی ضرورت واہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

1۔ دینِ اسلام میں عقائد کی مثال بنیادوں اور جڑوں کی ہے، جبکہ اعمال کا درجہ شاخوں کا ہے۔

2۔ عقائد مقدّم ہیں اعمال پر، اس لیے عقائد کی درستی اعمال سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

3۔ عقائد سے اعمال وجود پاتے ہیں، اس لیے اگر عقائد درست ہوں تو ان کی وجہ سے درست اعمال وجود پائیں گے، لیکن اگر عقائد غلط ہوں تو ان کے نتیجے میں غلط اعمال ہی وجود پائیں گے۔

4۔ کفر اور اسلام کا فیصلہ عموماً عقائد ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے، اسی طرح حق اور گمراہی کا فیصلہ بھی عقائد ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

5۔ اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل ہونے یا گمراہ ہونے کا تعلق بھی عموماً عقائد ہی کے ساتھ ہے۔

6۔ عقائد کے بگاڑ کی وعید اور سزا اعمال کے بگاڑ سے زیادہ ہے، حتیٰ کہ کفر اور شرک کی صورت میں تو دائمی جہنم نصیب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

7۔ عقائد کی درستی وحدتِ اسلامی کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، جبکہ عقائد کا بگاڑ وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے تمام جلیل القدر اہلِ علم اور بزرگانِ دین سب سے زیادہ عقائد کی درستی پر زور دیتے ہیں۔

عقائد سیکھنے کے فوائد:

عقائد سیکھنے کے متعدد فوائد سامنے آتے ہیں جیسے:

- عقائد میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، رسالت، آسمانی کتب اور آخرت جیسے اہم امور سے متعلق علم حاصل کیا جاتا ہے، اور چوں کہ یہ امور اہمیت کے حامل ہیں اس لیے ان سے متعلق علم حاصل کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔
- عقائد سیکھنے سے کفر واسلام اور حق وباطل کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے اور ان سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔
- عقائد سیکھنے سے ایمانیات کا علم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ایمان کی حفاظت آسان ہو جاتی ہے۔
- عقائد سیکھنے سے اہلِ حق اور اہل السنۃ والجماعۃ کی پہچان اور ان میں شمولیت نصیب ہو جاتی ہے۔

- عقائد سیکھنے سے اپنے عقائد کے درست ہونے پر اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔
- عقائد سیکھنے سے ملحدین، متجددین اور دیگر گمراہ افراد کے فتنے سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔
- عقائد سیکھنے سے دین کی بنیاد اور جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔
- عقائد سیکھنے سے دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا ہوتی ہے۔

عقائد میں بنیادی طور پر چھ چیزوں کی درستی کی اہمیت:

ویسے تو عقائد کا باب نہایت ہی وسیع ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کی جائے کیوں کہ دین میں عقائد کو بنیادی حیثیت اور اہمیت حاصل ہے اور ان کی درستی اعمال سے مقدّم ہے، البتہ ان میں سے بنیادی طور پر چھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں کم از کم ہر مسلمان کے عقیدے کا صحیح ہونا نہایت ہی اہمیت رکھتا ہے:

1: اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں عقائد۔ 2: تقدیر کے بارے میں عقائد۔

3: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس شخصیات کے بارے میں عقائد۔

4: آسمانی کتابوں کے بارے میں عقائد۔ 5: فرشتوں اور جنّات کے بارے میں عقائد۔

6: موت، قبر، برزخ، آخرت اور جنت و جہنم کے بارے میں عقائد۔

آیات و احادیث

- سورۃ البقرۃ آیت نمبر 177:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔ الآیۃ

- سورۃ النساء آیت نمبر 136:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ

قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۞

- مسند احمد:

٥٨٥٦- حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: إِنَّ عِنْدَنَا رِجَالًا يَزْعُمُونَ أَنَّ الْأَمْرَ بِأَيْدِيهِمْ فَإِنْ شَاءُوا عَمِلُوا وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يَعْمَلُوا، فَقَالَ: أَخْبِرْهُمْ أَنِّي مِنْهُمْ بَرِيءٌ، وَأَنَّهُمْ مِنِّي بُرَآءُ، ثُمَّ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ ﷺ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا الْإِسْلَامُ؟ فَقَالَ: «تَعْبُدُ اللهَ، لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ»، قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَنَا مُسْلِمٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَمَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: «تَخْشَى اللهَ تَعَالَى كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَا تَكُ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»، قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَنَا مُحْسِنٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَمَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: «تُؤْمِنُ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْبَعْثِ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْقَدَرِ كُلِّهِ»، قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَنَا مُؤْمِنٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: صَدَقْتَ.

- صحیح مسلم:

٨- عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، ...... فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِيمَانِ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ».

اَہلُ السنّۃ والجماعۃ

کی حقیقت اور اُن سے وابستگی کی اہمیّت

تفصیلی فہرست

اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ وابستگی کی اہمیت:

ما قبل میں ضروری عقائد کی دوسری قسم کا بھی ذکر ہوا جو کہ اہل السنۃ والجماعۃ سے متعلق ہے، اس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے ایمان کے بعد اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ وابستگی نہایت ہی ضروری ہے، اسی میں اس کے ایمان اور عقائد کا تحفظ ہے، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ سے انحراف گمراہی ہے۔ یہ ایک تشویش ناک صورتحال ہے کہ عرصے سے جس طرح امتِ مسلمہ کو الحاد، کفر اور شرک کی خطرناک وادیوں میں دھکیلنے کی کوششیں جاری ہیں اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کی صراط مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کی پریشان کن وادیوں میں بھٹکانے کی مہم بھی جاری ہے، گویا کہ یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ایمان کے بعد اہل السنۃ سے وابستگی کی کوئی ضرورت نہیں، جس کا انجامِ بدیہی ہونا تھا کہ بہت سے مسلمانوں کے دلوں میں اہل السنۃ والجماعۃ کی حقیقت اور ضرورت سمجھنے اور ان سے وابستہ رہنے کی اہمیت ہی باقی نہ رہی، جس کے نتیجے میں متجددین اور گمراہ طبقات کو یہ موقع سہولت سے میسر آگیا ہے کہ وہ ان سادہ لوح مسلمانوں کو اہل السنۃ سے دور کر کے اپنے سے وابستہ کر کے صراط مستقیم سے ہٹا دیں اور ان 72 گمراہ فرقوں میں شامل کر دیں جن کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ الغرض بہت سے مسلمان کسی مذہبی سکالر یا متجدد کا بیان سنتے وقت یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ان کا تعلق اہل السنۃ والجماعۃ سے ہے یا نہیں۔

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ کی حقیقت اور اہمیت کو سمجھے اور ان کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوئے اپنے عقائد کا تحفظ کرے اور ہر قسم کی کھلی اور پوشیدہ گمراہی سے اپنے آپ کو بچانے کی بھرپور کوشش کرے اور صرف انھی مستند اہلِ علم کے بیانات سنا کرے جن کا تعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ ہو۔

ذیل میں اہل السنۃ والجماعۃ کی حقیقت، علامت اور اوصاف اور دیگر اہم امور ذکر کیے جا رہے ہیں جن سے بہت سے شبہات اور مغالطوں کا ازالہ ہو سکے گا ان شاء اللہ۔

اہل السنۃ والجماعۃ ہی حق جماعت ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔“

- سنن الترمذی میں ہے:

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

یہ حدیث احادیث کی متعدد کتب میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے حاصل ہونے والی راہنما اور مفید باتیں

اس حدیث کی روشنی میں چند باتیں سمجھنے کی ہیں جن سے حقیقت پوری طرح واضح ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے شبہات کا اِزالہ بھی ہوسکے گا ان شاء اللہ۔

حق جماعت کا نام اہل السنۃ والجماعۃ:

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ ہے: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ یعنی وہ جماعت حق پر ہوگی جو حضور اقدس ﷺ کی سنت اور حضرات صحابہ کی پیروکار ہو۔

1۔ اسی سے اس حق جماعت کا نام بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا نام ”اہل السنۃ والجماعۃ“ ہے، اس نام میں سنت

سے مراد حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے جبکہ جماعت سے مراد حضرات صحابہ کی جماعت ہے، گویا کہ یہ نام اسی حدیث سے مأخوذ ہے۔

2۔ یہ نام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے، چنانچہ سورتِ آل عمران آیت نمبر 106 کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: قیامت کے دن اہل السنۃ والجماعۃ کے چہرے روشن ہوں گے جبکہ بدعتی اور گمراہ لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، ملاحظہ فرمائیں:

○ تفسیر ابن أبي حاتم:

٣٩٥٠: عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله: «يوم تبيض وجوه وتسود وجوه» قال: تبيض وجوه أهل السنة والجماعة...

٣٩٥١: وبه عن ابن عباس رضي الله عنهما: «وتسود وجوه» قال: تسود أهل البدع والضلالة.

○ تفسير ابن كثير:

وقوله تعالى: «يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ» يعني: يوم القيامة، حين تبيض وجوه أهل السنة والجماعة، وتسودّ وجوه أهل البِدْعَة والفرقة، قاله ابن عباس رضي الله عنهما.

3۔ یہ نام خیر القرون یعنی اسلام کے ابتدائی تین زمانوں میں بھی معروف تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذکورہ قول سے بھی معلوم ہو جاتا ہے، اسی طرح امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: پہلے لوگ حدیث کی سند کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ عام ہو گیا تو اس تحقیق کی ضرورت پیش آگئی کہ اہل السنۃ کی احادیث قبول کی جائیں گی جبکہ اہلِ بدعت کی احادیث قبول نہیں کی جائیں گی۔

- صحیح مسلم کے مقدمہ میں ہے:

٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ.

اس اہم فرمان سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

- تابعین کے دور میں بھی اہل السنۃ ایک معروف نام تھا۔
- احادیث صرف اہل السنۃ کی قبول کی جائیں گی، ان کے علاوہ دیگر گمراہ شخصیات اور طبقات سے حدیث نہیں لی جائے گی۔
- اس سے معلوم ہوا کہ احادیث سمیت دین کے ہر معاملے میں صرف اہل السنۃ ہی کی بات معتبر سمجھی جائے گی۔

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ ایک روایت کے تحت اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق مذاہب بیان فرماتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔اس بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام خیر القرون میں معروف تھا۔

- سنن الترمذی میں ہے:

٦٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ العَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا القَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ وَيَأْخُذُهَا بِيَمِينِهِ فَيُرَبِّيهَا لِأَحَدِكُمْ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ مُهْرَهُ، حَتَّى إِنَّ اللُّقْمَةَ لَتَصِيرُ مِثْلَ أُحُدٍ، وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: «هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ» [التوبة: ١٠٤]، وَ«يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ» [البقرة: ٢٧٦]». هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هَذَا، وَقَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ فِي هَذَا الحَدِيثِ وَمَا يُشْبِهُ هَذَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنَ الصِّفَاتِ وَنُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالُوا: قَدْ تَثْبُتُ الرِّوَايَاتُ فِي هَذَا وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا يُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ؟ هَكَذَا رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ المُبَارَكِ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي هَذِهِ الأَحَادِيثِ: أَمِرُّوهَا بِلَا كَيْفٍ، وَهَكَذَا قَوْلُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ....

اہل السنۃ والجماعۃ کی علامت:

ماقبل کی حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ ہے: ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' یعنی وہ جماعت حق پر ہوگی جو حضور اقدس ﷺ کی سنت اور حضرات صحابہ کرام کی پیروکار ہو۔ یہ ایک واضح معیار اور پیمانہ ہے اپنے عقائد و نظریات، اعمال، اخلاق، کردار اور زندگی کے تمام امور کو جانچنے اور پرکھنے کا کہ اگر یہ تمام باتیں سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہیں تو کامیابی ہے ورنہ تو ناکامی ہی ناکامی ہے۔ یقیناً اس معیار کو اپنانے سے بہت سی بدعات سمیت فرقہ واریت کا خاتمہ بھی ہوسکتا ہے۔

صرف اہلُ السنۃ والجماعۃ نام رکھ لینا کافی نہیں:

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صرف اہل السنۃ والجماعۃ نام رکھ لینے سے کوئی اہل السنۃ نہیں بن جاتا، بلکہ اس کے لیے سنت اور صحابہ کرام کی مکمل پیروی ضروری ہے۔

کیا تمام فرقے صحیح ہیں؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اِس امت میں 73 فرقے بنیں گے جن میں سے صرف ایک جماعت حق پر ہوگی، اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امت میں موجود تمام فرقے حق پر نہیں ہوسکتے، اس سے ان حضرات کی غلطی واضح ہوجاتی ہے جو کہ یہ سمجھتے ہیں کہ سارے فرقے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اس لیے کسی بھی فرقے کو غلط نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح وَحدتِ ادیان فتنہ بلکہ کفر ہے کہ یہ کہا جائے کہ دنیا میں موجود تمام ادیان اپنی اپنی جگہ پر حق ہیں تو اسی طرح وَحدتِ فِرَق بھی فتنہ اور گمراہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ سارے فرقے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اس لیے کسی بھی فرقے کو غلط نہیں سمجھنا چاہیے۔

کیا سارے فرقے غلط ہیں؟

اس حدیث سے ان حضرات کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو یہ سمجھتے ہیں کہ تمام فرقے غلط ہیں، اس لیے

کسی بھی فرقے کو نہیں ماننا چاہیے بلکہ ہم صرف مسلمان ہیں اور ہمارا کسی بھی فرقے اور جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ان حضرات کی یہ بات اس لیے درست نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس حدیث مبارک میں یہ واضح فرمادیا کہ ان 73 فرقوں میں سے ایک جماعت ضرور حق پر ہوگی، اس لیے ہر مسلمان کو اسی حق جماعت کے ساتھ وابستگی نہایت ہی ضروری ہے۔

حق جماعت اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ وابستگی کی ضرورت:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ایمان کے بعد گمراہی سے بچتے ہوئے حق جماعت اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ وابستگی نہایت ہی ضروری ہے، یہی اس کی کامیابی اور نجات ہے، جبکہ اس سے غفلت کے نتیجے میں یہ قوی اندیشہ ہے کہ وہ گمراہ فرقوں میں شامل ہوکر اس حدیث کی وعید کا مصداق بن جائے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ سے اِنحراف جرم ہے:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اِس حق جماعت اہلُ السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے ہٹ کر باطل اور گمراہ کن عقیدے ایجاد کرنا نہایت ہی سنگین جرم ہے، بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ حق عقائد اور حق جماعت ہی کے ساتھ وابستہ رہے۔

فرقہ واریت کی شدید مذمّت:

اس حدیث سے فرقہ واریت کی نہایت ہی مذمّت ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان حق جماعت اہلُ السنۃ والجماعۃ کا دامن تھامے رکھیں اور نئے فرقے ایجاد کرنے سے بچیں۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف دعوت فرقہ واریت نہیں:

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ جب حق جماعت ہے تو اس کی طرف

دعوت فرقہ واریت ہر گز نہیں، بلکہ یہ تو اس حدیث کا منشا ہے کہ اسی کی طرف دعوت حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتی ہے اور یہ تو ہدایت کا تقاضا ہے کہ حق جماعت اہل السنۃ والجماعۃ کی وابستگی کی ترغیب اور تاکید کی جائے، جس طرح حق دین ''اسلام'' کی طرف دعوت دینا ایک اہم عمل ہے اسی طرح حق جماعت ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کی طرف دعوت دینا بھی ایک اہم عمل ہے۔

البتہ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف دعوت دینے میں حکمت اور مناسب اسلوب کی رعایت رکھنی چاہیے جیسا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات ہیں۔ اسی طرح باہمی افتراق، انتشار اور فرقہ وارانہ تنازعات سے بھی بالکلیہ اجتناب کرنا چاہیے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات واضح کرنے کی ضرورت:

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جب اہل السنۃ والجماعۃ حق جماعت ہے اور اس کے ساتھ وابستگی ضروری ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات، اعمال وغیرہ واضح طور پر بیان کیے جائیں تاکہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ وابستہ ہوجائیں اور گمراہی سے محفوظ ہوجائیں۔

مسلمانوں کے اتحاد کی ایک صحیح صورت:

امت مسلمہ کے باہمی اتحاد اور اتفاق کی سب سے صحیح اور بہترین صورت وہی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی کہ مسلمان ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' کے پیروکار بن جائیں، یہی ایک صورت ہے باہمی اتحاد کی اور فرقہ واریت کے خاتمے کی اور یہی صورت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، اس کے علاوہ غلط عقائد ونظریات یا بدعات کی بنیاد پر اتحاد کی کوشش عند اللہ مذموم ہوگی، جیسا کہ اس حدیث سمیت متعدد دلائل سے واضح ہے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے سوا دیگر 72 فرقوں کا حکم:

اہل السنۃ کے سوا دیگر تمام 72 فرقے اسلام میں داخل ہوں گے البتہ اپنے گمراہ کن عقائد کی وجہ سے گمراہ اور بدعتی شمار ہوں گے، جس کی سزا انھیں ملے گی اور پھر بالآخر ایمان کی وجہ سے جنت میں جائیں گے، یعنی اگر ان کے اعمال سو فیصد درست بھی ہوں تب بھی ان کے عقیدے کا بگاڑ انھیں جہنم لے جانے کے لیے کافی ہوگا۔ البتہ ان گمراہ فرقوں میں سے جو شخص انفرادی طور پر کفر یا شرک میں مبتلا ہو جائے تب تو کفر اور شرک کا حکم لاگو ہوگا۔

اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کون؟

ما قبل کی تفصیل سے واضح ہوا کہ اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستگی ہدایت ہے جبکہ ان سے انحراف واضح گمراہی ہے، یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستگی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام اہم نظریات وعقائد کو تسلیم کر لیا جائے، اگر کسی کا ایک عقیدہ بھی اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہو تو اس کو اہل السنۃ سے خارج ہی قرار دیا جائے گا جیسے کہ کسی ایک کفریہ عقیدے کی وجہ سے مسلمان اسلام سے نکل جاتا ہے۔

استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم نے اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونے کے لیے یہ اصول ذکر فرمایا ہے کہ: ''جو شخص عقائد یا اجماعی مسائل میں جمہور کی مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے تو ایسا شخص اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور اہلِ بدعت میں داخل ہے۔'' (أصول الاِفتاء وآدابہ)

یہ بنیادی اصول ہے جس سے بہت سے امور حل ہو سکتے ہیں۔

اس تفصیل سے ہر مسلمان کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ مضبوط وابستگی کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کی حقیقت:

دیوبند کسی فرقے کا نام نہیں، بلکہ یہ برّصغیر میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مکمل پیروکار اور صحیح ترجمان ہیں،

گویا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا جو قافلہ حق حضرات صحابہ کرام سے چلا تھا تو دیوبند اسی قافلہ حق کا تسلسل ہے۔

حق جماعت اہل السنۃ والجماعۃ کے اَوصاف:

قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام اور شرعی دلائل کی روشنی میں اہل السنۃ والجماعۃ کے جو اوصاف سامنے آتے ہیں ان کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

اہل السنۃ والجماعۃ وہ جماعت ہے جو قرآن کریم، سنت اور صحابہ کے طریقے پر بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم ہو، انھی کی پیروی اپنے لیے باعثِ ہدایت سمجھتی ہو۔ عقائد، فقہ اور اخلاقیات سمیت زندگی کے ہر قول وفعل اور کردار میں ان کی اتباع کو اصل اور اہم قرار دیتی ہو، ان سے انحراف کرتے ہوئے دین میں بدعات ایجاد کرنے سے مکمل اجتناب کرتی ہو۔ جو سنت سے محبت اور بدعات سے شدید نفرت کرتی ہو۔ جو قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کو شرعی دلائل قرار دیتی ہو اور بالترتیب ہر ایک دلیل کو اس کے مقام ومرتبہ پر رکھتی ہو۔ جو اجتہادی امور میں مجتہد کے لیے اجتہاد جبکہ غیر مجتہد کے لیے ان کی تقلید کو ضروری قرار دیتی ہو۔ جو تمام اسلامی عقائد کو ان کی صحیح اور اصلی شکل میں قبول کرتی ہے اور کسی بھی عقیدے کے بارے میں غلو یا اِفراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتی۔ جو توحیدِ الٰہی کا اہم عقیدہ رکھتے ہوئے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتی، جو غیرُ اللہ سے حاجتیں اور مرادیں نہیں مانگتی، غیر اللہ کو دعا اور مدد کے لیے نہیں پکارتی، غیر اللہ کی نذر ونیاز نہیں مانتی اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح نہیں کرتی۔ جو پیغمبروں کو معصوم سمجھتی ہے، ان کے علاوہ امت میں کسی کو معصوم نہیں سمجھتی۔ جو تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی تعظیم واحترام کرتی ہے، ان کا تذکرہ خیر کے سوا کچھ نہیں کرتی اور ان پر تنقید کو روا نہیں رکھتی، انھیں اللہ کے محبوب بندے قرار دیتی ہے جن کے لیے اللہ نے مغفرت اور جنت کی بشارت دی ہے، جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے افضل قرار دیتی ہے، پھر حضرات صحابہ میں سے بھی سب سے افضل صحابی حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی کو قرار دیتی ہے۔ جو کہ اولیاءُ اللہ، بزرگانِ دین، علمائے امت اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا احترام کرتی

ہے، توحید کی آڑ میں نہ تو بزرگوں کے کمالات و کرامات کا انکار کرتی ہے، اور نہ ہی بزرگوں کے کمالات و کرامات کی بناپر ان کو خدائی کا درجہ دیتی ہے بلکہ ان کو خدا کے محبوب بندے گمان کرتے ہوئے ان کو انھی کے مقام و مرتبہ پر رکھتی ہے۔ جو اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہے اور اس میں غیر شرعی طریقوں سے اجتناب کرتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو عقائد، فقہ اور اخلاق میں قرآن و سنت، صحابہ اور ائمہ کی پیروکار ہے۔

(اہل السنۃ والجماعۃ کے مذکورہ اوصاف بنیادی طور پر حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم کی کتاب ''عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ'' سے مأخوذ ہیں البتہ ان میں کافی ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔)

ایمان اور کفر سے متعلق بنیادی باتیں

اِیمان اور کُفر

ایمان سے متعلق بنیادی باتیں

تفصیلی فہرست

اِیمان کی تعریف:

ایمان کے لغوی معنی ہیں: امن دینا، اعتماد کرنا، کسی کو بے خوف کرنا، کسی کی بات کو سچا سمجھ کر اس پر یقین کرنا۔

ایمان کے اِصطلاحی اور شرعی معنی ہیں: نبی کریم ﷺ سے دِین کی جو بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اُسے دل و جان سے تسلیم کرنا اور اُس پر ایمان لانا۔

ایمان اور کفر کی جامع علمی تعریف:

علمی طور پر اسے یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایمان در حقیقت تمام ضَرُورِیاتِ دِین کو دل و جان سے تسلیم کر لینے کا نام ہے، جبکہ کفر در حقیقت ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک چیز کے انکار کرنے کا نام ہے۔

ضروریاتِ دین کی حقیقت:

ضروریاتِ دین اُن قطعی اور یقینی امور کا نام ہے جن کا دین ہونا حضور اقدس ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اور ان کو تواتُر اور عام شُہرت کا درجہ حاصل ہو حتی کہ دین سے کسی درجے میں تعلق رکھنے والا ایک عام سا مسلمان طبقہ بھی اُن کو دین سمجھتا ہو۔

ضَرُورِیاتِ دِین سے متعلق اہم وَضاحتیں

ضروریاتِ دین نام رکھنے کی وجہ؟

وہ تمام عقائد اور اَعمال جو ضروریاتِ دین میں داخل ہیں اُن کو ضروریاتِ دین اس لیے کہا جاتا ہے کہ دین سے کسی درجے میں تعلق رکھنے والا ہر خاص اور عام طبقہ ان کو یقینی طور پر دین ہی کا حصہ سمجھتا ہے، گویا کہ یہاں ضروری کے معنی قطعی اور یقینی کے ہیں۔

ضروریاتِ دین میں کس درجے کے عقائد اور اَعمال داخل ہیں؟

ضروریاتِ دین میں اِس درجے کے تمام عقائد بھی داخل ہیں اور اعمال بھی، اور اس میں جیسے فرائض داخل ہیں اس طرح اس میں واجبات اور سنتیں بھی داخل ہیں کہ ایسے تمام امور جن کا دین ہونا حضور ﷺ سے یقینی طور پر ثابت ہو تو وہ ضروریاتِ دین کہلائیں گے، اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ بسااوقات ایک عمل اپنی ذات میں سنت ہوا کرتا ہے لیکن اس کا دین ہونا اس قدر واضح اور یقینی ہوتا ہے کہ ایک عام ساطبقہ بھی اس کو دین کا حصہ سمجھتا ہے تو اس کو بھی ضروریاتِ دین میں شمار کریں گے، جیسے مسواک ایک سنّت عمل ہے لیکن ہر عام سے عام آدمی بھی جانتا ہے کہ یہ دین کا حصہ ہے، تو جو شخص اس کو دین ہی تسلیم نہ کرے تو اس کا مسلمان رہنا مشکل ہے، اس لیے مسواک کرنا اگرچہ سنت ہے لیکن اس کو دین سمجھنا فرض ہے، اس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو سنتیں ضروریاتِ دین میں سے ہیں عملی طور پر تو اُن کا درجہ سنت ہی ہو گا اور ان پر سنت ہی کے احکام لاگو ہوں گے کہ اگر کوئی شخص ان کو ترک کر دے تو اس پر سنت ترک کرنے کا تو وبال ہو گا لیکن وہ اسلام سے خارج نہیں ہو گا جو کہ ایک ظاہر سی بات ہے، البتہ ان کو دین میں سے سمجھنا فرض ہے اور ان کا انکار کرنا کفر ہے۔

ضروریاتِ دین پر اجمالی اور تفصیلی ایمان رکھنے کی وضاحت:

دینِ اسلام میں ضروریاتِ دین بعض تفصیلی طور پر بیان کیے گئے ہیں اور بعض اِجمالی طور پر۔ جو ضروریاتِ دین تفصیلی طور پر بیان کیے گئے ہیں ان پر تفصیلًا ایمان لانا ضروری ہے، جیسے نماز پر اس کے متعلق بتلائی گئی عملی شکل وصورت سمیت ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص نماز کا فرض ہونا تو مانتا ہے لیکن اس کی عملی شکل وصورت کو نہیں مانتا تو وہ مؤمن نہیں۔ اور جو ضروریاتِ دین اجمالی طور پر بیان کیے گئے ہیں جیسے فرشتوں پر ایمان لانا وغیرہ؛ ان پر اجمالًا ایمان لانا کافی ہے۔

ضروریاتِ دین میں تاویل کرنے کا حکم:

ضروریاتِ دین میں ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتُر سے ثابت ہے اور اب تک ہر خاص وعام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامُل رہا ہے، یعنی جس طرح قطعی اور یقینی طور پر وہ ثابت ہے وہ برقرار ہی نہ رہے، جیسا کہ آجکل بعض ملحدین نماز کا انکار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی صَلَاۃ کا لفظ آیا ہے تو اس سے مراد نماز نہیں بلکہ دُعا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کفر ہے۔

مؤمن ہونے کے لیے تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنا شرط ہے!

مؤمن ہونے کے لیے تو تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھنا ضروری اور شرط ہے لیکن اسلام سے نکلنے کے لیے ضرویاتِ دین میں کسی ایک چیز کا انکار کرنا بھی کافی ہے۔ اس لیے اس معاملے میں بہت ہی احتیاط کرنی چاہیے۔

ضروریاتِ دین کی چند مثالیں:

ضروریاتِ دین بہت ساری ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات پر ایمان لانا۔
- فرشتوں پر ایمان لانا۔
- آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔
- اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔
- عقیدہ ختمِ نبوت یعنی حضور اقدس ﷺ کو اللہ کا آخری نبی ماننا۔
- تقدیر پر ایمان لانا۔

- حدیث کو حجت اور دلیل سمجھنا۔
- موت کے بعد آخرت کی زندگی پر ایمان لانا۔
- قیامت پر ایمان لانا۔
- جنت اور جہنم کو حق سمجھنا۔
- نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے ارکانِ اسلام کو فرض سمجھنا۔
- سود، زنا اور جھوٹ جیسے واضح طور پر حرام امور کو حرام سمجھنا، وغیرہ وغیرہ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تمام ضروریاتِ دین کو تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے، جبکہ ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔اس سے ایمان اور کفر کی بنیادی حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی۔

تنبیہ:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ تفصیلی طور پر ضروریاتِ دین کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے کیوں کہ اس کے نتیجے میں بہت سی باتیں واضح ہو جانے کے ساتھ ساتھ بہت سے شُبہات کا اِزالہ بھی ہو جاتا ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

- اِکفار الملحدین از امام العصر محدث جلیل خاتمۃ الفقہاء علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، یہ اس موضوع پر نہایت ہی بہترین، تفصیلی اور مستند کتاب ہے۔
- عقائد اہل السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم۔

ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے:

ایمان در حقیقت دل کی تصدیق کا نام ہے کہ دل سے توحید و رسالت کی گواہی دے، البتہ زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کرنا اس لیے شرط ہے کہ اس کی وجہ سے اس شخص پر اسلام کے احکام جاری کیے جا سکیں کیوں کہ ہمیں اس شخص کا مسلمان ہونا زبانی اقرار سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس لیے جو شخص دل سے تصدیق کرتا ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو مسلمان ہو گا اور وہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے، لیکن چونکہ اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کیا اس لیے ہم اس پر اسلام اور مسلمانوں والے احکام جاری نہیں کر سکتے۔ اس لیے دِلی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبانی اقرار بھی ضروری ہے۔

اسلام قبول کرنے کا طریقہ:

اسلام قبول کرنے کا طریقہ نہایت ہی آسان ہے کہ دل سے توحید و رسالت کی گواہی دیتے ہوئے زبان سے ان کا اقرار کرے۔ اسلام قبول کرنے کے لیے کلمات درج ذیل ہیں:

کلمہ طیّبہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

فائدہ: اسلام قبول کرنے کے لیے مذکورہ بالا کلمات کی ادائیگی یا توحید ورسالت کا اقرار کسی بھی زبان میں کیا جائے تو وہ بھی معتبر ہے، البتہ اس کے لیے عربی میں کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت کا انتخاب مفید اور اہم ہے، لیکن جہاں کسی کو عربی میں کلمہ شہادت یا کلمہ طیبہ کی ادائیگی میں دشواری ہو تو جس زبان میں بھی سہولت ہو اس کو توحید ورسالت کی تصدیق اور اقرار سمجھا کر اسلام میں داخل کرلیا جائے، پھر رفتہ رفتہ اسے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت کے عربی الفاظ بھی سکھا دیے جائیں۔

قبولِ اسلام میں تاخیر نہ کی جائے:

اسلام ایسی اہم نعمت اور ضروری عمل ہے کہ اس میں کسی بھی قسم کی تاخیر گوارہ نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ اس میں ذرا سی بھی تاخیر نہایت ہی خطرناک اور دائمی جہنم کا باعث بن سکتی ہے، اس لیے کہ اگر اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی جائے اور خدانخواستہ اسی کفر کی حالت میں موت آجائے تو خاتمہ کفر پر ہونے کی صورت میں کس قدر خسارے والی بات ہوگی۔ اس لیے جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ اسلام کی حقانیت اور اس کی قبولیت کا جذبہ پیدا فرمادے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر اسلام قبول کرلے۔

اس سے ان حضرات کی بھی غلطی معلوم ہو جاتی ہے کہ جن کے پاس کوئی اسلام قبول کرنے آتا ہے تو وہ اس کو اسلام میں داخل کرنے میں بلاوجہ تاخیر کراتے رہتے ہیں۔

کسی شخصیت کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کا حکم:

آجکل کسی دینی بزرگ یا شخصیت کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کا رواج بھی عام ہو چکا ہے، یقیناً اس میں کوئی حرج بھی نہیں، بلکہ متعدد پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے مفید بھی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ شریعت نے کسی دینی شخصیت یا بزرگ کے ہاتھوں یا ان کے سامنے اسلام قبول کرنے کو ضروری قرار نہیں دیا، بلکہ کوئی عام مسلمان شخص بھی کسی غیر مسلم کو کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کر سکتا ہے، اسی طرح شریعت نے کسی دوسرے شخص کے سامنے یا اس کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کو بھی ضروری قرار نہیں دیا بلکہ کوئی غیر مسلم شخص بذاتِ

خود بھی کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو سکتا ہے، اس لیے اس معاملے کو شرعی حدود میں رکھنا چاہیے، اس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کرنا نامناسب ہے جو کہ شدید نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔

ویسے آجکل تو ذرائع اِبلاغ و روابط کی تیز رفتاری نے معاملہ بہت ہی آسان کر دیا ہے، اس لیے کسی بزرگ یا دینی شخصیت کے ہاتھوں قبولِ اسلام کے لیے ان ذرائع کا سہارا لینا بھی مفید ہے تاکہ ان کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کی برکت بھی حاصل ہو اور قبولِ اسلام میں تاخیر بھی نہ ہو۔

گویائی سے محروم شخص اسلام کیسے قبول کرے؟

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایمان در حقیقت دل کی تصدیق کا نام ہے، جہاں تک زبان سے اقرار کا تعلق ہے تو وہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے کسی شخص پر مسلمان ہونے کا حکم لاگو ہو سکے اور اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جا سکیں، لیکن جو شخص زبانی اقرار سے معذور ہو تو زبانی اقرار ایسے شخص کے ذمے نہیں، اس لیے گویائی سے محروم شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ دل سے توحید و رسالت کی گواہی دے اور ایسے اشارات عمل میں لائے جن سے توحید و رسالت کا اقرار ظاہر ہو۔

فائدہ: شریعت نے سماعت اور گویائی سے محروم افراد کے لیے مخصوص اشارات مقرر نہیں فرمائے ہیں، اس لیے ایمان قبول کرنے کے لیے کسی ملک یا قوم کے اشارات مختلف ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

الإِسْلامُ النَّصُّ:

وَهُوَ النُّطْقُ بِالشَّهَادَتَيْنِ وَمَا يَقُومُ مَقَامَ النُّطْقِ، وَالْبُرْءُ مِنْ كُل دِينٍ غَيْرِ دِينِ الإِسْلَامِ. يَكْفِي كُل الْكِفَايَةِ التَّصْرِيحُ بِالشَّهَادَةِ بِوَحْدَانِيَّةِ اللهِ تَعَالَى وَتَقْدِيسِهِ، مُدَعَّمًا بِالتَّصْدِيقِ الْبَاطِنِيِّ وَالاِعْتِقَادِ الْقَلْبِيِّ الْجَازِمِ بِالرُّبُوبِيَّةِ وَالإِقْرَارِ بِالْعُبُودِيَّةِ لَهُ تَعَالَى، وَالتَّصْرِيحُ كَذَلِكَ بِكَلِمَةِ الشَّهَادَةِ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَبِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللهِ مِنْ أُصُول الْعَقَائِدِ وَشَرَائِعِ الإِسْلَامِ مِنْ صَلَاةٍ وَزَكَاةٍ وَصِيَامٍ وَحَجٍّ، فَلَيْسَ هُنَاكَ عُنْوَانٌ فِي قُوَّتِهِ وَدَلَالَتِهِ عَلَى التَّحَقُّقِ مِنْ هَذِهِ الْعَقِيدَةِ

الْكَامِلَةِ أَصْرَحُ مِنَ النُّطْقِ بِصِيغَتَيِ الشَّهَادَتَيْنِ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ. فَالْكَافِرُ الَّذِي أَنَارَ اللّٰهُ بَصِيرَتَهُ وَأَشْرَقَتْ عَلَى قَلْبِهِ أَنْوَارُ الْيَقِينِ، وَيُرِيدُ أَنْ يَعْتَنِقَ الْإِسْلَامَ فَلَا بُدَّ لَهُ مِنَ التَّلَفُّظِ بِالشَّهَادَتَيْنِ عِنْدَ التَّمَكُّنِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى ذَلِكَ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْقَادِرِ كَالْأَخْرَسِ، وَمِنْ غَيْرِالْمُتَمَكِّنِ كَالْخَائِفِ وَالشَّرِقِ وَمَنْ عَاجَلَتْهُ الْمَنِيَّةُ، وَكُل مَنْ قَامَ بِهِ عُذْرٌ يَمْنَعُهُ النُّطْقَ فَنُصَدِّقُ عُذْرَهُ إِنْ تَمَسَّكَ بِهِ بَعْدَ زَوَال الْمَانِعِ. وَلَا لُزُومَ لأَنْ تَكُونَ صِيغَتُهُمَا بِالْعَرَبِيَّةِ حَتَّى بِالنِّسْبَةِ لِمَنْ يُحْسِنُهَا.

إِسْلَامُ الْأَخْرَسِ:

يَصِيرُ الْكَافِرُ مُسْلِمًا بِالإِذْعَانِ بِالْقَلْبِ وَالنُّطْقِ بِالشَّهَادَتَيْنِ إِنْ كَانَ قَادِرًا عَلَى النُّطْقِ، فَإِنْ كَانَ عَاجِزًا عَنِ النُّطْقِ لِخَرَسٍ فَإِنَّهُ يُكْتَفَى فِي إِسْلَامِهِ بِالإِشَارَةِ مَعَ قِيَامِ الْقَرَائِنِ عَلَى أَنَّهُ أَذْعَنَ بِقَلْبِهِ. وَهَذَا مَذْهَبُ الْمَالِكِيَّةِ، وَالصَّحِيحُ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ، وَهُوَ مَا اسْتَظْهَرَهُ ابْنُ نُجَيْمٍ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ، قَال: وَالظَّاهِرُ صِحَّةُ إِسْلَامِ الأَخْرَسِ بِالإِشَارَةِ، وَلَمْ أَرَ الآنَ فِيهَا نَقْلاً صَرِيحًا.

- شرح العقائد النسفية:

وأيضا الإجماع منعقد على إيمان من صدق بقلبه وقصد الإقرار باللسان ومنعه منه مانع من خرس ونحوه. (معنى الإيمان في الشرع)

- شرح مسلم للنووي:

وفيه أنه يشترط في صحة الإسلام النطق بالشهادتين، فإن كان أخرس أو في معناه كفته الإشارة إليهما، والله اعلم.

توحید ورسالت ایمان کے دو بنیادی اجزا ہیں:

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلی جائے کہ توحید بغیر رسالت کے قابل قبول نہیں، اسی طرح رسالت بغیر توحید کے قابل قبول نہیں، بلکہ مسلمان ہونے اور جنت میں داخلے کے لیے توحید کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اس کے بغیر مسلمان ہونا اور جنت میں داخلہ ناممکن

ہے۔اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے جو جنت میں جانے کے لیے حضور اقدس نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کو ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ یہودی یا عیسائی ہونا بھی کافی سمجھتے ہیں، معاذاللہ۔

- صحیح مسلم میں ہے:

۱۵۲- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «وَالَّذِى نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِى أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِىٌّ وَلَا نَصْرَانِىٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِى أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ». (باب وُجُوبِ الإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ)

اعمالِ صالحہ ایمان کے اَجزائے ترکیبی نہیں!

نیک اعمال جیسے نماز، روزہ، حج، ذکر و تلاوت وغیرہ ایمان کے اَجزائے ترکیبی نہیں یعنی ایسے اجزا نہیں کہ یہ اعمال نہ کرنے کی وجہ سے کوئی مسلمان ایمان سے محروم ہو جائے، بلکہ اعمالِ صالحہ ایمان کے اَجزائے تزیینی (یعنی زینت بخشنے والے اجزا) ہیں کہ ان اعمالِ صالحہ کی وجہ سے بندے اور اس کے ایمان کو زینت اور رونق حاصل ہوتی ہے، ایمان کامل اور مکمل ہوتا ہے۔

مراتبِ ایمانی:

ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی کیوں کہ ایمان تصدیق ویقین کی انتہا کا نام ہے جس میں کمی معتبر نہیں، البتہ ایمانی کیفیات وانوارات میں کمی بیشی آتی رہتی ہے کہ ایمان کے تذکرے اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے ایمانی کیفیات وانوارات میں اضافہ ہو، اور گناہوں کی وجہ سے ان میں کمی واقع ہو۔اسی طرح اعمالِ صالحہ کی وجہ سے لوگوں کے ایمانی مراتب مختلف ہو سکتے ہیں، البتہ مراتبِ ایمان کا یہ اختلاف نورِ ایمان اور کمالِ ایمان کے اعتبار سے ہے، ورنہ تو نفسِ ایمان میں سب برابر ہیں، اس لیے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے، اور تصدیق سب کی یکساں ہوتی ہے۔

- العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:

وَالْإِيمَانُ وَاحِدٌ، وَأَهْلُهُ فِي أَصْلِهِ سَوَاءٌ، وَالتَّفَاضُلُ بَيْنَهُمْ بِالْخَشْيَةِ وَالتُّقَى، وَمُخَالَفَةِ الْهَوَى، وَمُلَازَمَةِ الْأَوْلَى.

ایمانیات میں شک کرنے کا حکم:

ایمان یا ایمانیات میں شک کرنا یعنی ان پر یقین نہ رہنا کفر ہے، اس لیے ایمان اور ایمانیات کے بارے میں شک کو قریب سے بھی نہیں گزرنے دینا چاہیے۔ جہاں تک ایمان سے متعلق وسوسوں کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاء اللہ۔

ایمان اور کفر کا مدار خاتمے پر ہے:

ایمان اور کفر کا مدار خاتمہ پر ہے کہ ایک شخص ساری زندگی مسلمان رہا لیکن مرنے سے پہلے کلمہ کفر کہہ دیا اور اسی حالت میں موت آگئی تو وہ کافر ہی سمجھا جائے گا اور اس کا ٹھکانہ ابدی طور پر جہنم ہوگا۔ اس کے برعکس ایک شخص زندگی بھر کافر رہا لیکن موت سے پہلے اسلام قبول کرلیا تو یہ مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کا خاتمہ ایمان پر سمجھا جائے گا۔

ایمان کے بغیر نیکی ہرگز قبول نہیں:

نیکی کی قبولیت کے لیے ایمان سب سے بنیادی شرط ہے، اس لیے ایمان کے بغیر نیکی ہرگز قابلِ قبول نہیں، البتہ غیر مسلم کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس سے ان حضرات کی غلطی معلوم ہوجاتی ہے جو کسی نیک عمل کی وجہ سے غیر مسلموں کو بھی جنت بھیجنے کی سعی لاحاصل کررہے ہوتے ہیں۔

- تفسير أبي السعود:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل: ٩٧)

﴿مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا﴾ أي عملًا صالحًا أيَّ عملٍ كان. وهذا شروعٌ في تحريض كافةِ المؤمنين على كل عملٍ صالح غِبَّ ترغيبِ طائفةٍ منهم في الثبات على ما هم عليه من عمل صالحٍ مخصوصٍ دفعًا لتوهم اختصاصِ الأجر الموفورِ بهم وبعملهم المذكور. وقولُه تعالى: ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى﴾ مبالغةٌ في شموله للكل، ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ قيّده به؛ إذ لا اعتدادَ بأعمال الكفرة في استحقاق الثواب أو تخفيفِ العذاب؛ لقوله تعالى: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلىٰ مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾. وإيثارُ إيرادِه بالجملة الاسمية الحالية على نظمه في سلك الصلةِ لإفادة وجوبِ دوامه ومقارنتِه للعمل الصالح.....إلخ

- تفسير مدارك التنزيل:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل: ٩٧)

﴿مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى﴾ «مَنْ» مبهم يتناول النوعين إلا أن ظاهره للذكور فبيّن بقوله: ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى﴾ ليعم الموعد النوعين. ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ شرط الإيمان؛ لأن أعمال الكفار غير معتد بها، وهو يدل على أن العمل ليس من الإيمان....إلخ

ایمان اور اسلام کا باہمی تعلق:

ایمان کے لغوی معنی ہیں: تصدیق کرنا، جبکہ اسلام کے لغوی معنی ہیں: جھکنا، تسلیم کرنا، فرمان برداری کرنا۔ ایمان کا تعلق باطنی امور کے ساتھ ہے، باطنی امور سے مراد عقائد اور ایمانیات ہے، جبکہ اسلام کا تعلق ظاہری احکام کے ساتھ ہے، جیسے روزہ، نماز وغیرہ۔ البتہ یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث میں ایمان اور اسلام کا آپس میں ایک دوسرے پر اطلاق بھی کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعًا دونوں کا مصداق تقریبًا ایک ہی ہے یا دونوں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرا نامکمل اور غیر معتبر ہے۔ بعض اکابر

نے لکھا ہے کہ ایمان باطن سے شروع ہو کر ظاہر پر اثر انداز ہوتا ہے جبکہ اسلام ظاہر سے شروع ہو کر باطن پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اِیمان وعقائد سے متعلق وَسوسوں کا حکم اور احتیاطی تدابیر

ایمان وعقائد سے متعلق وسوسوں سے پریشان بھائیوں کی خدمت میں:

کئی مسلمان بھائی ملاقات یا رابطہ کر کے نہایت ہی پریشانی کے عالم میں ڈرتے ڈرتے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ انھیں زبان پر لانے کے مقابلے میں موت زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے، بندہ ان وساوس پر ان کی پریشانی دیکھ کر دل میں بہت خوشی محسوس کرتا ہے اور ان کے ایمانی جذبات پر دل میں ٹھنڈک محسوس کرتا ہے کہ الحمدللہ آج کے مسلمان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنا گہرا تعلق ہے کہ دل میں ان کے لیے کسی بھی قسم کی معمولی سی نازیبا بات بھی برداشت نہیں کر سکتا بلکہ دل وجان سے پیاری یہ ایمان کی متاعِ عزیز کسی بھی لمحے کھونا گوارہ نہیں کر سکتا، اللہ اکبر! یہ یقیناً بڑی سعادت کی بات ہے! بندہ ایسے پریشان ہونے والے بھائیوں کو بہت مبارکباد دیتا ہے اور انھیں تسلّی کے کلمات کہتے ہوئے حقیقت سمجھا دیتا ہے تو وہ مطمئن ہو کر بہت خوش ہو جاتے ہیں اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند باتیں عرض کرنا مقصود ہے۔

ایمان وعقائد سے متعلق وسوسوں کا حکم:

جب ایک شخص مسلمان ہو، اس کے دل میں ایمان ہو اور اس کے عقائد بھی درست ہوں تو پھر اس کے بعد اس کے دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی بلا اختیار ایمان اور عقائد کے خلاف جتنے بھی سنگین وسوسے آئیں، خواہ وہ کفر کے بارے میں ہوں، اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول یا فرشتوں کے خلاف ہوں، قبر وحشر یا جنت وجہنم کے خلاف ہوں، اسی طرح قرآن، نماز یا دیگر ایمانی عقائد کے خلاف ہوں، اور وہ شخص ان وسوسوں کو بُرا بھی سمجھ رہا

ہو، ان کی وجہ سے بہت ہی پریشان ہو اور یہی چاہتا ہو کہ یہ وسوسے کسی صورت میں نہیں آنے چاہییے، تو ایسی صورت میں ان بُرے وسوسوں کی وجہ سے ہر گز پریشان نہیں ہونا چاہیے، ان وسوسوں کی وجہ سے ایمان اور عقائد پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ ایسے ناگوار وسوسوں کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو صریح ایمان کی بشارت دی اور فرمایا کہ: ''یہ تو صریح ایمان کی علامت ہے۔'' اس لیے ایسے ناگوار اور پریشان کُن وسوسوں کے آنے پر خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ الحمدللہ میرے دل میں ایمان ہے تبھی تو میں ان کو بُرا سمجھ رہا ہوں اور ان کی وجہ سے پریشان ہو رہا ہوں۔ اس لیے ایسے وسوسوں کے آنے پر پریشان ہونا بہت بڑی نعمت اور خوشی کی بات ہے، کیوں کہ جن لوگوں کو ایمان اور صحیح عقائد کی پروا نہیں ہوتی ان کو تو ایسے خیالات آتے بھی نہیں، لیکن اگر کبھی ایسے وسوسے آ بھی جائیں تو ان کو اس سے پریشانی ہی نہیں ہوتی کیوں کہ جب ان کے دل میں ایمان اور صحیح عقائد کی اہمیت ہی نہیں ہے تو ان امور سے متعلق غلط وسوسوں کا آنا ان کے لیے ایک عام سی بات ہے کہ اگر ایمان اور صحیح عقائد سے محروم ہو بھی گئے تو ان کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں، معاذاللہ۔

اور یہ بھی غور کر لینا چاہیے کہ مجھے الحمدللہ ایمان اور صحیح عقائد کی دولت میسر ہے تبھی تو ایسے وسوسے آتے ہیں، ورنہ تو جو لوگ ایمان اور صحیح عقائد سے محروم ہوتے ہیں ان کو شیطان ایسے وسوسے لا کر کبھی پریشان نہیں کرتا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر بلا اختیار یہ وسوسے آئیں تو یہ ایمان اور تقویٰ کے ہر گز خلاف نہیں۔

ایمان وعقائد کے وسوسوں سے تحفّظ کے لیے احتیاطی تدابیر:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان، ان سے کامل محبت اور ان کی کامل اطاعت ذریعہ نجات ہے، اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ اپنے ایمان اور عقائد کا تحفظ نہایت ہی ضروری ہے، اس لیے ذیل میں اسی تحفظ کو یقینی بنانے اور بے بنیاد وساوس سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر ذکر کی جاتی ہیں:

- دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان، ان کے ساتھ کامل محبت اور ان کی اطاعت کا

جذبہ تروتازہ رکھیں۔

- اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول، فرشتوں، قبر وحشر، جنت و جہنم، قرآن، نماز اور اسی طرح دیگر ایمانی عقائد سے متعلق دل میں آنے والے وساوس کو ہرگز اہمیت اور توجہ نہ دیں، بلکہ سوچنے کی کوشش بھی نہ کریں، بلکہ ان وساوس کو جھٹک کر کسی نیک یا جائز کام میں مشغول ہو جائیں۔
- مستند اہلِ علم اور بزرگانِ دین کی مجالس اور صحبتوں سے جُڑے رہیں۔
- ملحدین، متجدّدین، گمراہ اور دین بیزار لوگوں کی صحبت، کتابوں، بیانات، مضامین، یوٹیوب چینلز، فیس بک پیجز اور گروپس وغیرہ سے بالکلیہ دور رہیں، ورنہ تو تشکیک اور وساوس کی وادیِ پُرخار میں بھٹکتے رہ جائیں گے جس کا انجام سراسر خسارہ ہے!
- حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام کی حیات مبارکہ پر بننے والی ہر قسم کی ویڈیو فلم سے بالکلیہ اجتناب کریں۔
- اللہ تعالیٰ اور ان کے تمام پیغمبروں کی عظمت، احترام اور ادب ایک مسلّمہ حقیقت ہے، اس لیے ان سے متعلق یا دیگر ایمانی عقائد سے متعلق کوئی غلط بات دیکھنے یا سننے کو ملے تو ان سے ذرہ برابر بھی اثر نہ لیں، بلکہ دفاعی راستہ اختیار کرتے ہوئے اس معاملے کے لیے مستند اہلِ علم سے رجوع کریں۔

تسلی اور بشارت پر مشتمل چند احادیث مبارکہ:

ذیل میں ذکر کی جانے والی احادیث مبارکہ یقیناً بہت بڑی تسلی اور اطمینان کا باعث ہیں:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ حضور اقدس ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانا نہایت ہی ناگوار گزرتا ہے، تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟‘‘ تو صحابہ نے جواب دیا کہ جی ہاں! تو حضور اقدس ﷺ نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ: ’’یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے!‘‘

- صحیح مسلم میں ہے:

١٣٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: «وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟» قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: «ذَاكَ صَرِيحُ الإِيمَانِ».

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے دل میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانے کے مقابلے میں آسمان سے گرنا مجھے زیادہ پسند ہے! تو حضور اقدس ﷺ نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے!“

- مسند احمد میں ہے:

٩١٥٦- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُحَدِّثُ نَفْسِي بِالْحَدِيثِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: «ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ».

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں کہ ان کے بدلے ہمیں پوری دنیا بھی مل جائے تب بھی ان کو زبان پر لانا ہمیں گوارہ نہیں، تو حضور اقدس ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ: ”کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے وساوس آتے ہیں؟“ تو صحابہ نے جواب دیا کہ جی ہاں! تو حضور اقدس ﷺ نے انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”یہ تو صریح ایمان کی نشانی ہے!“

- صحیح ابن حِبان میں ہے:

١٤٥- عن أبي هريرة قال: قال رجل: يا رسول الله، إنا لنجد في أنفسنا أشياء ما نحب أن نتكلم بها وإن لنا ما طلعت عليه الشمس، فقال ﷺ: «قد وجدتم ذلك ؟» قالوا: نعم، قال: «ذاك صريح الإيمان».

ایمان مُجمَل:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ، وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ،

اِقْرَارٌ م بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ م بِالْقَلْبِ.

میں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہے، اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے، اقرار کیا زبان سے اور تصدیق کی دل سے۔

ایمان مُفَصَّل:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلآئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بُری تقدیر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر (بھی میں ایمان لایا)۔

کفر اور تکفیر سے متعلق چند اہم باتیں

تفصیلی فہرست

- کفر کی تعریف۔
- ”ضروریاتِ دین“ کی حقیقت۔
- دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والی چند باتیں۔
- کیا گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے کفر کا حکم لاگو ہو سکتا ہے؟
- موت کے وقت کلمہ کفر نکل جانے کا حکم۔
- لزومِ کفر اور التزامِ کفر۔
- کفر پر خاتمہ دائمی جہنم کا سبب ہے۔
- کفر سے بچنے کے لیے ضروری تدابیر۔
- تکفیر میں افراط و تفریط کی خطرناک روش۔
- تکفیر یعنی کسی کو کافر قرار دینے میں احتیاط کیجیے۔
- کسی بات میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو کفر کا حکم۔
- کسی شخص کا کافر ہونا کسی فتویٰ پر موقوف نہیں۔
- کیا اہلِ علم لوگوں کو کافر بناتے ہیں؟؟
- کیا کسی کی تکفیر کرنا وحی آنے پر موقوف ہے؟
- تکفیر کے ضروری ہونے کی وجوہات۔
- اہلِ قبلہ کی تکفیر کا حکم۔
- کسی سے کفر سرزد ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

کفر کی تعریف:

کفر ضد ہے اسلام کی، کفر کے لغوی معنی ہیں: چھپانا، ناشکری کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں کفر کے معنی ہیں: ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا یا مذاق اڑانا۔

''ضروریاتِ دین'' کی حقیقت:

''ضروریاتِ دین'' اُن قطعی اور یقینی امور کا نام ہے جن کا دین ہونا حضور اقدس ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اور ان کو تواتُر اور عام شُہرت کا درجہ حاصل ہو حتیٰ کہ دین سے کسی درجے میں تعلق رکھنے والا ایک عام سا مسلمان طبقہ بھی اُن کو دین سمجھتا ہو۔

''ضروریاتِ دین'' کی مکمل تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی۔

فائدہ:

یہ کفر کی بنیادی تعریف ہے، البتہ اگر اس میں یہ جملہ بڑھا دیا جائے تو یہ زیادہ واضح اور جامع بن جائے گی کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا مذاق اڑانا اور اس کے ساتھ اِستہزا کرنا بھی کفر کے زمرے میں آتا ہے۔

دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والی چند باتیں:

- اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا انکار کرنا۔
- فرشتوں کا انکار کرنا۔
- آسمانی کتابوں کا انکار کرنا۔
- اللہ کے رسولوں کا انکار کرنا۔
- حضور اقدس حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری نبی نہ ماننا۔
- تقدیر کا انکار کرنا۔

- موت کے بعد آخرت کی زندگی کا انکار کرنا۔
- قیامت پر ایمان نہ لانا۔
- کسی نبی کی توہین اور گستاخی کرنا۔
- قرآن کریم کی تحریف کا قائل ہونا۔
- حدیث کے حجت اور دلیل ہونے کا انکار کرنا۔
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان کو درست سمجھنا۔
- نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے ارکانِ اسلام کے فرض ہونے کا انکار کرنا۔
- سود، زنا اور جھوٹ جیسے قطعی طور پر حرام امور کو حلال سمجھنا۔

یہ بطورِ مثال چند باتیں ذکر کر دی ہیں جن کی وجہ سے مسلمان شخص دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے، باقی ان کی تفصیل بہت زیادہ ہے۔

کیا گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے کفر کا حکم لاگو ہو سکتا ہے؟

کسی بد عملی اور گناہ (چاہے کبیرہ ہی کیوں نہ ہو) کی وجہ سے مسلمان کافر نہیں ہو جاتا جب تک کہ واضح کفر صادر نہ ہو جائے کہ جب کوئی شخص کفریہ قول و عمل کا ارتکاب کر لے تب اسلام سے نکل جاتا ہے، جیسے بت کو سجدہ کرنا، قرآن کو۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ نجاست میں ڈالنا یا پاؤں سے روندنا یا کسی بھی طریقہ سے اس کی توہین کرنا کفر ہے۔

- العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:

وَلَا نُكَفِّرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهُ.

موت کے وقت کلمہ کفر نکل جانے کا حکم:

اگر کسی مسلمان کے منہ سے موت کے وقت کوئی کفر یا شرک کا کلمہ نکل جائے تو اس سے یہی سمجھ لینا چاہیے کہ موت کی سختی کی وجہ سے ہوش وحواس ٹھکانے نہ رہیں، اس لیے ایسے نامناسب کلمات منہ سے نکل گئے کیوں کہ اگر عقل اور ہوش ٹھکانے ہوتے تو ایسے کلمات ہر گز منہ سے نہ نکلتے، اس لیے یہ سب کچھ معاف ہے، ایسی صورت میں اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اسی طرح اس معاملے کی ہر گز تشہیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کو چھپالینا چاہیے تاکہ اس کی وجہ سے فتنہ نہ پھیلے اور ناسمجھ لوگ بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

ذیل میں اس حوالے سے اردو اور عربی کتب کی عبارات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ احکامِ میت (صفحہ: 39، تخریج از جامعہ فاروقیہ کراچی):

’’مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی بات نکلے تو اس کا خیال نہ کرو، نہ اس کا چرچا کرو، بلکہ یہ سمجھ کر کہ موت کی سختی کی وجہ سے عقل ٹھکانے نہیں رہی، اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو؛ سب معاف ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔ بہشتی زیور‘‘

2۔ البحر الرائق:

قالوا: إذا ظَهَرَ منه كَلِمَاتٌ تُوجِبُ الْكُفْرَ لَا يُحْكَمُ بِكُفْرِهِ، وَيُعَامَلُ مُعَامَلَةَ مَوْتَى الْمُسْلِمِينَ؛ حَمْلًا على أَنَّهُ في حَالِ زَوَالِ عَقْلِهِ، وَلِذَا اخْتَارَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ أَنْ يَذْهَبَ عَقْلُهُ قبل مَوْتِهِ لِهَذَا الْخَوْفِ، وَبَعْضُهُمُ اخْتَارُوا قِيَامَهُ حَالَ الْمَوْتِ. (كتاب الجنائز)

3۔ الدر المختار:

(وَمَا ظَهَرَ مِنْهُ مِنْ كَلِمَاتٍ كَفْرِيَّةٍ يُغْتَفَرُ فِي حَقِّهِ وَيُعَامَلُ مُعَامَلَةَ مَوْتَى الْمُسْلِمِينَ) حَمْلًا عَلَى أَنَّهُ فِي حَالِ زَوَالِ عَقْلِهِ، وَلِذَا اخْتَارَ بَعْضُهُمْ زَوَالَ عَقْلِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، ذَكَرَهُ الْكَمَالُ.

4۔ رد المحتار علی الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَلِذَا اخْتَارَ إلَخْ) أَيْ لِكَوْنِهِ فِي حَالِ زَوَالِ عَقْلِهِ يُغْتَفَرُ مَا يَصْدُرُ مِنْهُ اخْتَارَ بَعْضُهُمْ زَوَالَ عَقْلِهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ؛ مَخَافَةَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِذَلِكَ قَصْدًا مِنْ أَلَمِ الْمَوْتِ وَمِنْ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ؛

فَإِنَّ ذَلِكَ الْوَقْتَ وَقْتُ عُرُوضِهِ لَهُ. (قَوْلُهُ: ذَكَرَهُ الْكَمَالُ) وَقَالَ أَيْضًا: وَبَعْضُهُمْ اخْتَارُوا قِيَامَهُ فِي حَالِ الْمَوْتِ. (باب صلاۃ الجنائز)

لزومِ کفر اور التزامِ کفر:

یہاں ایک علمی نکتہ یہ سمجھیے کہ بعض اقوال وافعال ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے بظاہر تو کفر لازم آتا ہے لیکن جب کوئی شخص یہ وضاحت کردے کہ میرا مطلب یہ کفر نہ تھا، یا وہ کام نہ چاہتے ہوئے بھی غلطی سے سرزد ہوجائے اور وہ کہے کہ میرا مقصود یہ کفر نہ تھا تو ان کی وجہ سے اس شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ اس کی مزید تفصیل اہلِ علم سے معلوم کرلی جائے۔

کفر پر خاتمہ دائمی جہنم کا سبب ہے:

اگر کسی شخص کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوا تو اس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے، معاذ اللہ۔

کفر سے بچنے کے لیے ضروری تدابیر:

کفر نہایت ہی سنگین جرم اور آخرت میں دائمی خسارے کا باعث ہے، اس لیے اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے، اس کے لیے درج ذیل تدابیر اختیار کرنی چاہیے:

- ایمانیات سے متعلق علم حاصل کریں۔
- جن چیزوں سے کفر لازم آتا ہے ان کا علم حاصل کرکے ان سے اجتناب کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور اپنے قول وفعل کی مکمل نگرانی کریں کہ کہیں ان سے کفر سرزد نہ ہوجائے۔
- مستند اہلِ علم اور بزرگانِ دین کی مجالس اور صحبتوں سے جُڑے رہیں۔
- ملحدین، متجدّدین، گمراہ اور دین بیزار لوگوں کی صحبت، کتابوں، بیانات، مضامین، یوٹیوب چینلز، فیس بک پیجز اور گروپس وغیرہ سے بالکلیہ دور رہیں، ورنہ تو تشکیک اور وساوس بلکہ الحاد وکفر کی وادیِ پُرخار میں بھٹکتے رہ جائیں گے جس کا انجام سراسر خسارہ ہے!

تکفیر میں افراط و تفریط کی خطرناک روش:

ہمارے ہاں تکفیر یعنی کسی کو کافر قرار دینے کے معاملے میں نہایت ہی بے اعتدالی دیکھنے کو ملتی ہے کہ ایک طبقہ تو وہ ہے کہ جو تکفیر کے معاملے میں مطلوبہ تحقیق واحتیاط نہ کرتے ہوئے تکفیر کا فتویٰ صادر کر دیتا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جو یقینی طور پر کفر کے مرتکب کو بھی کافر کہنا جرم اور غلط قرار دیتا ہے، یہ دونوں طبقات بے اعتدالی کا شکار ہیں جن میں سے ہر ایک کی روش قابلِ اصلاح ہے۔ ذیل میں اس حوالے کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

تکفیر یعنی کسی کو کافر قرار دینے میں احتیاط کیجیے:

کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہے کیوں کہ بلاوجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا نہایت ہی سنگین بلکہ بہت بڑا جرم ہے، احادیث میں اس کی شدید مذمت آئی ہے۔اس لیے اس معاملے میں جلد بازی اور بے احتیاطی نہایت ہی مضر اور خطرناک ہے۔ امت کے جلیل القدر اہلِ علم کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اس معاملے میں نہایت ہی احتیاط اور مکمل تحقیق فرماتے ہیں،اس کے بعد اگر کسی شخص کا کفر یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے تو کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، اور جہاں کوئی معقول تاویل کسی کو کفر سے بچانے میں مفید ثابت ہوتی ہے تو اسے اختیار فرماتے ہیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے فتاویٰ شامی میں لکھا ہے کہ اگر سترّ اقوال اس بات پر متفق ہوں کہ فلاں کام کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر ہو چکا ہے، لیکن ایک روایت اگرچہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو اس سے معلوم ہو رہا ہو کہ وہ کافر نہیں ہوا تو قاضی اور مفتی کو چاہیے کہ وہ اس ایک روایت کو لے لے اور ان سترّ اقوال کو چھوڑ دے۔
بل قالوا: لو وجد سبعون رواية متفقة على تكفير المؤمن، ورواية ولو ضعيفة بعدمه يأخذ المفتي والقاضي بها دون غيرها. (رد المحتار كتاب الطهارة)

بلکہ علامہ شامی صاحب رحمہ اللہ نے تو ”شرح عقود رسم المفتی“ میں یہ اصول لکھا ہے کہ تکفیر میں

اختلاف کی صورت میں اسی قول کو لیا جائے گا جس سے کافر نہ ہونا معلوم ہو رہا ہو۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم جن کو ابو حنیفہ ثانی کہا جاتا ہے، انھوں نے "البحر الرائق" میں وہ الفاظ تحریر فرمائے جن سے کفر لازم آتا ہے، لیکن آخر میں فرمایا کہ: "میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر رکھا ہے کہ میں ان الفاظ کی وجہ سے کسی کو کافر قرار نہیں دوں گا۔"

وفي «الْفَتَاوَى الصُّغْرَى»: الْكُفْرُ شَيْءٌ عَظِيمٌ فَلَا أَجْعَلُ الْمُؤْمِنَ كَافِرًا مَتَى وَجَدْت رِوَايَةً أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ. وقال قَبْلَهُ: وفي «الْجَامِعِ الْأَصْغَرِ»: إذَا أَطْلَقَ الرَّجُلُ كَلِمَةَ الْكُفْرِ عَمْدًا لَكِنَّهُ لم يَعْتَقِد الْكُفْرَ قال بَعْضُ أَصْحَابِنَا: لَا يَكْفُرُ؛ لِأَنَّ الْكُفْرَ يَتَعَلَّقُ بِالضَّمِيرِ ولم يَعْقِد الضَّمِيرَ على الْكُفْرِ، وقال بَعْضُهُمْ: يَكْفُرُ، وهو الصَّحِيحُ عِنْدِي؛ لِأَنَّهُ اسْتَخَفَّ بِدِينِهِ ..... وَالَّذِي تَحَرَّرَ أَنَّهُ لَا يفتي بِتَكْفِيرِ مُسْلِمٍ أَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهِ على مَحْمَلٍ حَسَنٍ أو كان في كُفْرِهِ اخْتِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً، فَعَلَى هذا فَأَكْثَرُ أَلْفَاظِ التَّكْفِيرِ الْمَذْكُورَةِ لَا يُفْتَى بِالتَّكْفِيرِ بها وَلَقَدْ أَلْزَمْت نَفْسِي أَنْ لَا أُفْتِيَ بِشَيْءٍ منها. (باب أحكام المرتدين)

اس لیے تکفیر کے معاملے میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے، البتہ اگر کوئی شخص یقینی طور پر کسی کفریہ قول و فعل کی وجہ سے کافر ہو چکا ہے تو یہ معاملہ تو واضح ہے کہ اس کی تکفیر میں حرج نہیں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ ماقبل کی بحث سے قادیانیوں، منکرین حدیث اور دیگر اہلِ کفر وارتداد کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں پہنچنے والا کیوں کہ ان سے متعلق حکم بالکل واضح ہے اور ان کی تکفیر میں کوئی معتبر اختلاف نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی کو قادیانی، منکر حدیث یا اہلِ کفر وارتداد ثابت کرنے کے لیے مکمل تحقیق کی ضرورت ہے۔

کسی بات میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو کفر کا حکم:

حضرات فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص کے کسی جملے میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اسے کافر نہیں کہنا چاہیے۔ فقہاء کرام کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ:

1۔ جس شخص نے ایسا مبہم جملہ کہا کہ جس میں کفر کا بھی احتمال تھا، لیکن اس نے اس کفر کے احتمال سے انکار کیا یا

اس کی وضاحت سے پہلے پہلے ہی وہ فوت ہو گیا تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، لیکن اگر اس کو وضاحت کرنے کا موقع ملا، اور اس نے ایسی وضاحت کی جس سے ضروریاتِ دین کا انکار لازم آتا ہو تو ایسا شخص یقیناً کافر ہے۔

2۔ اسی طرح فقہاء کرام کا یہ مذکورہ بالا قول اس شخص کے بارے میں بھی ہے جس کے کسی جملہ سے کفر کا احتمال نکلتا ہو، لیکن اس کی پوری زندگی صحیح عقائد اور کتاب و سنت کے مطابق ہو اور اس کے اس مبہم جملے کے علاوہ دیگر قرائن کفر کی تائید میں یا ضروریاتِ دین کے انکار کے بارے میں موجود نہ ہوں۔ لیکن اگر اس شخص کا کوئی اور کلام یا دیگر قرائن کفر کی تائید میں یا ضروریاتِ دین کے انکار میں موجود ہوں وہ شخص بلا شبہ کافر ہے۔

(عقائد اہل السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

تنبیہ:

اس تفصیل سے ان حضرات کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی شخص میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی ہو تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا، یہ سنگین غلطی ہے کیوں کہ:

1۔ یہ بات قرآن و سنت اور فقہائے کرام سے ہر گز ثابت نہیں، بلکہ فقہاء کرام کی تصریحات کے خلاف ہے، کیوں کہ شروع میں بیان ہو چکا کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

2۔ فقہاء کرام سے جو قول ثابت ہے وہ یوں نہیں، بلکہ وہ یوں ہے کہ اگر ایک شخص کے کسی جملے میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اسے کافر نہیں کہنا چاہیے، جس کی تفصیل بیان ہو چکی۔

- البحر الرائق میں ہے:

وفي «الْخُلَاصَةِ» وَغَيْرِهَا: إذَا كان في الْمَسْأَلَةِ وُجُوهٌ تُوجِبُ التَّكْفِيرَ، وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إلَى الْوَجْهِ الذي يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ؛ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ. زَادَ في «الْبَزَّازِيَّةِ»: إلَّا إذَا صَرَّحَ بِإِرَادَةِ مُوجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّأْوِيلُ حِينَئِذٍ. وفي «التَّتَارْخَانِيَّة»: لَا يَكْفُرُ بِالْمُحْتَمَلِ؛ لِأَنَّ الْكُفْرَ نِهَايَةٌ في الْعُقُوبَةِ فَيَسْتَدْعِي نِهَايَةً في الْجِنَايَةِ وَمَعَ الِاحْتِمَالِ لَا نِهَايَةَ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ من تَكَلَّمَ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ هَازِلًا أو لَاعِبًا كَفَرَ عِنْدَ الْكُلِّ وَلَا اعْتِبَارَ بِاعْتِقَادِهِ كما صَرَّحَ بِهِ قاضيخان في «فتاواه»، وَمَنْ تَكَلَّمَ بها مخطأ أو مُكْرَهًا لَا يَكْفُرُ عِنْدَ

الْكُلِّ، وَمَنْ تَكَلَّمَ بها عَالِمًا عَامِدًا كَفَرَ عِنْدَ الْكُلِّ، وَمَنْ تَكَلَّمَ بها اخْتِيَارًا جَاهِلًا بِأَنَّهَا كُفْرٌ فَفِيهِ اخْتِلَافٌ. وَالَّذِي تَحَرَّرَ أَنَّهُ لَا يفتي بِتَكْفِيرِ مُسْلِمٍ أَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهِ على مَحْمَلٍ حَسَنٍ أو كان في كُفْرِهِ اخْتِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً، فَعَلَى هذا فَأَكْثَرُ أَلْفَاظِ التَّكْفِيرِ الْمَذْكُورَةِ لَا يُفْتَى بِالتَّكْفِيرِ بها وَلَقَدْ أَلْزَمْت نَفْسِي أَنْ لَا أُفْتِيَ بِشَيْءٍ منها. (باب أحكام المرتدين)

کسی شخص کا کافر ہونا کسی فتویٰ پر موقوف نہیں:

جو شخص اپنے کسی کفریہ قول وفعل کی وجہ سے کافر ہو چکا ہو تو اس کے کافر ہونے کے لیے کسی فتویٰ کی ضرورت نہیں، یعنی اگر مفتیان کرام اس کے کفر کا فتویٰ نہ بھی دیں تب بھی وہ کافر ہی قرار پائے گا کیوں کہ کافر ہونے کا تعلق کفریہ قول وفعل کے ساتھ ہے نہ کہ فتویٰ کے ساتھ، اس لیے کہ فتویٰ تو صرف خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص اپنے کفریہ قول وفعل کی وجہ سے کافر ہو چکا۔

کیا اہلِ علم لوگوں کو کافر بناتے ہیں؟؟

یاد رہے کہ اہلِ علم کبھی کسی کو کافر نہیں بناتے بلکہ وہ کافر ہونا بتاتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کفریہ عمل کی وجہ سے کافر ہو چکا ہے، جیسا کہ کسی کے منہ پر کالک لگی ہو اور آئینے کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اس کو آئینے سے خبر ہو جائے کہ میرے منہ پر کالک لگی ہے تو یہ کالک آئینے نے نہیں لگائی بلکہ آئینے نے تو صرف آگاہی دی ہے، اسی طرح لوگ خود کسی کفریہ عقیدے یا قول وفعل کی وجہ سے کافر ہو جاتے ہیں، البتہ اہلِ علم صرف خبر دیتے ہیں اس کے کافر ہونے کی۔

کیا کسی کی تکفیر کرنا وحی آنے پر موقوف ہے؟

آجکل بعض متجددین یہ مغالطہ عام کر رہے ہیں کہ کسی کو کافر قرار دینا غلط ہے، یہ ہمارا کام نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے، یہ کام وحی کے ذریعے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں کافر ہو چکا ہے اور چوں کہ وحی حضور اقدس ﷺ کے بعد بند ہو چکی، اس لیے ہم کسی کو کافر قرار نہیں دے سکتے۔ یہ متجددین ایسی بے بنیاد

باتیں پھیلا کر قادیانیوں، منکرینِ حدیث اور دیگر اہلِ کفر وارتداد کو فائدہ پہنچانے کی ناکام کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ان متجددین کی یہ باتیں اس لیے درست نہیں کہ:

1۔ یہ بات قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام اور اکابرِ امت سے کسی طور ثابت نہیں کہ کسی کی تکفیر وحی آنے پر موقوف ہے،اس لیے یہ بات بلادلیل اور بے بنیاد ہے۔

2۔ایمان اور کفر دو مختلف حقائق ہیں جن میں کوئی ابہام نہیں،ایمانیات بھی واضح ہیں اور کفریات بھی،اس لیے ایمانیات کو تسلیم کرنے والا مؤمن جبکہ ان کا منکر کافر کہلائے گا،اب یہ اتنی واضح بات وحی آنے پر کیسے موقوف ہو سکتی ہے!!

3۔جب ایمانیات تسلیم کرنے کی وجہ سے کسی کا مؤمن ہو جانا وحی آنے پر موقوف نہیں تو کفریات کی وجہ سے کسی کا کافر ہو جانا وحی آنے پر کیسے موقوف ہو سکتا ہے!!

4۔ قرآن وسنت میں متعدد باتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے یا ان کو ایمان قرار دیا گیا ہے،اسی طرح متعدد باتوں کو کفر قرار دیا گیا ہے،اس سے تاقیامت یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان ایمانیات کو تسلیم کرنا ایمان جبکہ ان کا انکار کرنا یا ان کفریات کا ارتکاب کرنا کفر ہے۔اس تفصیل سے بھی ان متجددین کی باتوں کی تردید ہو جاتی ہے کہ جو کسی کی تکفیر کو وحی آنے پر موقوف کرتے ہیں۔

5۔اگر کافر ہو جانے کو وحی آنے کے ساتھ جوڑا جائے تو ایمان وکفر خلط ملط ہو جائے گا،لوگ یہ نہیں جان سکیں گے کہ کون مؤمن ہے اور کون کافر؟ حالاں کہ اسلام جیسا واضح دین اس خلط ملط کو کبھی قبول نہیں کر سکتا۔

6۔اس بات کی تردید یوں بھی ہو جاتی ہے کہ اسلام میں مؤمن اور کافر کا باہمی نکاح نہیں ہو سکتا،اسی طرح کافر کا ذبیحہ بھی حرام ہے، تو اگر کافر ہو جانے کو وحی آنے کے ساتھ جوڑا جائے یا اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو ایسی صورت میں ان جیسے تمام شرعی احکام معطل ہی ہو جائیں اور ان پر عمل ہی نہ ہو سکے، حالاں کہ ایسے احکام واضح خبر دیتے ہیں کہ ایمان وکفر دو واضح اور ظاہر چیزیں ہیں جن میں امتیاز ضروری ہے اور اس امتیاز کو وحی آنے پر موقوف نہیں کیا جا سکتا۔

7۔اسلام واحد حق دین ہے جس کی تعلیمات نہایت ہی روشن اور جس کی بنیادیں بہت ہی واضح ہیں،اس میں ایمانیات ایک کھلی حقیقت ہے،ان میں ایسا کوئی ابہام نہیں کہ یہ کسی اور کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں،اسلام اپنی کھلی حقیقت میں یہ کبھی گوارہ نہیں کر سکتا کہ اس کی حقیقت کفر جیسے سنگین جرم اور قبیح فعل کے ساتھ گڈ مڈ ہو جائے اور دونوں میں باہم فرق نہ ہو سکے، اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ایمانیات اور کفریات اور اسی طرح مؤمن اور کافر واضح ہوں،اس حقیقت کا بھی تقاضا یہ ہے کہ تکفیر کے اصول بھی بالکل واضح ہوں۔

8۔ جس ملک کے قوانین میں ایسا سقم اور ابہام ہو کہ فرمان بردار اور باغی کا فرق نہ ہو سکے اور مخلص اور غدار نمایاں نہ ہو سکے تو اس ملک کے قوانین ناقابلِ تقلید بلکہ قابلِ تردید ہوتے ہیں جو کہ ملک کی سلامتی اور استحکام کے لیے بھی مضر ہوتے ہیں، تو کیا اسلام جیسے حق دین میں بھی یہ امکان ہو سکتا ہے کہ وہ مؤمن و کافر اور مخلص و مرتد میں فرق نہیں کرتا بلکہ سب خلط ملط کر دیتا ہے! ہر گز نہیں۔

تکفیر کے ضروری ہونے کی وجوہات:

حضرات مفتیان کرام مکمل تحقیق واطمینان کے بعد جب کسی شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں تو اس کی متعدد وجوہات ہوتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

- تاکہ مسلمانوں کو اس کا کافر ہونا معلوم ہو جائے اور وہ اس سے نکاح اس جیسے انفرادی اور اجتماعی معاملات کرنے میں احتیاط کریں۔
- تاکہ کافر ہو جانے والے شخص کو احساس وندامت ہو جائے اور وہ توبہ کر کے دوبارہ ایمان قبول کرلے۔
- تاکہ مسلمان اس کافر ہو جانے والے شخص سے دین سیکھنے یا دینی امور میں اس پر اعتماد کرنے سے اجتناب کریں۔
- تاکہ اس کافر ہو جانے والے شخص پر مسلمانوں کے احکام جاری نہ کیے جاسکیں۔
- تاکہ مسلمان اس کافر شخص کو مسلمانوں کے حساس اور اہم مناصب سپرد کرنے میں احتیاط کریں۔

اہلِ قبلہ کی تکفیر کا حکم:

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو بندہ مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھتا ہے اس کو کافر کہنا درست نہیں بھلے اس کے عقائد کفر والے ہی کیوں نہ ہوں، اور اسی بنیاد پر وہ بہت سے ملحدین اور کفریہ عقائد رکھنے والوں کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ بات قرآن وسنت کے بھی خلاف ہے اور امت کے جمہور اہلِ علم کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ محققین کے نزدیک اہلِ قبلہ سے مراد محض قبلہ رخ نماز ادا کرنے والا نہیں، بلکہ یہ ایک شرعی اصطلاح ہے، اور شرعی اصطلاح میں اہلِ قبلہ سے مراد وہی لوگ ہوتے ہیں جو ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتے ہوں اور ان میں سے کسی ایک بات کے بھی منکر نہ ہوں۔

کسی سے کفر سرزد ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

اگر کسی مسلمان سے ۔۔ معاذ اللہ ۔۔ کوئی ایسا قول وفعل سرزد ہو جائے کہ جس کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے نکل جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوراً توبہ کرتے ہوئے ایمان قبول کرلے اور اگر اس کا نکاح ہو چکا تھا تو نکاح کی تجدید بھی کرلے۔

اللہ تعالیٰ
کی ذات وصفات سے متعلق بنیادی عقائد

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق عقائد

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان رکھنا فرض ہے اور ان کا انکار کرنا کفر ہے، اس لیے ذیل میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق بنیادی عقائد ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ ہر مسلمان ان سے آگاہی حاصل کرکے اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مزید عظمت اور محبت بھی اجاگر ہو سکے :

- اللہ تعالیٰ خود بخود موجود ہے، وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں۔
- اللہ تعالیٰ واجِبُ الوُجود ہے، یعنی اس کا موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا نہ ہونا ناممکن ہے۔
- اللہ تعالیٰ ازل سے ہے، اس کی کوئی ابتدا نہیں، وہ ہمیشہ رہے گا، اس کی کوئی انتہا نہیں، اس کو فنا نہیں۔
- اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی ازل سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔
- اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آسکتی۔
- اللہ تعالیٰ کو کسی نے پیدا نہیں کیا اور نہ ہی اس سے کوئی پیدا ہوا ہے، بلکہ سبھی کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے، وہ بھائی بہن اور اس جیسے تمام رشتوں سے پاک ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر نقصان سے پاک ہے۔ ہر کمزوری اور عجز سے پاک ہے، کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کر سکتی۔ وہ نیند، اونگھ، تھکاوٹ، غلطی، بھول اور ظلم سے پاک ہے۔ وہ ہر قسم کی محتاجی سے پاک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی حقیقت جاننے سے مخلوق عاجز ہے، اللہ کو اس کے صفات کے ذریعے پہچانا جاسکتا ہے۔ اللہ ہمارے وہم اور تصوارت میں آنے سے پاک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی نرالی ہے کہ اس جیسی ذات اور کوئی نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں۔
- اللہ تعالیٰ زمانے سے پاک ہے، زمانہ تو اسی کا پیدا کردہ ہے، وہ زمانے کا محتاج نہیں۔
- اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے۔

- اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، مکان کو تو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، وہ مکان سے پہلے بھی موجود تھا، وہ مکان کا محتاج نہیں۔ عرش اس کا مکان نہیں، اللہ کو عرش کی ضرورت بھی نہیں، وہ عرش سے پہلے بھی موجود تھا۔ استواء علی العرش سے متعلق تفصیل مستقل عنوان کے تحت آئے گی ان شاءاللہ۔
- اللہ صَمَدَ ہے یعنی سب اسی کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا لیکن اس کو مخلوق کی ضرورت نہیں۔
- اللہ تعالیٰ ہی موت دیتا ہے، وہی زندگی بخشتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہی صحت دیتا ہے اور وہی بیمار کرتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق کی صفات سے جُدا اور بالاتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ ہر قسم کی مشابہت سے پاک ہے۔
- عبادت کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ اللہ نے مخلوق کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے، لیکن اس کو مخلوق کی عبادت کی ضرورت نہیں، بلکہ عبادت کا فائدہ مخلوق ہی کو ملتا ہے۔
- اگر ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی فرمان بردار ہو جائے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اضافہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح اگر ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی، بلکہ اس نافرمانی کا نقصان اور اطاعت کا فائدہ مخلوق ہی کو ملتا ہے۔
- عزت وذلت دینے والا اللہ ہی ہے، وہ جسے عزت دے اس کو کوئی ذلت نہیں دے سکتا، وہ جسے ذلت دے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔
- ہدایت دینے والی ذات اللہ ہی کی ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا اور دعاؤں کو سننے والا ہے۔
- اللہ تعالیٰ خوبیوں والا ہے، وہ کمال والا ہے، اس کی ہر صفت کمال کی ہے، اس کی اچھی اور پیاری پیاری صفات ہیں۔

- اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، وہ کسی کو کچھ عطا کرے تو اسی کا فضل و کرم ہے، اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔
- وہ ایمان و توحید سے سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے، اسی لیے وہ مؤمن سے ذاتی محبت اور دوستی رکھتا ہے، جبکہ کفر و شرک سے سب سے زیادہ ناراض ہوتا ہے، اس لیے وہ کافر اور مشرک سے ذاتی دشمنی اور نفرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا تعارف

توحیدِ باری تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں ایک ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، معبود صرف وہی ہے، عبادت صرف اسی کی کی جائے، دعائیں اور حاجتیں صرف اسی سے مانگی جائیں، سجدہ صرف اسی کو کیا جائے، مشکل کشا اور حاجت روا صرف اسی کو قرار دیا جائے، استعانت اور مدد اسی سے طلب کی جائے۔

رزاق اللہ ہی ہے:

اللہ تعالیٰ رزاق ہے کہ سبھی مخلوقات کو وہی رزق دینے والا ہے، لیکن رزاق کہلانے میں وہ مخلوق کا محتاج نہیں، وہ مخلوق کو رزق دینے سے پہلے بھی رزاق تھا۔

مؤثر حقیقی اللہ ہی ہے:

ہر چیز کی خاصیت اور تاثیر پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے، وہی مؤثر حقیقی ہے، وہ جب چاہتا ہے اس چیز سے اس کی تاثیر چھین لیتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ سے جلانے کی تاثیر چھین لی تھی۔

اصل حاکمیت اور حقیقی بادشاہت اللہ ہی کی ہے:

کائنات میں اصل حاکمیت، اصل اختیار اور حقیقی بادشاہت اللہ ہی کی ہے، اس لیے اسی کو حقیقی حاکم

تسلیم کرنا چاہیے، اور ریاسی دستور اور حکومتی قوانین میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی بالادستی اختیار کرنی چاہیے۔

حلال و حرام کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے:

کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اصل اختیار اللہ ہی کے پاس ہے، اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی، امام یا عالم کے پاس یہ اختیار نہیں۔

صفتِ تخلیق:

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، وہی ہر چیز کو وجود دینے والا ہے۔ لیکن خالق کہلانے میں وہ مخلوق کی پیدائش کا محتاج نہیں، وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی خالق تھا۔

صفتِ ارادہ:

1۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ارادے سے ہوتا ہے، وہ اپنے ارادے اور اختیار سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا، وہ کچھ کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا، اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے اور تمام کام نہایت ہی بھلائی اور حکمت پر مبنی ہیں اگرچہ ہماری محدود سوچ اس تک رسائی حاصل نہ کر سکے، اس کے کسی بھی فیصلے میں ذرہ برابر بھی ناانصافی نہیں ہے۔

صفتِ بصر:

اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور ایسا زبردست دیکھتا ہے کہ ذرہ ذرہ اس کے سامنے ہے، ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں، ساری مخلوقات کو بیک وقت اور بیک لمحہ دیکھتا ہے، لیکن دیکھنے کی ایسی زبردست قدرت کے باوجود بھی وہ آنکھوں سے پاک ہے، دیکھنے کے لیے اس کو آنکھوں کی ضرورت نہیں، وہ آنکھوں کا محتاج نہیں۔ اس کو صفتِ بصر کہتے ہیں۔

صفتِ سمع:

اللہ تعالیٰ سنتا ہے، اور سننے میں زبردست کمال رکھتا ہے کہ ساری مخلوقات کو بیک وقت سنتا ہے، ایک کو سننا اسے دوسرے سے غافل نہیں کر سکتا، سننے میں ایسا زبردست کمال رکھنے کے باوجود وہ کانوں سے پاک ہے، وہ سننے میں کانوں کا محتاج نہیں، یہ صفتِ سمع ہے۔

صفتِ کلام:

اللہ تعالیٰ متکلم ہے، وہ کلام کرتا ہے، وہ اپنے متکلم ہونے میں کسی سے تکلُّم کا محتاج نہیں، وہ ازل سے متکلم ہے، وہ کلام کرنے میں حروف وکلمات کا محتاج نہیں۔ قرآن کریم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حروف اور کلمات کے ساتھ آراستہ کرکے اسے نازل کیا تاکہ بندے پڑھ سکیں اور سن سکیں۔ اللہ تعالیٰ کلام کے لیے زبان کا محتاج نہیں اور نہ ہی اس کی مخلوق جیسی زبان ہے، وہ حقیقی متکلم ہونے کے باوجود بھی زبان سے پاک ہے۔

صفتِ قدرت:

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ذات ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ کسی چیز سے عاجز نہیں۔

فائدہ برائے اہلِ علم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اللہ کی یہ قدرت ممکنات ہی سے تعلق رکھتی ہے کہ اللہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے، کیوں کہ محال تو کہتے ہی اسے ہے جو واقع ہو ہی نہ سکتا ہو، جو وجود پا سکتا ہے وہ تو ممکن ہوا کرتا ہے۔

صفتِ علم:

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا کلی علم ہے، کائنات کی کوئی بات اور ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں، وہ دلوں کے بھید بھی

جانتا ہے، اس کو ہر چیز کا علم ازل ہی سے حاصل ہے۔

صفتِ معیّت:

اللہ تعالی کی ایک صفت ''صفتِ معیت'' بھی ہے۔ معیت کے معنی ہیں: ساتھ ہونا۔ معیتِ الٰہیہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالی اپنے علم، سمع، بصر اور احاطہ کے اعتبار سے اپنی مخلوق اور بندوں کے ساتھ ہے، اس کو معیتِ عامہ کہا جاتا ہے۔ دوسری ''معیتِ خاصّہ'' ہے جو خاص مؤمنین کے لیے ہے، اور اس معیت کے معنی بندوں کی نصرت، تائید اور حفاظت ہیں کہ وہ مؤمنین کی مدد اور حفاظت کرتا ہے اور ان سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کی معیت اور قرب مخلوق کی معیت اور قرب کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس کی ایک خاص صفت ہے جو دیگر صفات کی طرح مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔

- العقیدۃ الطحاویۃ میں ہے:

الْإِيمَانُ بِاللهِ تَعَالَى: نَقُولُ فِي تَوْحِيدِ اللهِ -مُعْتَقِدِينَ بِتَوْفِيقِ اللهِ- أَنَّ اللهَ وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَلَا شَيْءَ مِثْلُهُ. وَلَا شَيْءَ يُعْجِزُهُ. وَلَا إِلَهَ غَيْرُهُ. قَدِيمٌ بِلَا ابْتِدَاءٍ، دَائِمٌ بِلَا انْتِهَاءٍ. لَا يَفْنَى وَلَا يَبِيدُ. وَلَا يَكُونُ إِلَّا مَا يُرِيدُ. لَا تَبْلُغُهُ الْأَوْهَامُ، وَلَا تُدْرِكُهُ الْأَفْهَامُ. وَلَا يُشْبِهُ الْأَنَامَ. حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَيُّومٌ لَا يَنَامُ. خَالِقٌ بِلَا حَاجَةٍ، رَازِقٌ بِلَا مُؤْنَةٍ. مُمِيتٌ بِلَا مَخَافَةٍ. بَاعِثٌ بِلَا مَشَقَّةٍ. مَا زَالَ بِصِفَاتِهِ قَدِيمًا قَبْلَ خَلْقِهِ، لَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهِمْ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَتِهِ، وَكَمَا كَانَ بِصِفَاتِهِ أَزَلِيًّا كَذَلِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا أَبَدِيًّا. لَيْسَ بَعْدَ خَلْقِ الْخَلْقِ اسْتَفَادَ اسْمَ الْخَالِقِ، وَلَا بِإِحْدَاثِ الْبَرِيَّةِ اسْتَفَادَ اسْمَ الْبَارِي. لَهُ مَعْنَى الرُّبُوبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوبَ، وَمَعْنَى الْخَالِقِ وَلَا مَخْلُوقَ. وَكَمَا أَنَّهُ مُحْيِي الْمَوْتَى بَعْدَمَا أَحْيَا اسْتَحَقَّ هَذَا الِاسْمَ قَبْلَ إِحْيَائِهِمْ، كَذَلِكَ اسْتَحَقَّ اسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ إِنْشَائِهِمْ. ذَلِكَ بِأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَيْهِ فَقِيرٌ، وَكُلُّ أَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيرٌ، لَا يَحْتَاجُ إِلَى شَيْءٍ خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ. وَقَدَّرَ لَهُمْ أَقْدَارًا. وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالًا. وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ، وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُونَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ. وَأَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهِ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ. وَكُلُّ

شَيْءٍ يَجْرِي بِتَقْدِيرِهِ وَمَشِيئَتِهِ، وَمَشِيئَتُهُ تَنْفُذُ، لَا مَشِيئَةَ لِلْعِبَادِ إِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ، فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ. يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ، وَيَعْصِمُ وَيُعَافِي فَضْلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ، وَيَخْذُلُ وَيَبْتَلِي عَدْلًا. وَكُلُّهُمْ يَتَقَلَّبُونَ فِي مَشِيئَتِهِ بَيْنَ فَضْلِهِ وَعَدْلِهِ. وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْأَضْدَادِ وَالْأَنْدَادِ. لَا رَادَّ لِقَضَائِهِ، وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ، وَلَا غَالِبَ لِأَمْرِهِ. آمَنَّا بِذَلِكَ كُلِّهِ، وَأَيْقَنَّا أَنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِهِ.

اللہ تعالیٰ

کی صفاتِ متشابہات سے متعلق عقیدہ

فہرست:

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ متشابہات:

اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن وحدیث میں بعض ایسی صفات بھی ثابت ہیں جو بظاہر مخلوق کے لیے بھی ہیں جیسے ہاتھ کا ہونا، آنکھ کا ہونا، چہرہ کا ہونا، پنڈلی کا ہونا، سننا، بولنا، دیکھنا، اُترنا وغیرہ، ان کو صفاتِ **متشابہات** کہا جاتا ہے۔ قرآن وسنت میں مذکور چند صفاتِ **متشابہات** درج ذیل ہیں:

- سورۃ الفتح آیت نمبر 10:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۚ

ترجمہ:

”(اے پیغمبر!) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں در حقیقت وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کا ذکر ہے۔

- سورۃ القلم آیت نمبر 42:

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۚ

ترجمہ:

”جس دن ساق کھول دی جائے گی، اور ان کو سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو یہ سجدہ کر نہیں سکیں گے۔“(آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ساق یعنی پنڈلی کا ذکر ہے۔

- سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 27:

وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۚ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے چہرے کا ذکر ہے، اگرچہ اس کی ذات ہی مراد ہے۔

- سنن الترمذی:

٢١٤٠- عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: «يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ».

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیوں کا ذکر ہے۔

- صحیح بخاری:

٧٤٠٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: اللهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً.

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے لپکنے یعنی دوڑنے کا ذکر ہے۔

صفاتِ متشابہات سے متعلق اِفراط و تفریط پر مبنی نظریات:

اللہ تعالیٰ کی صفات **متشابہات** سے متعلق افراط و تفریط کا شکار ہو کر امت میں دو طبقات بنے: ایک طبقے نے تو ان صفات کا وہی معنی و مطلب مراد لیا جو کہ مخلوق کے لیے ہے، گویا کہ اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات مخلوق کی صفات ہی کی طرح ہیں، یہ طبقہ **مُشَبِّهَه** یا **مُجَسِّمَه** کہلایا۔ جبکہ دوسرے طبقے نے یہ سمجھا کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے اس لیے اس گروہ نے ان صفات ہی کا انکار کر دیا کہ یہ اللہ کے لیے ثابت ہو ہی نہیں ہو سکتیں، یہ طبقہ **مُعَطِّلَه** کہلایا۔ یہ دونوں طبقات گمراہی کا شکار ہوئے۔ ان کی گمراہی کی وجہ ظاہر ہے کہ قرآن و سنت میں جب ان صفات کا ذکر موجود ہے تو محض عقلی گھوڑے دوڑا کر ان کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟؟ اسی طرح قرآن و سنت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی بھی نہیں ہے، اس کی حقیقت پانے سے مخلوق عاجز ہے، اس سے مخلوق کے ساتھ

مشابہت کی نفی ہو جاتی ہے تو ان صفات **متشابہات** سے مخلوق کی مشابہت کیسے ثابت کی جاسکتی ہے؟؟ اس حوالے سے اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف اِفراط و تفریط کی ان دو انتہاؤں کے درمیان نہایت ہی معتدل ہے جو کہ حق مذہب ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

صفاتِ متشابہات اور اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف :

صفات **متشابہات** سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ :

1۔ ہم ایسی تمام صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت مانتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

2۔ ایسی صفات پر ایمان لانے کے بعد ہم ان کا معنی و مطلب اور کیفیت نہیں جانتے بلکہ اللہ ہی ان کی حقیقت جانتا ہے، اس لیے ان کا حقیقی مطلب اللہ ہی کے حوالے کرتے ہیں اور ان کا اپنی طرف سے کوئی معنی متعین نہیں کرتے۔

3۔ ان صفات سے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ اللہ نے ان الفاظ سے جو معنی مراد لیے ہیں وہ حق ہیں، ان پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔

4۔ اللہ جسم سے پاک ہے، جسم کے اعضا سے پاک ہے، جسم کے اوصاف جیسے کھانا پینا، چلنا، اترنا، چڑھنا، اٹھنا اور بیٹھنا وغیرہ، اللہ ان سب سے پاک ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق کی صفات سے جُدا اور بالاتر ہیں، اللہ مخلوق کے ساتھ ہر قسم کی مشابہت سے پاک ہے۔

اہل السنۃ کے اس مذہب کو مسلکِ تفویض کہتے ہیں، تفویض کے معنی ہیں: حوالہ کرنا، سپرد کرنا، چوں کہ اس مذہب میں ان صفاتِ **متشابہات** کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے معنی اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے حوالے کی جاتی ہے اس لیے اس کو مسلکِ تفویض کہا جاتا ہے، یہی مذہب اہل السنۃ کے متقدمین کا بھی ہے اور متأخرین کا بھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ یہی مذہب اہل السنۃ کی دونوں جماعتوں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا

ہے، البتہ جہاں تک موجودہ کئی سلفی حضرات کا مذہب ہے تو وہ اہل السنۃ سے مختلف ہے جو کہ درست نہیں۔

صفاتِ متشابہات اور اہل السنۃ والجماعۃ کے بعض متأخرین کا مسلک:

صفات متشابہات کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار ہونے والے طبقات کی گمراہیاں جب بڑھیں حتیٰ کہ عام مسلمان ان کی مغالطہ آرائیوں کا شکار ہونے لگے تو اہل السنۃ کے بعض متأخرین نے ان صفات میں تأویل کرتے ہوئے ان کے ایسے مجازی معانی بیان کیے جو عام انسانی فہم کے زیادہ قریب ہوں اور عرفِ عام پر مبنی ہوں، تاکہ عوام کو گمراہیوں سے بچایا جاسکے۔ جیسے:

- یدُ اللہ یعنی اللہ کے ہاتھ کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت، جیسا کہ ہم اپنے عرف میں بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے فلاں کا ہاتھ ہے، حالاں کہ مراد ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ اس کی مدد، تائید اور طاقت مراد ہوتی ہے۔
- استواء علی العرش کے معنی ہیں: اقتدار سنبھالنا، فیصلے کرنا، جیسے کہ ہم اپنے عرف میں کہتے ہیں کہ صدرِ مملکت نے صدارت کی کرسی سنبھال لی، یا صدرِ مملکت کرسی نہیں چھوڑ رہے، اب یہاں کرسی ہی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اقتدار مراد ہوتا ہے۔
- آسمانِ دنیا تک اللہ کے نزول فرمانے کے معنی ہیں: اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اس طرح ان صفات متشابہات میں تأویل کی گئی، البتہ یہ بات واضح رہے کہ اہل السنۃ کے متأخرین کے نزدیک یہ ان صفات کے حقیقی معانی نہیں ہیں کیوں کہ وہ تو ہمیں نہیں معلوم، بلکہ مجازی معانی ہیں جو کہ عوام کی سہولت کے لیے اپنائی گئی ہیں۔ لیکن محتاط اور افضل مسلک وہی ہے جو کہ ماقبل میں ذکر ہوا کہ ان صفات میں کسی قسم کی تاویل نہ کی جائے۔

صفات متشابہات سے متعلق چند آیات و عبارات

1۔صفاتِ متشابہات سے متعلق قرآنی تعلیم:

صفاتِ متشابہات سے متعلق اللہ تعالیٰ سورتِ آل عمران آیت نمبر 7 میں فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞

ترجمہ:

"(اے رسول!) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے، جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے) سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے، اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔" (آسان ترجمہ قرآن)

2۔اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں:

- سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 11:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۞

ترجمہ:

"وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے ہیں۔ اسی ذریعے سے وہ تمہاری نسل چلاتا ہے۔ کوئی چیز اس کے مثل

نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

یہی بات العقیدۃ الطحاویۃ میں بھی ہے:

الْإِيمَانُ بِاللهِ تَعَالَى: نَقُولُ فِي تَوْحِيدِ اللهِ -مُعْتَقِدِينَ بِتَوْفِيقِ اللهِ- أَنَّ اللهَ وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَلَا شَيْءَ مِثْلُهُ.

3۔استواء علی العرش سے متعلق تفسیر ابوالسعود کی عبارت:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ (الأعراف: ٥٤)

(ثُمَّ استوى عَلَى العرش) أي استوى أمرُه واستولى، وعن أصحابنا: أن الاستواء على العرش صفة لله تعالى بلا كيف، والمعنى: أنه تعالى استوى على العرش على الوجه الذي عناه منزهًا عن الاستقرار والتمكن. والعرشُ: الجسم المحيط بسائر الأجسام، سمي به؛ لارتفاعه أو للتشبيه بسرير الملِك فإن الأمورَ والتدابير تنزِل منه.

وضاحت: مذکورہ تفصیلات متعدد کتبِ عقائد اور کتبِ تفاسیر سے مأخوذ ہیں، جن میں معارف القرآن۔ صفاتِ **متشابھات** اور سلفی عقائد از حضرت مفتی عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ۔ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

توحید اور شرک

فہرست:

توحید کی اہمیت:

دینِ اسلام کی تعلیمات میں توحید کو سب سے بلند اور اہم مرتبہ حاصل ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا سب سے بنیادی اور اہم جُز یہی توحید رہا ہے۔ قرآن وسنت میں توحید کی سب سے زیادہ تاکید واہمیت بیان کی گئی ہے۔ توحید کو سمجھانے کے لیے قرآن کریم میں بہت سے عقلی اور نقلی دلائل دیے گئے ہیں، اس کے لیے مثالیں بیان کی گئی ہیں، اور شرک کے خطرناک انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ توحید پسند ہے، اسی توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک موَحّد مؤمن سے ذاتی محبت اور دوستی رکھتے ہیں، جبکہ ایک مشرک سے ذاتی نفرت اور دشمنی رکھتے ہیں۔

شرک میں مبتلا ہونے کی افسوس ناک صورتحال:

شیطان کی روزِ اول سے یہی کوشش رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو شعوری یا غیر شعوری طور پر شرک میں مبتلا کیا جاسکے، جس کے لیے شیطان نے لوگوں میں شرک کے ایسے ایسے طریقوں کو عام کیا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ لاشعوری طور پر شرک کی خطرناک وادی میں جاپڑے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک کی بعض قسمیں تو اس قدر واضح ہیں کہ کوئی بھی مسلمان ان کو اپنانے کی جرأت نہیں کر سکتا، لیکن شرک کی متعدد قسمیں ایسی بھی ہیں کہ بہت سے عام مسلمان ان کو شرک سمجھتے ہی نہیں جس کے نتیجے میں وہ شرک کی ان خفیہ اقسام میں مبتلا ہو کر توحید جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔ آجکل غور کیا جائے تو بت پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی اور نجانے شرک کی کیسی کیسی شکلیں امتِ مسلمہ میں در آئی ہیں کہ توحید کا خالص عقیدہ ان کی وجہ سے کیسے متاثر ہو کر رہ گیا ہے !

شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ:

اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان شرک کی مکمل حقیقت سے واقفیت حاصل نہیں کرتا جس کا انجام بدیہی

یہ ہونالازمی تھا کہ آج بہت سے مسلمان لاعلمی، جہالت یاضد کی وجہ سے شرک کی کسی نہ کسی قسم میں مبتلا نظر آتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کے عقیدے پر ہیں، حالانکہ وہ توحید سے محروم ہو چکے ہوتے ہیں۔

توحید پر قائم رہنے کا طریقہ:

توحید پر قائم رہنے اور شرک سے بالکلیہ اجتناب کا طریقہ یہ ہے کہ:

- توحید کی حقیقت اور تفصیلات سے آگاہی حاصل کی جائے۔
- شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام سے واقفیت حاصل کی جائے۔
- اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے معاملے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا جائے کہ کہیں ہم غیر شعوری طور پر تو شرک میں مبتلا نہیں ہو رہے! اور اس کے لیے مستند اہلِ علم سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

خلاصہ یہ کہ ہر شخص توحید کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے شرک کی تمام اقسام سے بالکلیہ اجتناب کرے اور ہر اُس چور دروازے سے بچے جس کے نتیجے میں وہ شرک کی کسی قسم میں مبتلا ہو جائے۔ ذیل میں توحید و شرک کی حقیقت اور شرک کی اقسام سے متعلق تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ ہر مسلمان کو اس سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

توحیدِ باری تعالیٰ:

توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات میں ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، معبود صرف اسی کو مانا جائے، عبادت صرف اسی کی کی جائے، دعائیں اور حاجتیں صرف اسی سے مانگی جائیں، سجدہ صرف اسی کو کیا جائے، مشکل کشا اور حاجت روا صرف اسی کو قرار دیا جائے، استعانت اور مدد اسی سے طلب کی جائے۔

شرک کی حقیقت:

اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانے کو شرک کہا جاتا ہے۔ شرک کا گناہ دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے، جو کہ اللہ کے شدید غضب کا ذریعہ بنتا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص شرک کی حالت میں دنیا سے چلا جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ معاذ اللہ

شرک کی اقسام:

شرک کی متعدد اقسام ہیں، ہر قسم کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ ذیل میں ان کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

1۔ شرک فی الذات:

شرک فی الذات کے معنی ہیں: اللہ کی ذات اور اس کی خدائی میں کسی کو شریک کرنا، جیسے: عیسائی تین خدا مانتے ہیں، آتش پرست دو خدا مانتے ہیں، ہندو اور بتوں کو پوجنے والے بہت سارے خداؤں کو مانتے ہیں؛ یہ سب شرک فی الذات ہے۔

2۔ شرک فی الصفات:

شرک فی الصفات کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی ذات میں تو کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے بلکہ اللہ کی مخصوص صفات جو صرف اسی کے لیے ثابت ہیں ان میں دوسروں کو شریک کیا جائے۔ اس شرک کی چند اقسام ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

- **شرک فی العبادت:**

شرک فی العبادت کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بڑائی بجالاتا ہے اور اپنی نہایت ہی عاجزی اور عجز کا

اظہار کرتا ہے، جیسے نماز پڑھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، اس کے گھر کا طواف کرنا، روزہ رکھنا وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ ہر قسم کی عبادت کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے، اس لیے کسی مخلوق کے لیے عبادت کی کوئی بھی صورت اختیار کرنا عبادت میں شرک کے زمرے میں آتا ہے، جیسے: غیر اللہ کو سجدہ یا رکوع کرنا، کسی قبر کو سجدہ کرنا، کسی نبی، ولی، یا پیر و امام کے نام کا روزہ رکھنا، غیر اللہ کے نام کی قربانی کرنا، کسی غیر اللہ کے نام کی منت ماننا، کسی کے گھر یا قبر کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا، کسی سے اللہ کی طرح حاجتیں مانگنا، غیر اللہ کو اللہ کی طرح پکارنا وغیرہ؛ یہ سب شرک فی العبادت ہے۔ واضح رہے کہ عبادت کی نیت سے کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنا تو شرک ہے جبکہ سجدہ تعظیمی شرک تو نہیں لیکن حرام اور گناہ کبیرہ ضرور ہے۔

- **شرک فی الحکم:**

حاکم یعنی حکم دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ حلال و حرام کا اختیار بھی اللہ ہی کے پاس ہے، اس لیے کسی چیز کا حلال ہونا یا حرام ہونا، اللہ تعالیٰ کے حلال یا حرام کرنے کی وجہ سے ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں کسی کو شریک کرے تو وہ شرک فی الحکم کا مرتکب ہے، مثلاً: کسی پیر یا ولی کو حلال و حرام کا اختیار دینا اور اس کی منع کردہ چیز کو حرام سمجھنا، جن کاموں کا پیر نے از خود سے حکم کیا اس کو اللہ کے فرض کی طرح فرض اور ضروری سمجھ لینا، یا غیر اللہ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا وغیرہ؛ یہ سب شرک فی الحکم ہے۔

- **شرک فی العلم:**

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ علمِ غیب اس علم کو کہتے ہیں جو کلی اور ذاتی ہو۔ جو علم جزئی اور عطائی ہو وہ علمِ غیب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں کسی کو شریک کرے وہ شرک فی العلم کا مرتکب ہے، مثلاً: یہ سمجھے کہ فلاں نبی یا فلاں ولی علمِ غیب جانتے ہیں یعنی انہیں کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے، یا وہ اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد ہمارے تمام حالات سے باخبر ہیں، یا انہیں دور اور نزدیک کی تمام چیزوں کی خبر ہے؛ یہ سب شرک فی العلم ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی طرح علم کسی کے لیے ثابت کرنا شرک فی

العلم ہے۔ جہاں تک کشف و کرامت کا تعلق ہے تو اس سے متعلق تفصیل ان شاء اللہ مستقل عنوان کے تحت ذکر ہو گی۔

- **شرک فی القدرت:**

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ قدرت بھی ثابت ہے کہ وہ ذات قادر مطلق ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک فی القدرت کہلاتا ہے، مثلاً: یہ عقیدہ رکھنا کہ پیر بھی بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں، بعض لوگ اسی وجہ سے بیٹے کا نام پیر دتہ رکھ دیتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی نبی یا ولی بارش برسا سکتے ہیں، یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں، یا مقدمہ میں کامیاب کرا سکتے ہیں، یا روزی دے سکتے ہیں، یا روزی میں فراخی پیدا کر سکتے ہیں، یا زندگی موت ان کے قبضہ میں ہے، یا کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، یا کسی کو بیماری اور صحت دے سکتے ہیں؛ یہ سب شرک فی القدرت ہے۔

- **شرک فی السمع والبصر:**

سمع کے معنی ہیں: سننا، اور بصر کے معنی ہیں: دیکھنا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص قسم کا سننا اور خاص قسم کا دیکھنا ثابت ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسا سننا اور ایسا دیکھنا مخلوق میں سے کسی کے لیے ثابت نہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح فلاں نبی یا ولی بھی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں، ہمیں اور ہمارے تمام کاموں کو دور سے دیکھ لیتے ہیں؛ یہ شرک فی السمع والبصر ہے۔

- **شرک فی الصفات کی ایک اور صورت:**

ہر جگہ حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ کے سوا کسی نبی یا ولی کے لیے یہ صفت ماننا بھی شرک فی الصفات ہے۔

توحید اور شرک میں افراط و تفریط سے بچیے!

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ توحید و شرک کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے افراط و تفریط بھی پائی جاتی ہے کہ بعض لوگ تو توحید سے اس قدر ناواقف ہوتے ہیں کہ وہ شرک کی بعض اقسام کو بھی توحید کے خلاف نہیں سمجھتے، جبکہ بعض لوگ توحید میں اس قدر غلو کر جاتے ہیں کہ وہ ایسی بہت سی باتوں کو بھی شرک قرار دے دیتے ہیں جو در حقیقت شرک نہیں ہوا کرتیں، یہ دونوں روش بے اعتدالی پر مبنی ہیں جن کا انجام بھی بہت ہی برا ہے۔ اس لیے توحید و شرک کی صحیح حقیقت سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے تاکہ ان بے اعتدالیوں سے دور رہا جاسکے۔

وضاحت:

ما قبل میں توحید و شرک کا ایک اجمالی خاکہ ذکر کیا گیا ہے تاکہ ان کی کسی درجے میں حقیقت واضح ہو سکے اور ایک بنیادی تصور سے آگاہی ہو سکے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی بارے میں مستند اہلِ علم سے راہنمائی حاصل کی جائے اور تفصیل سے عقیدہ توحید سمجھا جائے۔

مسئلہ اِستعانت اور توسُّل کی حقیقت

اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرنے اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کی تفصیل

فہرست:

مسئلہ استعانت :

عقیدہ توحید کا ایک اہم جُز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جائے، اسی کو حاجت روا تسلیم کیا جائے، دعائیں اسی سے مانگی جائیں اور مرادیں اسی کے در پہ پیش کی جائیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد طلب نہ کی جائے اور نہ ہی حاجتوں میں اس کو پکارا جائے۔ اس کو مسئلہ استعانت کہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورتِ فاتحہ آیت نمبر 5 میں فرماتے ہیں کہ :

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞

ترجمہ : "(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔"

اس آیت میں بندے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اس آیت سے دو بنیادی باتیں معلوم ہوئیں :

- عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جائے گی۔
- استعانت اور مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے گی۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اللہ کے سوا کسی اور سے مدد، دعا، حاجت اور مراد مانگنا ناجائز بلکہ شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

مسئلہ استعانت کا حقیقی مفہوم :

بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ بہت سے کاموں میں تو ہم بندوں سے بھی مدد اور تعاون مانگ لیتے ہیں تو کیا وہ بھی شرک ہے؟ تو واضح رہے کہ کسی مخلوق سے مدد مانگنے کی دو قسمیں ہیں :

1۔ ایک قسم یہ ہے کہ ما تحت الاَسباب یعنی مادّی اسباب کے تحت کسی بندے سے مدد طلب کرنا، یعنی ایسے امور میں مدد طلب کرنا جو مخلوق کے بس میں ہوں، جیسے : کسی انسان سے کہا جائے کہ میرے ساتھ یہ سامان گھر تک پہنچا دیجیے، یا مجھے پانی پلا دیجیے، یا مجھے کھانا کھلا دیجیے۔ ایسے کام چوں کہ مخلوق کے بس میں ہوتے ہیں اس لیے

ایسے کاموں میں کسی مخلوق سے مدد طلب کرنا جائز ہے، یہ آیت میں مذکور مسئلہ استعانت کے خلاف نہیں، اور نہ ہی یہ شرک ہے۔

2۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مافوق الاَسباب یعنی مادّی اسباب سے ہٹ کر کسی مخلوق سے مدد طلب کرنا یعنی ایسے کاموں میں مدد طلب کرنا جو انسان کے بس میں نہیں اور نہ ہی وہ کسی مادی اسباب کے تحت آتے ہیں، جیسے: کسی پیر سے اولاد مانگنا، یا شفا مانگنا وغیرہ، کہ یہ کام مخلوق کے بس میں نہیں، یہ در حقیقت شرک ہے جو کہ مسئلہ استعانت کے خلاف ہے۔

استعانت کے حقیقی مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے ذیل میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن سے مذکورہ آیت کی تفسیر ذکر کی جاتی ہے جس سے ان شاء اللہ بہت سی باتیں واضح ہو سکیں گی۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

استعانت کے معنی کی تشریح اور مسئلہ توسُّل کی تحقیق:

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے معنی مفسّرُ القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتے۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

بعض سلف صالحین نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ پورے قرآن کا راز (خلاصہ) ہے، اور آیتِ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" پوری سورتِ فاتحہ کا راز (خلاصہ) ہے کیونکہ اس کے پہلے جملے میں شرک سے بری ہونے کا اعلان ہے، اور دوسرے جملے میں اپنی قوت وقدرت سے بری ہونے کا اظہار ہے کہ بندہ عاجز بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتا، جس کا نتیجہ اپنے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے جس کی ہدایت قرآن کریم میں جابجا آئی ہے: فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ہود:123)، قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (سورۃ ملک:29)، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (مزمل:9)۔

ان تمام آیات کا حاصل یہی ہے کہ مؤمن اپنے ہر عمل میں اعتماد اور بھروسہ نہ اپنی قابلیت پر کرے، نہ کسی دوسرے کی مدد پر، بلکہ کلّی اعتماد صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہیے، وہی کارسازِ مطلق ہے۔

اس سے دو مسئلے اصولِ عقائد کے ثابت ہوئے:

اول یہ کہ: اللہ کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں، اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا حرام اور ناقابلِ معافی جُرم ہے۔ عبادت کے معنی اوپر معلوم ہو چکے ہیں کہ کسی ذات کی انتہائی عظمت و محبت کی بنا پر اس کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی اور تذلّل کا اظہار ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے تو یہی شرک کہلاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شرک صرف اسی کو نہیں کہتے کہ بت پرستوں کی طرح کسی پتھر کی مورتی وغیرہ کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھے بلکہ کسی کی عظمت، محبت، اطاعت کو وہ درجہ دینا جو اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے یہ بھی شرک جلی میں داخل ہے، قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کے شرک کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ: 31) (یعنی ان لوگوں نے اپنے دینی عالموں کو اپنا رب بنالیا ہے۔) حضرت عدی بن حاتم جو مسلمان ہونے سے پہلے نصرانی تھے، انہوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: ہم تو اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے، پھر قرآن میں ان کو معبود بنانے کا الزام ہم پر کیسے لگایا گیا؟ آپ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے علماء بہت سی ایسی چیزوں کو حرام قرار دیدیتے ہیں جن کو اللہ نے حلال کیا ہے اور تم اپنے علماء کے کہنے پر ان کو حرام ہی سمجھتے ہو؟ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تمہارے علماء ان کو حلال کر دیتے ہیں تو تم ان کے کہنے کا اتباع کر کے حلال کر لیتے ہو؟ عدی بن حاتم نے عرض کیا کہ بیشک ایسا تو ہے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہی تو ان کی عبادت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف حق تعالیٰ کا ہے جو شخص اس میں کسی دوسرے کو شریک قرار دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام حرام و حلال معلوم ہونے کے باوجود ان کے خلاف کسی دوسرے کے قول کو واجبُ الاتّباع سمجھے وہ گویا اس کی عبادت کرتا ہے اور شرک میں مبتلا ہے۔ عام

مسلمان جو قرآن وسنت کو براہ راست سمجھنے کی اور ان سے احکام شرعیہ نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے کسی امام مجتہد، یا عالم ومفتی کے قول پر اعتماد کر کے عمل کرتے ہیں اس کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ درحقیقت قرآن وسنت ہی پر عمل ہے اور احکام خداوندی ہی کی اطاعت ہے اور خود قرآن کریم نے اس کی ہدایت فرمائی ہے: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: 43) یعنی اگر تم خود احکامِ الٰہیہ کو نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو، اور جس طرح احکامِ حلال وحرام میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو شریک کرنا شرک ہے اسی طرح کسی کے نام کی نذر (منت) ماننا بھی شرک میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اس سے دعا مانگنا بھی شرک ہے کیونکہ حدیث میں دعا کو عبادت فرمایا گیا ہے، اسی طرح ایسے اعمال وافعال جو علاماتِ شرک سمجھے جاتے ہیں ان کا ارتکاب بھی بحکمِ شرک ہے جیسے حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا کہ (مسلمان ہونے کے بعد) میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے گلے میں صلیب پڑی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بت کو اپنے گلے سے نکال دو۔ اگرچہ اس وقت عدی بن حاتم کا عقیدہ صلیب کے متعلق وہ نہ تھا جو نصرانیوں کا ہوتا ہے مگر ظاہری طور پر بھی علامتِ شرک سے اجتناب کو ضروری سمجھ کر یہ ہدایت کی گئی۔

افسوس کے آجکل ہزاروں مسلمان ریڈ کراس کا صلیبی نشان لگائے ہوئے پھرتے ہیں اور کوئی پروا نہیں کرتے کہ بلاوجہ ایک مشرکانہ جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں، اسی طرح کسی کو رکوع، سجدہ کرنا، یا بیت اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کے گرد طواف کرنا؛ یہ سب علاماتِ شرک ہیں جن سے اجتناب "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" کے اقرار یا حلفِ وفاداری کا جُز ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ استعانت اور استغاثہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا ہے، کسی دوسرے سے جائز نہیں۔

مسئلہ استعانت وتوسل کی تحقیق اوراحکام کی تفصیل:

یہ دوسرا مسئلہ کسی سے مدد مانگنے کا ذرا تشریح طلب ہے کیونکہ ایک مدد تو مادّی اسباب کے ماتحت ہر انسان دوسرے انسان سے لیتا ہے، اس کے بغیر اس دنیا کا نظام چل ہی نہیں سکتا، صنعت کار اپنی صنعت کے ذریعہ ساری مخلوق کی خدمت کرتا ہے، مزدور، معمار، بڑھئی، لوہار سب مخلوق کی مدد میں لگے ہوئے ہیں اور ہر شخص ان سے مدد مانگنے پر مجبور ہے، ظاہر ہے کہ یہ کسی دین اور شریعت میں ممنوع نہیں، وہ اس استعانت میں داخل نہیں جو اللہ تعالٰی کے ساتھ مخصوص ہے۔اسی طرح غیر مادّی اسباب کے ذریعہ کسی نبی یا ولی سے دعا کرنے کی مدد مانگنا یا ان کا وسیلہ دے کر براہِ راست اللہ تعالٰی سے دعا مانگنا روایاتِ حدیث اور اشاراتِ قرآن سے اس کا بھی جواز ثابت ہے، وہ بھی اس استعانت میں داخل نہیں جو صرف اللہ تعالٰی کے لیے مخصوص اور غیر اللہ کے لیے حرام وشرک ہے۔

اب وہ مخصوص استعانت وامداد جو اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہے اور غیر اللہ کے لیے شرک ہے کونسی ہے؟ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو خدا تعالٰی کی طرح قادر مطلق اور مختار مطلق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے، یہ تو ایسا کھلا ہوا کفر ہے کہ عام مشرکین بت پرست بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں، اپنے بتوں، دیوتاؤں کو بالکل خدا تعالٰی کی مثل قادرِ مطلق اور مختارِ مطلق یہ کفار بھی نہیں مانتے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کو کفار اختیار کرتے ہیں اور قرآن کریم اور اسلام اس کو باطل وشرک قرار دیتا ہے، "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" میں یہی مراد ہے کہ ایسی استعانت وامداد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی کسی مخلوق فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی دیوتا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اگرچہ قادر مطلق اللہ تعالٰی ہی ہے اور کامل اختیارات اسی کے ہیں لیکن اس نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ فلاں شخص کو سونپ دیا ہے اور اس دائرے میں وہ خود مختار ہے یہی وہ استعانت واستمداد ہے جو مؤمن وکافر میں فرق اور اسلام وکفر میں امتیاز کرتی ہے، قرآن اس کو شرک وحرام قرار دیتا ہے، بت پرست مشرکین اس کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

اس معاملے میں دھوکہ یہاں سے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے فرشتوں کے ہاتھوں دنیوی نظام کے بہت سے کام جاری کرتے ہیں، دیکھنے والا اس مغالطے میں پڑ سکتا ہے کہ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار سپرد کر دیا ہے، یا انبیاء علیہم السلام کے ذریعے بہت سے ایسے کام وجود میں آتے ہیں جو عام انسانوں کی قدرت سے خارج ہیں جن کو معجزات کہا جاتا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے ذریعے بھی ایسے ہی بہت سے کام وجود میں آتے ہیں جن کو کرامات کہا جاتا ہے، یہاں سرسری نظر والوں کو یہ مغالطہ لگ جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کاموں کی قدرت واختیار ان کو سپرد نہ کرتا تو ان کے ہاتھ سے یہ کیسے وجود میں آتے؟ اس سے وہ ان انبیاء واولیاء کے ایک درجے میں مختار کار ہونے کا عقیدہ بنا لیتے ہیں، حالانکہ حقیقت یوں نہیں بلکہ معجزات اور کرامات براہِ راست حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، صرف اس کا ظہور پیغمبر یا ولی کے ہاتھوں پر ان کی عظمت ثابت کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، پیغمبر اور ولی کو اس کے وجود میں لانے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، قرآن مجید کی بیشمار آیات اس پر شاہد ہیں مثلاً: آیت: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:17) میں رسول اللہ ﷺ کے اس معجزے کا ذکر ہے جس میں آپ نے دشمن کے لشکر کی طرف ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ سارے لشکر کی آنکھوں میں جا لگیں، اس کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی، جس سے معلوم ہوا کہ معجزہ جو نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے صادر ہوتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں وہ بلا لیجیے تو انہوں نے فرمایا: اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاءَ (ہود:33) یعنی معجزہ کے طور پر آسمانی عذاب نازل کرنا میرے قبضے میں نہیں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو یہ عذاب آجائے گا پھر تم اس سے بھاگ نہ سکو گے۔

سورۃِ ابراہیم میں انبیاء ورسل کی ایک جماعت کا یہ قول ذکر فرمایا ہے: وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (ابراہیم: 11)، یعنی کسی معجزہ کا صادر کرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن ومشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے کوئی پیغمبر یا کوئی ولی جب چاہے جو چاہے معجزہ یا کرامت دکھادے

یہ قطعاً کسی کے بس میں نہیں، رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء سے بہت سے معیّن معجزات کا مطالبہ مشرکین نے کیا مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا ظاہر کر دیا، جس کو نہ چاہا نہیں ہوا، پورا قرآن اس کی شہادتوں سے بھرا ہوا ہے۔ایک محسوس مثال سے اس کو یوں سمجھ لیجیے کہ آپ جس کمرے میں بیٹھے ہیں اس میں بجلی کی روشنی بلب سے اور ہوا برقی پنکھے سے آپ کو پہنچ رہی ہے، مگر یہ بلب اور پنکھا اس روشنی اور ہوا پہنچانے میں قطعاً خود مختار نہیں بلکہ ہر آن اس جوڑ (کنکش) کے محتاج ہیں جو تار کے ذریعے پاور ہاؤس کے ساتھ ان کو حاصل ہے، ایک سیکنڈ کے لیے یہ جوڑ ٹوٹ جائے تو نہ بلب آپ کو روشنی دے سکتا ہے، نہ پنکھا ہوا دے سکتا ہے کیونکہ در حقیقت وہ عمل بلب اور پنکھے کا ہے ہی نہیں بلکہ بجلی کی رو کا ہے جو پاور ہاوس سے یہاں پہنچ رہی ہے، انبیاء و اولیاء اور سب فرشتے ہر عمل میں ہر کام میں ہر آن حق تعالیٰ کے محتاج ہیں، اسی کی قدرت و مشیت سے سب کام وجود میں آتے ہیں اگرچہ ظہور اس کا بلب اور پنکھے کی طرح انبیاء و اولیاء کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔

اس مثال سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان چیزوں کے صدور اور وجود میں اگرچہ اختیار انبیاء و اولیاء کا نہیں مگر ان کا وجود باوجود ان سے بالکل بے دخل بھی نہیں، جیسے بلب اور پنکھے کے بغیر آپ کو روشنی اور ہوا نہیں پہنچ سکتی، یہ معجزات و کرامات بھی انبیاء و اولیاء کے بغیر نہیں ملتے، اگرچہ یہ فرق ضرور ہے کہ پوری فٹنگ اور کنکشن کے درست ہونے کے باوجود آپ کو بغیر بلب کے روشنی اور بغیر پنکھے کے ہوا کا ملنا عادتاً ناممکن ہے، اور معجزات و کرامات میں حق تعالیٰ کو سب کچھ قدرت ہے بغیر واسطہ کسی پیغمبر و ولی کے بھی اس کا ظہور فرما دیں، مگر عادۃ اللہ یہی ہے کہ ان کا صدور بغیر واسطہ اولیاء و انبیاء کے نہیں ہوتا کیونکہ ایسے خوارقِ عادات کے اظہار سے جو مقصد ہے وہ اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

اس لیے معلوم ہوا کہ عقیدہ تو یہی رکھنا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہو رہا ہے، اس کے ساتھ انبیاء و اولیاء کی عظمت و ضرورت کا بھی اعتراف ضروری ہے، اس کے بغیر رضائے الٰہی اور طاعتِ احکامِ خداوندی سے محروم رہے گا، جس طرح کوئی شخص بلب اور پنکھے کی قدر نہ پہچانے اور ان کو ضائع کر دے تو روشنی اور ہوا سے محروم رہتا ہے۔

وسیلہ، استعانت اور استمداد کے مسئلے میں بکثرت لوگوں کو اشکال رہتا ہے، امید ہے کہ اس تشریح سے اصل حقیقت واضح ہو جائے گی اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا نہ مطلقًا جائز ہے اور نہ مطلقًا ناجائز، بلکہ اس میں وہ تفصیل ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے کہ کسی کو مختار مطلق سمجھ کر وسیلہ بنایا جائے تو شرک و حرام ہے اور محض واسطہ اور ذریعہ سمجھ کر کیا جائے تو جائز ہے، اس میں عام طور پر لوگوں میں افراط و تفریط کا عمل نظر آتا ہے۔(معارف القرآن)

وسیلہ کی حقیقت اور اس کی اقسام:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کی دو صورتیں ہیں:

- نیک اعمال کا وسیلہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کسی نیک عمل کو وسیلہ بنانا۔
- مقدس ہستی کا وسیلہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے کسی نبی، ولی یا نیک بندے کو وسیلہ بنانا۔

اس دوسری قسم سے متعلق اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ بعض صورتوں میں یہ بھی حرام اور شرک کے زمرے تک پہنچ جاتی ہے جیسے یوں کہنا کہ ہم پیر اور بزرگ سے حاجت اور دعا مانگیں گے، پھر وہ اللہ کے مانگیں گے، تو یہ بھی وسیلہ کی ایک قسم ہے جو کہ شرک ہے۔ ذیل میں وسیلہ کی جائز قسم سے متعلق تفصیل ذکر کرنی مقصود ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگی جاتی ہے نہ کہ کسی بزرگ ہستی سے، ملاحظہ فرمائیں:

دعا میں کسی بزرگ ہستی کو وسیلہ بنانے کا حکم:

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں کسی نبی یا ولی کا وسیلہ پیش کرنا بالکل جائز ہے، کہ یوں دعا کی جائے کہ: اے اللہ! حضور اقدس ﷺ کے وسیلے سے ہماری دعا قبول فرما، یا: امام ابو حنیفہ کے طفیل میری حاجت پوری فرما، یا: حکیم الامت تھانوی کے صدقے میرے گناہ معاف فرما۔ ایسا کرنا جائز بلکہ دعا کی قبولیت کے لیے اہمیت بھی رکھتا ہے، یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔

1۔ چنانچہ ہمارے اکابر دیو بند کی متفقہ کتاب المہند علی المفند میں ہے کہ:

"ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک انبیاء، صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسُّل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی جائز ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی۔"

2۔ اسی طرح حضرت اقدس مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں میری کتاب "اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم" حصہ اول میں ملاحظہ فرمالیں۔ بزرگوں کو مخاطب کر کے ان سے مانگنا تو شرک ہے، مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ: یااللہ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کر دیجیے، یہ شرک نہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ توسل کیا کرتے تھے تو آپ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرماتے تھے، اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعہ توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔

اس حدیث سے توسل بالنبی ﷺ اور توسل باولیاء اللہ دونوں ثابت ہوئے، جس شخصیت سے توسل کیا جائے اسے بطورِ شفیع پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

3۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"بیشک اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ دعا مانگنا بھی جائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس طرح توسُّل کرے کہ: یا اللہ! آپ کا فلاں بندہ آپ کا مقبول بندہ ہے، مجھے اس سے محبت ہے اور اس محبت کی بنا پر میں اس کا وسیلہ پیش کر کے آپ سے فلاں چیز مانگتا ہوں، تو اس میں بھی کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، بلکہ اس کے جواز پر قرآن و سنت سے دلائل موجود ہیں۔ واللہ اعلم" (فتاویٰ عثمانی)

البتہ یہ بات تو بالکل ہی واضح ہے کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس جا کر ان سے دعائیں مانگنا، ان سے

حاجتیں مانگنا تو حرام اور کھلی گمراہی بلکہ شرک ہے، وسیلے کی یہ قسم تو شرک ہے، لیکن جس وسیلے کا اوپر ذکر ہوا اس میں اللہ ہی سے حاجتیں مانگیں جاتی ہیں البتہ صرف انبیاء اور اولیاء کا واسطہ دیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو۔

احادیثِ مبارکہ سے وسیلے کی جائز قسم کا ثبوت:

وسیلے کی یہ جائز قسم صحیح احادیث سے ثابت ہے، صرف چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگا کہ: اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی ٹھیک کردے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ’’اگر تم چاہو تو اسی پر صبر کرلو، اس میں تمہارے لیے خیر ہے، یا چاہو تو آپ کے لیے دعا کرلیتا ہوں۔‘‘ تو ان صحابی نے کہا کہ: اللہ کے رسول! میرے لیے دعا فرمادیجیے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: ’’اچھی طرح وضو کرکے دو رکعات نماز پڑھ کر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے رحمت والے نبی محمد (ﷺ) کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں اپنی اس حاجت میں۔ اے اللہ! تاکہ تو میری یہ حاجت پوری فرمادے، اے اللہ! تو میری یہ سفارش قبول فرما۔‘‘ چنانچہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا عطا فرمائی اور اُن کی بینائی لوٹ آئی۔

- صحیح ابن خزیمہ:

١٢١٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو مُوسَى قَالَا: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ: أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي، قَالَ: «إِنَّ شِئْتَ أَخَّرْتُ ذَلِكَ، وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ»، قَالَ أَبُو مُوسَى: قَالَ: فَادْعُهُ، وَقَالَا: فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، قَالَ بُنْدَارٌ: فَيُحْسِنُ، وَقَالَا: وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى

رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتَقْضِي لِي، اللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ»، زَادَ أَبُو مُوسَى: وَشَفِّعْنِي فِيهِ، قَالَ: ثُمَّ كَأَنَّهُ شَكَّ بَعْدُ فِي: وَشَفِّعْنِي فِيهِ.

- **مسند احمد:**

١٧٢٤١- حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدِينِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي، فَقَالَ: «إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ ذَلِكَ، فَهُوَ أَفْضَلُ لِآخِرَتِكَ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ لَكَ»، قَالَ: لَا، بَلِ ادْعُ اللهَ لِي. فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، وَأَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ يَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتَقْضِي، وَتُشَفِّعُنِي فِيهِ، وَتُشَفِّعُهُ فِيَّ. قَالَ: فَكَانَ يَقُولُ هَذَا مِرَارًا. ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: أَحْسِبُ أَنَّ فِيهَا: أَنْ تُشَفِّعَنِي فِيهِ. قَالَ: فَفَعَلَ الرَّجُلُ، فَبَرَأَ.

ان کے علاوہ مذکورہ حدیث سنن الترمذی، سنن النسائی الکبریٰ، الدعوات الکبیر للبیہقی، مسند عبد بن حمید، مستدرک حاکم، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، الاذکار للنووی، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم اور دلائل النبوۃ للبیہقی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث کی تحقیق کے لیے بندہ کے سلسلہ اصلاحِ اغلاط کا سلسلہ نمبر 525: ’’نابینا صحابی کا دعا میں حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

2۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا.

ترجمہ: اے اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ توسُّل کیا کرتے تھے تو آپ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرماتے تھے، اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعہ توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔

١٠١٠- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا

نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا. قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.

وسیلے سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ:

وسیلہ کی مذکورہ جائز قسم سے متعلق بعض لوگ طرح طرح کے شبہات پیش کرتے ہیں، ذیل میں ان شبہات کے ازالے کے لیے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ وسیلہ جب صحیح دلائل سے ثابت ہے اور یہ اہل السنۃ کا موقف ہے تو اس کو تسلیم کرلینا چاہیے، اس میں عقلی گھوڑے دوڑا کر شبہ نہیں کرنا چاہیے، یہی احادیث پر عمل کرنے کا تقاضا ہے۔

2۔ دعا میں وسیلہ پیش کرنا کوئی ضروری نہیں کہ اس کے بغیر دعا قبول نہ ہوتی ہو، یہ تو اختیاری معاملہ ہے، اگر کوئی اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش نہ بھی کرے تب بھی کوئی حرج نہیں البتہ اپنا نظریہ درست رکھے کہ وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔

3۔ وسیلے کا مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ بندہ کو اپنا آپ اور اپنے نیک اعمال اس قابل نظر نہیں آتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاسکیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ کی جاسکے، تو ایسے میں اللہ کی رحمت متوجہ کرنے کے لیے مقدس شخصیات کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے کیوں کہ ان مقدس ہستیوں سے اللہ خصوصی محبت فرماتے ہیں، تو ان کی برکت سے بندے کی حاجتیں پوری ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ گویا وسیلہ پیش کرنے والا اپنی عاجزی اور تواضع کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو کچھ نہیں سمجھتا، بلکہ حقیر سمجھتا ہے، اور یہی بندگی کی معراج ہے، یہی عبدیت کا تقاضا ہے۔ اس پہلو کو دیکھتے ہوئے وسیلہ پیش کرنا ایک بہتر عمل ٹھہرتا ہے۔

عقیدہ تقدیر سے متعلق اہم مباحث

فہرست:

- تقدیر پر ایمان رکھنا فرض ہے۔
- تقدیر کی مکمل حقیقت انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔
- عقیدہ تقدیر کا مطلب۔
- قضاو قدر کا مطلب۔
- تقدیر کی دو اقسام ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے ہاں تقدیر صرف مبرم ہی ہے۔
- عقیدہ تقدیر سے متعلق گمراہ کن نظریات۔
- تقدیر نہ تو جبر ہے اور نہ ہی کلی اختیار۔
- عمل کی تخلیق اور کسب کا فلسفہ۔
- عمل کے وجود پانے میں بندے کے اقدام اور اللہ کے حکم کی مثال۔
- تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے نہ کہ حکم کا۔
- عقیدہ تقدیر ترکِ عمل کی دعوت ہر گز نہیں دیتا۔

تقدیر پر ایمان رکھنا فرض ہے!

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ تقدیر کا بھی ہے، جو کہ قرآن وسنت کی متعدد نصوص سے ثابت ہے۔ اس عقیدہ پر ایمان رکھنا فرض ہے، احادیث میں اس پر ایمان رکھنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کی خود ساختہ تشریح کرنا اور اس پر بے بنیاد نتائج مرتب کرنا گمراہی ہے۔

تقدیر کی مکمل حقیقت انسانی سمجھ سے بالاتر ہے:

عقیدہ تقدیر نہایت ہی نازک عقیدہ ہے، اس کی مکمل حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا انسان کے لیے نہایت ہی مشکل ہے حتی کہ اس کی کوشش کرنا بھی ممنوع ہے، یہ وادیِ پُر خار کی طرح ہے جس میں ذرا بھی بے احتیاطی نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لیے عقیدہ تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے اس سے متعلق بحث نہیں کرنی چاہیے اور اس کی زیادہ تحقیق اور کھود وکھرید بھی نہیں کرنا چاہیے، احادیث مبارکہ میں اس سے منع کیا گیا ہے اور حضور اقدس ﷺ نے اس پر غضب کا اظہار فرمایا ہے کیوں کہ اس موضوع کی اکثر باتیں انسانی سمجھ سے بالاتر ہیں، اس حقیقت کے بعد اس عقیدے کی گہرائی میں جانے سے اجتناب کرنا چاہیے، جیسا کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اس بے جا سعیِ لاحاصل میں لگے رہ کر پریشان ہوتے ہیں۔

عقیدہ تقدیر کا مطلب:

1۔ شریعت کی اصطلاح میں تقدیر کہتے ہیں: جو کچھ اب تک ہوچکا، جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا؛ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی کے مطابق ہورہا ہے۔
2۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو وہی ہوتا ہے اور جو اس کو منظور نہ ہو وہ نہیں ہوتا۔
3۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے خوشی وغمی، امیری وغریبی، خوبصورتی وبدصورتی، صحت وبیماری اور دیگر امور سے متعلق تقدیر لکھ دی ہے، اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ تقدیر کے ہر قسم کے فیصلے پر ایمان رکھے اور راضی

رہے، چاہے وہ خوش گوار ہو یا ناخوش گوار، یہی قرآن وسنت کا تقاضا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

قضا وقدر کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ ازلی میں کائنات ومخلوقات سے متعلق مکمل نقشہ کھینچا کہ یہ سب کچھ اس طرح ہوگا، اس کو تقدیر کہتے ہیں، پھر اسی کے مطابق کائنات کو وجود دیا، اس کو قضا کہتے ہیں۔

تقدیر کی دو اقسام ہیں:

1۔ تقدیرِ مبرَم: یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہوتی ہے، اس میں کچھ تبدیلی نہیں ہوتی، لوحِ محفوظ میں ایک ہی بات لکھی ہوئی ہوتی ہے جو ہوکے رہتی ہے۔

2۔ تقدیرِ معلّق: یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل نہیں ہوتی بلکہ اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس تقدیر کو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کام کے ساتھ معلق اور وابستہ کرکے لکھتے ہیں کہ اگر فلاں کام ہوگیا تو فلاں دوسرا کام بھی ہوگا، اور اگر فلاں کام نہیں ہوا تو فلاں دوسرا کام بھی نہیں ہوگا، جیسے کہ اگر زید نے اپنے والدین کی خدمت کی تو اس کی عمر لمبی ہوگی، اور اگر خدمت نہیں کی تو عمر لمبی نہیں ہوگی، یا فلاں شخص اگر صبح وشام کے مسنون اوراد ووظائف پڑھے گا تو شب وروز کی آفات سے حفاظت ہوگی، ورنہ تو نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں تقدیر صرف مبرم ہی ہے:

واضح رہے کہ تقدیر کی دونوں اقسام یعنی مبرم اور معلق بندوں کے اعتبار سے ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر تقدیر مبرم ہی ہوتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر کام کے انجام اور خاتمہ کے متعلق ازل ہی سے واقف اور پوری طرح آگاہ ہے۔

بہت سے لوگوں کو نیکی اور گناہ یا جنت اور جہنم سے متعلق تقدیر پر کئی شبہات پیش آتے ہیں، ذیل میں اس سے متعلق تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

عقیدہ تقدیر سے متعلق گمراہ کن نظریات:

عقیدہ تقدیر سے متعلق امت میں متعدد گروہ بنے:

1۔ایک گروہ نے عقیدہ تقدیر کی خود ساختہ تشریح کرکے یہ گمراہ کن نظریہ قائم کرلیا کہ جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے ہوتا ہے تو گویا کہ سب کچھ پہلے سے طے شدہ ہے، اس لیے جنت اور جہنم کے معاملے میں بندے کا کوئی اختیار نہیں، اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بندہ مجبور ہے، وہ اسی فیصلے کے تحت عمل کیے جارہا ہے جو اس کے لیے اللہ نے ازل میں طے کرلیا ہے۔یہ گروہ جبریہ کہلاتا ہے۔

یہ نظریہ واضح طور پر گمراہ کن اور خود ساختہ ہے جو کہ قرآن وسنت کے خلاف ہے کیوں کہ اگر انسان مجبور ہوتا اور جنت وجہنم کے معاملے میں اس کا کوئی اختیار نہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ سمیت کسی بھی پیغمبر کو مبعوث نہ فرماتا، آسمانی کتب نازل نہ کرتا، قرآن کریم نازل نہ ہوتا، قرآن کریم میں احکام وتعلیمات نازل نہ کرتا، جنت بیان کرکے ترغیب نہ دیتا اور جہنم بیان کرکے تنبیہ نہ کرتا، عقلی اور نقلی دلائل نہ دیتا، مثالیں بیان نہ کرتا، پچھلی قوموں کے واقعات بیان نہ کرتا، بلکہ ۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ یہ سب کچھ عبث ہوجاتا!! حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں، اس لیے تقدیر کی وجہ سے ہم مجبور نہیں، بلکہ اللہ نے ہر آدمی کو خیر وشر اور جنت وجہنم کے راستے بتلادیے ہیں اور اس کو اتنا اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے لیے کسی ایک راستے کا انتخاب کرسکتا ہے، جیسا کہ سورۃ الشمس سے واضح ہے۔

2۔دوسرے گروہ نے عقیدہ تقدیر کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے تقدیر ہی کا انکار کرڈالا اور یہ گمراہ کن نظریہ بنالیا کہ ہمیں اپنے اعمال کا مکمل اختیار حاصل ہے، ہم جو چاہیں کرسکتے ہیں، گویا کہ انھوں نے یہ بات پسِ پشت ڈال دی کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور حکم بھی مؤثر ہے۔یہ گروہ قدریہ کہلاتا ہے۔

یہ نظریہ قرآنی آیات اور احادیث کے انکار پر مبنی ہے، اس لیے اس کا باطل ہونا واضح ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک گروہ نے عقیدہ تقدیر کی وجہ سے انسان کو مجبورِ محض قرار دے دیا جبکہ دوسرے گروہ

نے بندے کو عمل میں کلی طور پر مختار قرار دے کر تقدیر ہی کا انکار کر ڈالا، یہ دونوں نظریات گمراہی ہیں۔

تقدیر نہ تو جبر ہے اور نہ ہی کلی اختیار:

تقدیر در حقیقت جبر اور اختیار کی درمیانی راہ ہے کہ عقیدہ تقدیر کی وجہ سے نہ تو بندہ مجبورِ محض رہتا ہے اور نہ ہی اسے کلی اختیار حاصل ہوتا ہے، البتہ کسی درجے میں اتنا اختیار ضرور ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اپنے لیے جنت یا جہنم میں سے کوئی ایک منزل طے کر لے، جیسا کہ یہ مشاہدہ بھی ہے کہ بندہ کوئی کام کرنا چاہے تو کر لیتا ہے لیکن اگر نہ کرنا چاہے تو نہیں کرتا، یہ صورتحال خود بندہ کے صفتِ ارادہ واختیار کی خبر دیتی ہے۔

عمل کی تخلیق اور کسب کا فلسفہ:

علمِ عقائد میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کا خالق ہے، جبکہ بندہ عمل کا کاسب ہے، اس کی تفصیل یوں سمجھیے کہ بندہ جب کوئی عمل کرنے لگتا ہے تو اس عمل کا خالق اللہ ہی ہوتا ہے کہ وہ عمل اللہ ہی کے ارادے اور حکم سے وجود پاتا ہے، اگر اللہ نہ چاہے تو وہ وجود نہیں پا سکتا، البتہ اس عمل کا کاسب بندہ ہوتا ہے کہ بندہ اقدام کرتا ہے اور اپنے پاس موجود اختیار کو بروئے کار لا کر اسے کر گزرتا ہے، اس لیے اس عمل کے کسب اور اقدام کی نسبت بندے ہی کی طرف ہوتی ہے۔

البتہ یہاں یہ اہم بات سمجھیے کہ کسی عمل پر اقدام کرنے کا اختیار بندے کے پاس ضرور ہوتا ہے، اسی اقدام کی وجہ سے بندہ سزا یا انعام کا مستحق ٹھہرتا ہے، لیکن وہ کام ہوتا اللہ ہی کے حکم سے ہے، گویا کہ بندہ کے پاس جو کسی درجے میں اختیار ہے اس کی بنیاد پر بندہ اقدام کرتا ہے، پھر بندے کے عزم اور اقدام کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ عمل وجود پاتا ہے، لیکن چوں کہ وہ بندے ہی کا عزم اور اقدام ہوتا ہے اس لیے اس کو اپنے اسی اقدام اور عزم پر سزا یا انعام ملتا ہے، اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مقتول اپنے مقررہ وقت پہ ہی مرتا ہے البتہ قاتل کو اس کے اقدام کی سزا ملتی ہے کہ اس نے اس کو قتل کرنے کا عزم اور اقدام کیا ہے۔

عمل کے وجود پانے میں بندے کے اقدام اور اللہ کے حکم کی مثال:

بندے کے اقدام اور اللہ کے حکم سے وجود پانے والے عمل کے فلسفے کو ایک مثال سے سمجھیے کہ ایک آقا نے گھر کے صحن میں ایک بڑا پتھر نصب کیا اور یہ اعلان لگایا کہ اس پتھر کو کوئی اٹھانے کی کوشش نہ کرے، جو بھی اسے اٹھانے کی کوشش کرے گا تو ہم اس کے اقدام کی وجہ سے اٹھوادیں گے، البتہ اس کو سزا ضرور دیں گے، گویا کہ ملازم اگر اٹھانے کی کوشش کرے اور آقا نہ چاہے تو وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا، لیکن ملازم اٹھانے کی کوشش کرے اور آقا اٹھوانا چاہے تو اس ملازم کے اقدام کی وجہ سے اٹھوادے گا اور پھر اس کو اس کے اقدام کی سزا دے گا، گویا کہ وہ پتھر اٹھا تو آقا ہی کے حکم سے ہے لیکن ملازم کو جو سزا ملی ہے وہ اس کے اقدام اور عزم کی ہے کہ اس نے ایک ممنوع کام کا اقدام کیا ہے۔ (تفسیر بیان القرآن)

شبہ:

یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کسی برائی پر بندے کے عزم اور اقدام کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو روکتا کیوں نہیں ہے تاکہ بندہ گناہ سے بچ جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دنیا امتحان اور آزمائش ہی کے لیے وجود میں آئی ہے، اس لیے اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو گناہوں سے بچاتا رہے تو پھر تو آزمائش نہ رہی۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم کا نام ہے نہ کہ حکم کا:

تقدیر سے متعلق بعض حضرات نے سمجھانے کے لیے یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ جنّت اور جہنم سے متعلق تقدیر اللہ کے حکم کا نام نہیں کہ جو کچھ اللہ نے لکھ دیا ہے اسی کے مطابق ہمیں مجبورًا عمل کرنا ہے خواہ ہم چاہیں یا نہ چاہیں، بلکہ تقدیر اللہ کے علم کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ میں فلاں بندے کو اختیار دوں گا اور وہ اپنے اختیار سے اپنے لیے جنت اور جہنم کا راستہ اختیار کرے گا، اللہ نے اپنے اسی علم کو لکھ دیا، گویا کہ یوں کہیے کہ یہ تقدیر ہمیں دیکھ کر لکھی گئی ہے نہ کہ ہم تقدیر کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں۔

یہ نکتہ تقدیر سے متعلق کسی درجے میں تشفی اور تسلی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

عقیدہ تقدیر ترکِ عمل کی دعوت ہرگز نہیں دیتا:

عقیدہ تقدیر نیک عمل ترک کرنے کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اس کو کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیوں کہ:

1۔ اوّل تو کسی کو علم نہیں کہ اس کے بارے میں تقدیر میں کیا لکھا ہے، جب علم نہیں تو اچھے کام ہی کرنے چاہییں تاکہ انجام اچھا ہو۔

2۔ دوم یہ کہ تقدیر میں جہاں نتائج لکھے ہیں وہاں ان کے اسباب وذرائع بھی لکھے ہیں کہ جیسے اگر تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ فلاں جنّتی ہے تو ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ایمان واعمال صالحہ کی وجہ سے جنتی ہے، اور فلاں شخص جہنمی ہے تو اپنے بداعمال کی وجہ سے جہنمی ہے، یہ تصور بھی نیک اعمال ہی کی ترغیب دیتا ہے۔

3۔ سوم یہ کہ دنیا کے بارے میں کوئی یہ سوچ کر کہ جو کچھ لکھا ہے وہی ملے گا وہ رزق کے اسباب ترک نہیں کرتا تو آخرت کے بارے میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ نیک اعمال ہی اختیار کرنے چاہییے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ تقدیر کی وجہ سے کسی کو یہ سوچ کر ایمان واعمال ترک نہیں کرنے چاہیے کہ میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا، اس لیے میرے ایمان واعمال سے کیا ہوگا؟ یہ تصور واضح طور پر غلط ہے۔

آیات احادیث اور عبارات

- سورۃ القمر آیت 49:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ: (**إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ**) من الأشياءِ (**خلقناه بِقَدَرٍ**) أي ملتبسًا بقدرٍ معينٍ اقتضْتُه الحكمةِ التي عليَها يدورُ أمرُ التكوينِ، أو مقدرًا مكتوبًا في اللوحِ قبلَ وقوعِه.

(تفسير أبی السعود)

- سورۃ التکویر آیت 27تا29:

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ (27): إِنْ هُوَ مَا هُو إِلَّا ذِكْرٌ للعالمين موعظة وتذكيرٌ لهم. وقولُه تعالٰى:

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ (28): .... أيْ لمَنْ شاء منكم الإستقامة يتحرى الحقِّ وملازمةِ الصوابِ .... **وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَآءَ اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ** (29): (**وما تشآءون**) أي الاستقامةَ مشيئةَ مستتبعةَ لها في وقتٍ من الأوقاتِ (**إلا أن يشآء الله**) أي إلا وقتَ أنْ يشاءَ الله تعالَى تلكَ المشيئةَ أي المستتبِعة للاستقامةِ فإن مشيئتكم لا تستبعها بدون مشيئةِ الله تعالى لها... (تفسير أبي السعود)

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٦٩٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَلَسَ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْمِخْصَرَةِ فِي الأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا قَدْ كَتَبَ اللهُ مَكَانَهَا مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً». قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى السَّعَادَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشِّقْوَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى الشِّقْوَةِ؟ قَالَ: «اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ، أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلسَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشِّقْوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلشِّقْوَةِ». ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى».

٤٦٩٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ، فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ، فَوَفَّقَ اللهُ لَنَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِي الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَفَقَّرُونَ الْعِلْمَ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ، وَالأَمْرُ أُنُفٌ. فَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي

بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَهُمْ بُرَآءُ مِنِّي، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا نَعْرِفُهُ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا»، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِيمَانِ، قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ». قَالَ: صَدَقْتَ ..... إلخ

٤٧٠٢- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ الْهُذَلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ عَنْ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ: قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لاِبْنِهِ: يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ». يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي».

- العقيدة الطحاوية میں ہے:

الْإِيمَانُ بِاللهِ تَعَالَى: نَقُولُ فِي تَوْحِيدِ اللهِ -مُعْتَقِدِينَ بِتَوْفِيقِ اللهِ- أَنَّ اللهَ وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ ...... ذَلِكَ بِأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَيْهِ فَقِيرٌ، وَكُلُّ أَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيرٌ، لَا يَحْتَاجُ إِلَى شَيْءٍ خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ. وَقَدَّرَ لَهُمْ أَقْدَارًا. وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالًا. وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ، وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُونَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ. وَأَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهِ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ. وَكُلُّ شَيْءٍ يَجْرِي بِتَقْدِيرِهِ وَمَشِيئَتِهِ، وَمَشِيئَتُهُ تَنْفُذُ، لَا مَشِيئَةَ لِلْعِبَادِ إِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ، فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ. يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ، وَيَعْصِمُ وَيُعَافِي فَضْلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ، وَيَخْذُلُ وَيَبْتَلِي عَدْلًا. وَكُلُّهُمْ يَتَقَلَّبُونَ فِي مَشِيئَتِهِ بَيْنَ فَضْلِهِ وَعَدْلِهِ. ...... آمَنَّا بِذَلِكَ كُلِّهِ، وَأَيْقَنَّا أَنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِهِ.

حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق بنیادی عقائد

فہرست:

- نبی کی تعریف۔
- سب سے پہلے اور سب سے آخری پیغمبر۔
- تمام پیغمبروں پر ایمان رکھنا فرض ہے۔
- نبی بھیجنے کا مقصد۔
- نبی کو اللہ کی طرف سے براہِ راست علم عطا ہوتا ہے۔
- نبوّت محض عطیہ خداوندی ہے۔
- حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اصولی دین ایک ہی ہے۔
- عِصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام۔
- انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم۔
- انبیاء کرام علیہم السلام کی افضیلت۔
- انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات۔
- انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔
- آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق چند اہم عقائد۔

نبی کی تعریف:

نبی اور رسول وہ معصوم، پاکیزہ اور مقدس انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہو اور اس کی پیروی کو فرض قرار دیا ہو۔

- شرح المقاصد فی علم الکلام للتفتازانی:

النَّبِي إِنْسَان بَعثه الله لتبليغ مَا أُوحِي إِلَيه، وَكَذَا الرَّسُول، وَقد يخص بِمن لَهُ شَرِيعَة وَكتاب فَيكون أخص من النَّبِي.

فائدہ: واضح رہے کہ تمام پیغمبر مرد تھے، کوئی عورت نبی نہیں بنی۔

سب سے پہلے اور سب سے آخری پیغمبر:

سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے جو کہ سب سے پہلے انسان بھی تھے، جبکہ سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں۔

تمام پیغمبروں پر ایمان رکھنا فرض ہے:

دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے گئے ہیں اُن سب پر ایمان لانا فرض ہے، کسی ایک پیغمبر کا بھی انکار کرنا کفر ہے، البتہ پیروی صرف اور صرف اپنے پیغمبر یعنی حضرت محمد ﷺ ہی کی کرنی ضروری ہے۔

- سورتِ بقرہ آیت 285:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (285)

- سورتِ نساء آیت 150، 151:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (150) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا

وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (151)

تنبیہ:

حضرت انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھنے کی صورت میں کسی خاص عدد کی تعیین نہیں کرنی چاہیے کہ ہم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں، کیوں کہ ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ ہم تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔

نبی بھیجنے کا مقصد:

نبی بھیجنے کا مقصد لوگوں کی ہدایت ہوتی ہے کہ لوگ اللہ کو ماننے والے بن جائیں اور اسی کے احکامات کے مطابق عمل کر کے اپنی آخرت درست کرلیں۔

نبی کو اللہ کی طرف سے براہِ راست علم عطا ہوتا ہے:

نبی دنیا میں کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھتا بلکہ نبی کو براہِ راست اللہ کی طرف سے علوم عطا کیے جاتے ہیں، اسی بنا پر نبی اپنے زمانے میں سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو سب سے زیادہ علوم عطا کیے گئے۔

- سورتِ اعراف آیت 157:

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ.... الآية

- سورتِ نجم آیت 3،4:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (3) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (4)

- سورتِ نساء آیت 113:

وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (113)

نبوّت محض عطیہ خداوندی ہے:

نبوت کوئی کسبی چیز نہیں کہ کوئی اسے محنت، ریاضت، مجاہدات اور عبادات سے حاصل کرلے، بلکہ نبوت ایک وہبی چیز ہے یعنی محض اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ نعمت ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اصولی دین ایک ہی ہے:

تمام انبیا کرام کا دین اصولی باتوں یعنی عقائد میں ایک ہی رہا ہے، البتہ فروعی باتوں یعنی مسائل میں اختلاف رہا ہے۔

عِصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام:

عصمت کے لغوی معنی ہوتے ہیں: بچانا، حفاظت کرنا۔ شریعت کی نگاہ میں معصوم وہ شخص ہوتا ہے جس کا ظاہر و باطن نفس و شیطان کی مداخلت سے پاک ہو۔ جو اپنے تمام عقائد، نیتوں، ارادوں، اخلاق، عادات، اقوال، افعال میں نفس و شیطان کے تسلط سے محفوظ ہو اور اللہ کی جانب سے ایسی حفاظت ہوتی ہو کہ اس سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ نہ ہو سکتا ہو۔ ایسی پاکیزہ ہستیاں انبیاء ہی کی ہوتی ہیں، اس لیے یاد رہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور زندگی بھر نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

البتہ نبی سے بسا اوقات اجتہادی خطا ہو سکتی ہے اور یہ نبوت و عِصمت کے منافی نہیں اور نہ ہی یہ گناہ کے زمرے میں آتا ہے، لیکن نبی کبھی بھی خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رہتا بلکہ خدا کی جانب سے تنبیہ ہو ہی جاتی ہے۔ اسی طرح نبی سے بعض ایسے کام بھی صادر ہو جاتے ہیں جو جائز تو ہوتے ہیں البتہ افضل اور بہتر نہیں ہوتے جن سے مقصود امت کی تعلیم ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بھی کوئی عیب ہرگز نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم:

ہر نبی کی تعظیم اور احترام نہایت ہی ضروری ہے، کسی بھی نبی کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی بھی انسان

کو اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی افضیلت:

تمام انبیاء کرام تمام مخلوقات سے افضل ہیں، اور پھر انبیاء میں بھی بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں، ہمارے پیارے آقا حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات، کائنات حتی کہ اللہ کے عرش اور کرسی سے بھی افضل ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات:

1۔ نبی کی نبوت کی سچائی ثابت کرنے اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نبی کے ہاتھ پر ایسا کام ظاہر فرمادیتے ہیں جو عادت کے خلاف ہو اور لوگوں کو عاجز کر دے، اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

2۔ معجزہ در حقیقت اللہ ہی کا فعل ہوتا ہے جو کہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔

3۔ معجزہ نبی کی نبوّت کے برحق ہونے کی دلیل ہوا کرتا ہے، البتہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہیں اسے ظاہر کر دیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے، جب اللہ تعالی چاہتے ہیں اور جو معجزہ چاہتے ہیں وہ نبی کے ہاتھوں ظاہر فرمادیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے بعض مرتبہ کفار کے مطالبے کے عین مطابق نبی کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرمایا، اور کافروں کی طرف سے جو مطالبہ ضد اور ہٹ دھرمی کی بناپر کیا گیا اسے پورا نہیں فرمایا۔

4۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو معجزے یقینی اور قطعی دلائل سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا فرض ہے اور انکار کرنا کفر ہے، جیسے: نوح علیہ السلام کی کشتی کا معجزہ، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ، ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنانے کا معجزہ، داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم کرنے کا معجزہ، سلیمان علیہ السلام کو چرند پرند کی بولیاں سکھانے کا معجزہ، انسانوں اور جنوں کو ان کے تابع کرنے کا معجزہ، موسی علیہ السلام کے لیے عصا اور یدِ بیضاء کا معجزہ، اسی طرح عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے کا معجزہ، پیدائش کے فوراً بعد کلام

کرنے کا معجزہ، مٹی کے پرندے بنا کر انہیں زندہ کرکے اڑانے کا معجزہ، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ، آنحضرت ﷺ کے لیے قرآن کریم کا معجزہ کہ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی کوئی اس کی نظیر پیش نہ کر سکا، واقعہ اسراء یعنی معراج کی رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے جانے کا معجزہ، آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پھینکی جانے والی مٹی کو کافروں کی آنکھوں میں ڈال دینے کا معجزہ وغیرہ۔

البتہ جو معجزات قطعی دلائل سے ثابت نہیں بلکہ ظنی دلائل سے ثابت ہیں تو ان کا ماننا بھی ضروری ہے، ان کا انکار کرنا گمراہی ہے۔

تنبیہ:

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مغالطے سے بچانے کے لیے جھوٹے مدعیِ نبوت کو کوئی معجزہ نہیں دیا، اور نہ ہی اس کی کوئی پیش گوئی پوری ہونے دی، یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی کی کوئی پیش گوئی سچی ثابت نہ ہوئی بلکہ اس کے خلاف ہی واقع ہوتا رہا۔ واضح رہے کہ دجال کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کئی خرقِ عادت یعنی خلافِ عادت کام ظاہر فرمائیں گے، لیکن وہ نبوت کا دعوی نہیں کرے گا بلکہ خدائی کا دعوی کرے گا۔ اور کانے شخص کے خدائی کے دعوی کی حقیقت ہر انسان جانتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے جس کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کی ''شرح مشکل الآثار'' میں ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا» [يوسف: ٤] قَالَ: كَانَتْ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحْيًا. وَكَانَ أَحْسَنُ مَا حَضَرَنَا مِمَّا يُؤَوَّلُ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثُ: أَنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ كَانَتْ مِمَّا يُوحِيهِ اللهُ إِيَّاهَا إِلَيْهِمْ، فَيُوحِي إِلَيْهِمْ فِي مَنَامَاتِهِمْ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَ إِلَيْهِمْ فِيهَا، وَيُوحِي إِلَيْهِمْ فِي يَقَظَاتِهِمْ مَا شَاءَ أَنْ يُوحِيَهُ إِلَيْهِمْ

فِيهَا، وَكُلُّ ذَلِكَ وَحْيٌ مِنْهُ إِلَيْهِمْ، يَجْعَلُ مِنْهُ مَا شَاءَ فِي مَنَامَاتِهِمْ، وَيَجْعَلُ مِنْهُ مَا شَاءَ فِي يَقَظَاتِهِمْ. (بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ مِنْ قَوْلِهِ: كَانَتْ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيًا، مِمَّا نُحِيطُ عِلْمًا أَنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ رَأْيًا، وَإِنَّمَا قَالَهُ مِنْ أَخْذِهِ إِيَّاهُ مِنْ حَيْثُ يُؤْخَذُ مِثْلُهُ)

جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کا بھی خواب دلیل اور حجّت نہیں بن سکتا کہ اس کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہو۔ البتہ خوابوں کی اپنی ایک حیثیت ہے جس کا بالکلیہ انکار کرنا بھی درست نہیں۔

آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق چند اہم عقائد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں:

جو شخص اللہ تعالیٰ، رسولوں اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل ایمان نہ رکھتا ہو تو ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا، اگر اسی حالت میں اسے موت آئی تو وہ کفر کی حالت ہی میں دنیا سے جائے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

- صحیح مسلم میں ہے:

١٥٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «وَالَّذِى نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِى أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِى أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ». (باب وُجُوبِ الإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ)

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت عام ہے:

ہمارے پیارے آقا حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت تمام عالم کے لیے ہے، وہ قیامت تک کے لیے نبی ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح انسانوں کے لیے نبی ہیں اسی طرح جِنّات کے لیے بھی نبی ہیں۔

- سورتِ سبا آیت 28:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةٗ لِّلنَّاسِ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ (28)

- سورتِ اعراف آیت 158:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (158)

- سورتِ فرقان آیت 1:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا (1)

- صحیح بخاری:

٣٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ح قَال: وحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ الْفَقِيرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِي الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً».

- سنن کبری بیہقی:

٤٤٣٩- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُعْطَيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي مِنَ الأَنْبِيَاءِ: جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَلَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ يُصَلِّي حَتَّى يَبْلُغَ مِحْرَابَهُ، وَأُعْطِيتُ الرُّعْبَ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، يَكُونُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ مَسِيرَةُ شَهْرٍ فَيَقْذِفُ اللهُ الرُّعْبَ فِي قُلُوبِهِمْ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى خَاصَّةِ قَوْمِهِ، وَبُعِثْتُ أَنَا إِلَى الْجِنِّ وَالإِنْسِ، وَكَانَتِ الأَنْبِيَاءُ يَعْزِلُونَ الْخُمُسَ فَتَجِيءُ النَّارُ فَتَأْكُلُهُ، وَأُمِرْتُ أَنَا أَنْ أَقْسِمَهَا فِي فُقَرَاءِ أُمَّتِي، وَلَمْ يَبْقَ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ سُؤْلَهُ، وَأَخَّرْتُ شَفَاعَتِي لأُمَّتِي».

- العقیدۃ الطحاویۃ:

الْإِيمَانُ بِنُبُوَّةِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ﷺ: وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ الْمُصْطَفَى، وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبَى، وَرَسُولُهُ الْمُرْتَضَى. وَأَنَّهُ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِمَامُ الْأَتْقِيَاءِ، وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ، وَحَبِيبُ رَبِّ الْعَالَمِينَ. وَكُلُّ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَهُ فَغَيٌّ وَهَوًى. وَهُوَ الْمَبْعُوثُ إِلَى عَامَّةِ الْجِنِّ، وَكَافَّةِ الْوَرَى، بِالْحَقِّ وَالْهُدَى ، وَبِالنُّورِ وَالضِّيَاءِ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر بلکہ اکمل البشر ہیں:

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ذات کے اعتبار سے انسان اور بشر ہیں، بلکہ سب سے کامل اور افضل بشر ہیں۔

- سورتِ کہف آیت 110:

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًا (110)

- سورتِ ابراہیم آیت 11،10:

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوٓا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ (10) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ وَمَا كَانَ لَنَآ أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (11)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضیلت:

1۔ حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات و مخلوقات سے افضل ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا مقام ہے۔

2۔ حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ علوم عطا کیے گئے۔

3۔ حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے سب سے اونچے مرتبے پر فائز تھے۔

4۔ حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔

5۔ حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات سب سے زیادہ ہیں۔

عقیدہ ختمِ نبوت:

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام بھیجے، یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا کہ وہ سب سے پہلے نبی تھے، اور نبوت کا یہ سلسلہ ہمارے پیارے آقا حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر ختم ہوا کہ اللہ نے ان کو آخری نبی بنا کر بھیجا، ان کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ یہ عقیدہ ختمِ نبوت ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدّعیِ نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ مطالبہ عقیدہ ختمِ نبوت میں شک کے مترادف ہے جبکہ دیگر ایمانیات اور ضروریاتِ دین کی طرح اس عقیدے میں بھی شک کفر ہے۔

واضح رہے کہ عقیدہ ختمِ نبوت سے متعلق تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت

فہرست:

- عقیدہ ختمِ نبوت کی حقیقت۔
- عقیدہ ختمِ نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔
- ختمِ نبوت کی خصوصیت اور اعزاز۔
- عقیدہ ختمِ نبوت کی اہمیت۔
- تحفظِ ختمِ نبوت کی مختصر تاریخ۔
- قادیانیت اور مرزا قادیانی کا تعارف۔
- مرزا غلام قادیانی کی تکفیر کی وجوہات۔
- قادیانی پاکستان کی آئین کی رو سے بھی کافر ہیں۔
- قادیانی اور عام کفار میں فرق۔
- عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ کیسے کریں؟
- ختمِ نبوت سے متعلق قرآنی آیت اور چند احادیث مبارکہ۔

عقیدہ ختمِ نبوت کی حقیقت:

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ سے زائد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے، یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا کہ وہ سب سے پہلے نبی تھے، اور نبوت کا یہ سلسلہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ پر آکر ختم ہوا کہ اللہ نے ان کو آخری نبی بنا کر بھیجا، ان کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ یہ عقیدہ ختمِ نبوت ہے۔

تنبیہ:

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، لیکن چوں کہ ان کو حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے پہلے ہی نبوت مل چکی ہے اس لیے وہ نئے نبی نہیں ہوں گے، اس لیے ان کے آنے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

عقیدہ ختمِ نبوت پر ایمان لانا فرض ہے:

عقیدہ ختمِ نبوت پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا کفر ہے، حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدّعیِ نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ مطالبہ عقیدہ ختم نبوت میں شک کے مترادف ہے جبکہ دیگر ایمانیات اور ضروریاتِ دین کی طرح اس عقیدے میں بھی شک کرنا کفر ہے۔

ختمِ نبوت کی خصوصیت اور اعزاز:

حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ خصوصیات اور کمالات سے نوازا تھا اُن میں سے ایک بہت بڑی خوبی، خصوصیت اور کمال یہ عنایت فرمایا کہ آپ ﷺ کو ختمِ نبوت کا اعزاز بخشتے ہوئے **خاتَمُ النَبِیّٖن** بنایا کہ آپ ﷺ کو اپنا آخری نبی بنایا اور نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم فرمایا۔ اس ختمِ نبوت کی بدولت حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کو جو فضائل، کمالات اور برکات عطا کی گئیں وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔

عقیدہ ختمِ نبوت کی اہمیت:

عقیدہ ختمِ نبوت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

- یہ عقیدہ قرآن کریم کی تقریباً سوآیات سے ثابت ہے۔
- یہ عقیدہ تقریباً دو سو احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔
- امت کا سب سے پہلا اجماع اسی عقیدہ پر منعقد ہوا۔
- حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کے زمانے میں اسلام کے تحفظ اور دفاع کے لیے جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں اُن میں شہید ہونے والے صحابہ کی کل تعداد 259 ہے، جبکہ عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ اور دفاع کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اسلام کی تاریخ میں جو سب سے پہلی جنگ لڑی گئی اس میں شہید ہونے والے صحابہ وتابعین کی تعداد تقریباً 1200 ہے، جن میں سات سو قرآن کریم کے حافظ اور عالم تھے۔
- عقیدہ ختمِ نبوت دینِ اسلام کی بنیاد ہے، اس کا تحفظ دینِ اسلام کا تحفظ ہے اور حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ذاتِ بابرکات کا تحفظ ہے۔

تحفظِ ختمِ نبوت کی مختصر تاریخ:

حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میرے بعد تیس جھوٹے نبی پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالاں کہ میں نبیوں میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

- سنن ابی داود:

٤٢٥٤- عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي».

ما قبل میں یہ بات گزر چکی کہ عقیدہ ختمِ نبوت دینِ اسلام کی بنیاد ہے، اس کا تحفظ دینِ اسلام کا تحفظ ہے، حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ذاتِ بابرکات کا تحفظ ہے، جب حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں مُسَیْلِمہ کذاب نامی شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اس سنگین فتنے کی سرکوبی کے لیے حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ نے لشکر روانہ کرنا چاہا لیکن اسی دوران حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کا وصال ہو گیا جس کی وجہ سے وہ لشکر روانہ نہ ہو سکا، پھر حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء ﷺ کے وصال کے بعد منکرینِ ختمِ نبوت کے خلاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر تاریخی جنگ لڑی گئی۔ مسیلمہ کذاب کے علاوہ بھی امت میں بہت سے نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہوئے جیسے طلیحہ اسدی اور اسود عنسی وغیرہ، جن کی سرکوبی کے لیے کوششیں ہوتی چلی گئیں، حتی کہ انگریزی استعمار کے دور میں انھی کے ایک خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، جن کا سنگین ترین فتنہ آج بھی اپنی شاخیں پھیلا رہا ہے اور جڑیں مضبوط کر رہا ہے اور اپنے مکر وفریب سے مسلمانوں کو ایمان سے محروم کرنے بلکہ یوں کہیے کہ حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے ان کا رشتہ ختم کرکے مرزا قادیانی جیسے ناپاک ملعون وجود سے جوڑنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے اور اس کے لیے وہ تمام اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے جن سے ان کے ناپاک مقاصد کسی بھی صورت میں پورے ہوتے ہوں۔

حضرات اہلِ علم نے روزِ اول ہی سے مرزا غلام قادیانی اور ان کے پیروکاروں کی حقیقت واضح کر کے ان پر کفر کے فتوے لگا کر اس ایمان لیوا فتنے کی سرکوبی کی کوششیں فرمائیں، البتہ قانونی سطح پر اس فتنے کی سرکوبی اور تکفیر کا آغاز مقدمۂ بہاولپور سے ہوا کہ طویل بحث وتمحیص کے بعد عدالت نے ان کے اسلام سے خارج ہونے کا فیصلہ سنایا، پھر پاکستان میں سن 1953 میں تحریکِ ختمِ نبوت چلی، جس میں ہزاروں عاشقانِ رسول ﷺ نے ختمِ نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی سرکوبی کے لیے قیمتی جانوں کی قربانی دی، پھر سن 1974 کی تحریک چلی جس میں بالآخر انھیں قانونی سطح پر بھی کافر قرار دے دیا گیا۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے ایک بہترین کتاب: مجاہدینِ ختمِ نبوت از حضرت اقدس مولانا اللہ وسایا صاحب دام ظلہم۔

قادیانیت اور مرزا قادیانی کا تعارف:

قادیانیت مرزا غلام قادیانی کی طرف منسوب ہے کہ قادیانی اس کو اپنا نبی مانتے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی سن 1839 یا 1840 میں قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں پیدا ہوا۔ ابتدا میں ہندوؤں، آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ مناظروں کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف راغب کیا اور مناظرِ اسلام کے طور پر کچھ شہرت پائی، پھر اپنی حقیقت ظاہر کرتے ہوئے مرزا نے بتدریج متعدد گمراہ کن سنگین دعوے کیے، چنانچہ:

- 1880 میں مُلْہَم مِنَ اللّٰہ ہونے کا دعویٰ کیا کہ مجھے اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور ہدایات ملتی ہیں۔
- 1882 میں مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا۔
- 1891 میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا یعنی کہ جن عیسیٰ علیہ السلام نے آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔
- 1899 میں ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ کیا۔
- 1901 میں مستقل صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

ان کے علاوہ بھی عجیب و غریب دعوے کیے، جن کی تفصیل کے لیے دیکھیے ایک بہترین کتاب: آئینۂ قادیانیت از حضرت اقدس مولانا اللہ وسایا صاحب دام ظلہم۔

مرزا غلام قادیانی کی تکفیر کی وجوہات:

شہرہ آفاق مقدمۂ بہاولپور میں امام العصر خاتمۃ المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے مرزا قادیانی اور ان کے پیروکاروں کے کفر کی چھ وجوہات بیان فرمائیں:

1۔ ختمِ نبوت کا انکار۔

2۔ نبوت کا دعویٰ۔

3۔ وحی آنے کا دعویٰ اور اس پر ایمان لانے کو فرض قرار دینا۔

4۔ عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

5۔ حضور اقدس خاتَمُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین۔

6۔امت محمدیہ کی تکفیر۔

ان کے علاوہ بھی ان کے کفر کی متعدد وجوہات ہیں جن کی تفصیل کے لیے دیکھیے ایک بہترین کتاب: آئینۂ قادیانیت از حضرت اقدس مولانا اللہ وسایا صاحب دام ظلہم۔

قادیانی پاکستان کی آئین کی رو سے بھی کافر ہیں:

واضح رہے کہ سن 1974 کی تحریکِ ختم نبوت میں طویل مباحثہ کے بعد آئینِ پاکستان کی رو سے بھی قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا، گویا کہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی رو سے تو کافر تھے ہی، اس کے بعد ملکی دستور کی رو سے بھی کافر ٹھہرے، لیکن قادیانیوں نے اس آئین کو کبھی تسلیم نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ اس کی مخالفت ہی کی ہے، اس لیے قادیانیوں کو اقلیت کا درجہ بھی اسی وقت دیا جاسکتا ہے جب وہ آئین کو تسلیم کرتے ہوئے خود کو غیر مسلم مان لیں۔

قادیانی اور عام کفار میں فرق:

قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں میں واضح فرق ہے کہ عام غیر مسلم تو اسلام کو مانتے نہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، جبکہ قادیانی واضح طور پر کافر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کو محض کافر ہی نہیں بلکہ زندیق کہا جاتا ہے، جن کا حکم عام کفار کے مقابلے میں بہت سخت ہے اور ان سے الگ ہے، جیسے شراب فروخت کرنا جرم ہے، لیکن اس سے بڑا جرم یہ ہے کہ شراب پر آبِ زمزم کا لیبل لگا کر فروخت کیا جائے، ظاہر کہ دونوں جرائم کو کون برابر کی حیثیت دے سکتا ہے! اس لیے قادیانیوں کو عام کافروں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، ان کا حکم عام غیر مسلموں سے بالکل ہی الگ اور مختلف ہے یعنی یہ قادیانی صرف

کافر ہی نہیں بلکہ سخت زندیق ہیں۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ کیسے کریں؟

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس عقیدے کا تحفظ کرے، جس کی صورت یہ ہے کہ:

- عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت اور اس کی اہمیت سے آگاہی حاصل کرے۔
- جھوٹی نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے بھی آگاہی حاصل کرے، خصوصًا دورِ حاضر کے خطرناک ترین فتنۂ قادیانیت کی حقیقت اور ان کے مکر وفریب سے واقفیت حاصل کرے۔
- اس آگہی مہم میں اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور دیگر مسلمانوں کو بھی شریک کرے۔
- ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والے مستند اہلِ علم، بزرگانِ دین اور اداروں کے زیرِ سایہ تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت کے تعاقب کی خدمات سر انجام دے اور ان کے ساتھ تعاون کرے۔ ہمارے ہاں پاکستان میں عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے نام سے حضرات اکابر ہی کا ایک نہایت ہی مستند ادارہ قائم ہے جو کہ آئین کے تحت بہت ہی مثبت انداز سے یہ عظیم خدمت سر انجام دے رہا ہے، ان کے ساتھ شریک ہو کر یہ خدمت بہتر انداز میں انجام دی جاسکتی ہے۔

ختمِ نبوت سے متعلق قرآنی آیت اور چند احادیث مبارکہ

- سورتِ احزاب آیت نمبر 40:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۞

ترجمہ: (مسلمانو!) محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر: چونکہ حضرت زید بن حارثہ کو آنحضرت ﷺ نے اپنا بیٹا قرار دیا تھا، اس لیے لوگ ان کو زید بن

محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے، پچھلی آیتوں میں جب یہ حکم جاری ہوا کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار نہیں دیا جاسکتا، تو حضرت زید کو زید بن محمد ﷺ کہنے کی بھی ممانعت ہوگئی، چنانچہ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں (کیونکہ آپ کی زندہ رہنے والی اولاد میں صرف بیٹیاں تھیں) لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی وجہ سے پوری امت کے روحانی باپ ہیں، اور چونکہ آخری نبی ہیں اور قیامت تک کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں، اس جاہلیت کی رسموں کو اپنے عمل سے ختم کرنے کی ذمہ داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔(آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں واضح طور پر حضرت سیدنا محمد ﷺ کو آخری نبی قرار دیا گیا ہے، باقی ماقبل میں یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ قرآن کریم کی تقریباً سو آیات سے یہ اہم عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

ذیل میں ختمِ نبوت سے متعلق صرف پانچ احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے اور عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں میں سے آخری نبی ہوں۔"

- صحیح بخاری میں ہے:

٣٥٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ».

(بَاب خَاتِمِ النَّبِيِّينَ ﷺ)

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "بنی اسرائیل کی قیادت خود

ان کے انبیاء کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو دوسرا نبی اس کی جگہ آجاتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفا ہوں گے اور بہت ہوں گے۔"

- صحیح بخاری میں ہے:

٣٤٥٥- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ».

3۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "مجھے چھ چیزوں میں انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے:

- مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔
- رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔
- مالِ غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے۔
- روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے۔
- مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔
- مجھ پر تمام نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔"

- صحیح مسلم میں ہے:

٥٢٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ -وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ- عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فُضِّلْتُ عَلَى الأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ».

4۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا، اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول آئے گا اور نہ ہی نبی آئے گا۔‘‘

- سنن الترمذی میں ہے:

٢٢٧٢- حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا المُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ».

5۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔‘‘

- سنن الترمذی میں ہے:

٣٦٨٦- حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا المُقْرِئُ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ».

ختمِ نبوت اور قادیانیت سے متعلق چند اہم کتب:

- ختم نبوت کامل از حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔
- ردِّ قادیانیت کے زریں اصول از حضرت اقدس مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ۔
- آئینۂ قادیانیت از حضرت اقدس مولانا اللہ وسایا صاحب دام ظلہم۔
- قادیانی شبہات کے جوابات از عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

فرشتوں سے متعلق بنیادی عقائد

فرشتوں سے متعلق بنیادی عقائد

1۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں، فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے، فرشتوں کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

2۔ فرشتے اللہ کے فرمان بردار اور عبادت گزار ہوتے ہیں، وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ معصوم ہوتے ہیں۔

3۔ فرشتوں میں سے بھی بعض فرشتے دیگر فرشتوں سے افضل ہیں، ان میں سے چار فرشتے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں مقرب ہیں:

- حضرت جبریل علیہ السلام: یہ بہت زیادہ طاقتور اور نہایت ہی امانت دار فرشتہ ہیں، جو کہ پیغمبروں کے پاس وحی لانے کے لیے مقرر تھے۔
- حضرت میکائیل علیہ السلام: یہ بارش برسانے، غلہ اگانے اور اللہ کے حکم سے مخلوق تک روزی پہنچانے کے لیے مقرر ہیں۔
- حضرت عزرائیل علیہ السلام: یہ مخلوق کی روح قبض کرنے کے لیے مقرر ہیں۔
- حضرت اسرافیل علیہ السلام: یہ قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔

4۔ فرشتوں کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشے مختلف کاموں پر مقرر ہیں اور ان کاموں کی بجا آوری میں مشغول رہتے ہیں، مثلاً بعض فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، بعض انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں، بعض فرشتے دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشغول رہتے ہیں، بعض فرشے اللہ تعالیٰ کے عرش کو تھامے ہوئے ہیں، بعض فرشتے جنت کے خازن اور بعض دوزخ کے خازن ہیں، بعض فرشتے عرش کے ارد گرد صف بستہ کھڑے ہیں، بعض فرشتے بیت المعمور کا طواف کر رہے ہیں، بعض فرشتے امت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود وسلام نبی

کریم ﷺ پر پیش کرنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے قبر میں میت سے سوالات کرنے پر مقرر ہیں۔ بعض فرشتوں کے دو، بعض کے تین اور بعض کے چار چار پر ہیں، بعض فرشتے لوگوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، بعض فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ غزوہ بدر وغیرہ میں ہوا، بعض فرشتے نافرمان لوگوں کو عذاب دینے کے لیے نازل ہوتے ہیں جیسے قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط وغیرہ پر عذاب کے لیے آسمانوں سے نازل ہوئے، بعض فرشتے جنت کے اندر جنتیوں کی خدمت کے لیے مقرر ہوں گے، اور بعض فرشتے دوزخ میں دوزخیوں کو طرح طرح کا عذاب دینے کے لیے مقرر ہوں گے۔

6۔ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی شدید تردید اور مذمت فرمائی ہے۔

فرشتوں سے متعلق آیات و احادیث

- سورتِ بقرہ آیت 285:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝

ترجمہ:

"یہ رسول (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور (ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی، یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم نے (اللہ اور رسول کے احکام کو توجہ سے) سن لیا ہے، اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلبگار ہیں، اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔"

- سورتِ نساء آیت 136:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۞

ترجمہ:

"اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو، اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری تھی۔ اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔"

- سورتِ انبیاء آیت 19،20:

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ ۞ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۞

ترجمہ:

"اور آسمانوں اور زمین میں جو لوگ بھی ہیں، اللہ کے ہیں۔ اور جو (فرشتے) اللہ کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور سست نہیں پڑتے۔"

- سورتِ انبیاء آیت 26،27:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۞ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۞

ترجمہ:

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ: خدائے رحمن (فرشتوں کی شکل میں) اولاد رکھتا ہے۔ سبحان اللہ! بلکہ (فرشتے تو اللہ کے) بندے ہیں جنہیں عزت بخشی گئی ہے۔ وہ اس سے آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔"

- **صحیح بخاری:**

٤٧٧٧- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: «الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ» الحديث.

- **صحیح مسلم:**

٢٩٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ».

آسمانی کتابوں سے متعلق عقائد

آسمانی کتابوں سے متعلق عقائد

1۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنے متعدد پیغمبروں پر چھوٹی بڑی کئی آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں۔ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں سے جو یقینی اور قطعی دلائل سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا فرض ہے،ان کا انکار کرنا کفر ہے۔

- سورتِ بقرہ آیت 285:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۞

ترجمہ:

”یہ رسول (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور (ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی، یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہم نے (اللہ اور رسول کے احکام کو توجہ سے) سن لیا ہے، اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں۔اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلبگار ہیں، اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

- سورتِ نساء آیت 136:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ۞

ترجمہ:

”اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو، اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری تھی۔اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس

کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

- صحیح بخاری میں ہے:

٤٧٧٧- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: «الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ» الحديث.

2۔ آسمانی کتابوں میں سے چار بڑی کتابیں یہ ہیں:

- قرآن کریم: یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔
- زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
- تورات: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
- انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

3۔ قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی تبدیلیاں کی ہیں، اس لیے کوئی بھی آسمانی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں، البتہ صرف قرآن کریم ہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو اپنی اصلی شکل وصورت میں مکمل طور پر موجود ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور کمی زیادتی نہیں ہوئی، قرآن کریم تبدیلی اور کمی زیادتی سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے۔ اس لیے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قرآن میں تبدیلی اور تحریف ہوئی ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

4۔ قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی کتابیں اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود نہیں، بلکہ ان میں بڑی تبدیلیاں کی گئیں، ان کتب میں جو تبدیلیاں ہوئیں اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ تمام کتابیں جس حالت میں نازل ہوئی تھیں ہم اسی اصلی حالت میں ان پر ایمان رکھتے ہیں، اسی کو صحیح مانتے ہیں، اور ان میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کو ہم نہیں مانتے اور ہم ان سے بالکلیہ بَری ہیں۔

اس لیے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ موجودہ تورات، زبور اور انجیل اصل آسمانی کتابیں نہیں ہیں۔

5۔ قرآن کریم اللہ تعالٰی کی آخری کتاب ہے جو کہ اللہ تعالٰی کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد پچھلی تمام کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں، اب قیامت تک صرف قرآن کریم ہی پر عمل کیا جائے گا۔

6۔ قرآن کریم حضور اقدس ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو کہ اسلام کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کریم الفاظ اور مضامین ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔

7۔ پچھلی آسمانی کتابیں اکٹھی نازل ہوئی ہوئیں جبکہ قرآن کریم ضرورت کے مطابق تقریباً 23 سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔

8۔ قرآن کریم الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے، اس لیے قرآنی متن کے بغیر مکمل قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کرنا ناجائز ہے۔

وحی اور احادیث سے متعلق اہم عقائد

مع فتنہ اِنکارِ حدیث کا مختصر تعارف

فہرست:

- وحی کی تعریف۔
- علم کے ذرائع میں سے سب سے افضل ذریعہ وحی ہے۔
- وحی کی ضرورت۔
- وحی نازل ہونے کے طریقے۔
- وحی کی اقسام۔
- حدیث کی تعریف۔
- احادیث بھی وحی ہیں۔
- حدیث قدسی۔
- احادیث حُجّت اور دلیل ہیں۔
- حفاظتِ حدیث کے مختلف طریقے۔
- حُجِّیّتِ حدیث اور فتنہ انکارِ حدیث کا مختصر تعارف۔

وحی اور احادیث سے متعلق اہم عقائد

ہمارے دین اسلام کی بنیاد وحی پر ہے کہ قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے، اس لیے وحی کی حقیقت اور ضرورت کے بارے میں ذیل میں مختصراً کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

وحی کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اس کے کسی نبی پر نازل ہو اُس کو وحی کہتے ہیں۔

علم کے ذرائع میں سے سب سے افضل ذریعہ وحی ہے:

علم حاصل کرنے کے تمام ذرائع میں سے سب سے اہم اور افضل ذریعہ وحی ہے۔

وحی کی ضرورت:

اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کے لیے ہر انسان کو تین چیزیں عطا فرمائی ہیں جو کہ علم کے ذرائع ہیں:

1۔ حواسِ خمسہ یعنی: دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا۔

2۔ عقل۔

3۔ وحی۔

یہ تین اسباب ایسے ہیں جن کے ذریعے علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم ان کا تفصیلی جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ہم اپنے حواس سے ایک حد تک علم حاصل کر سکتے ہیں بس، اس کے آگے نہیں، یہ تمام حواس جہاں بہت سی باتوں کی معلومات فراہم کرتے ہیں وہاں بہت سی باتوں کے بارے میں بے بس ہو جاتے ہیں کہ وہ ان کی حدود سے باہر ہوتے ہیں، اسی طرح ایک حد تک عقل سے علم حاصل کر سکتے ہیں بس، اس کے آگے نہیں کہ عقل ایک بہترین علم کا ذریعہ ہو کر بھی بہت سے سوالات کے بارے میں ہمیں جواب نہیں دے سکتا۔ حواس اور عقل کے علاوہ علم حاصل کرنے کا تیسرا راستہ وحی کا ہے۔ ان تین آلاتِ علم میں سے اعلیٰ اور افضل ذریعہ

وحی ہے، جس کے ذریعے ہم وہ علم حاصل کر سکتے ہیں جو حواس اور عقل کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتے۔اس سے وحی کی ضرورت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

تنبیہ:

اس سے یہ بات بالکلیہ واضح ہو جاتی ہے کہ ہر بات میں صرف عقل کو معیار نہیں بنایا جا سکتا کیوں کہ یہ خود بھی ایک محدود ذریعہ ہے علم کا، اور چوں کہ دین کی بنیاد وحی پر ہے اور وحی کا درجہ اور مقام عقل سے بالاتر ہے، عقل کے بس میں نہیں کہ وہ دین کے ہر حکم اور ہر بات کی حقیقت کو سمجھ سکے۔اس لیے دین کی ہر بات کو سمجھنے اور قبول کرنے کے لیے عقل کو معیار بنانا غلط ہے۔جب دنیا کی ہزاروں باتوں میں عقل بے بس ہو جاتی ہے تو دین کی ہر بات میں عقل پر مدار کیسے رکھا جا سکتا ہے؟؟اس لیے دین کا دار و مدار ماننے، اعتماد کرنے اور سر جھکانے پر ہے، نہ کہ صرف عقل پر۔اس سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے کہ جو دین کی ہر بات عقل پر تولتے ہیں۔ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم اور ہر بات کے آگے سر جھکا دے چاہے اس کی عقل میں آئے یا نہ آئے۔اس کی مکمل تفصیل ملاحظہ فرمائیں: علوم القرآن از شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

وحی نازل ہونے کے طریقے:

1۔صَلصَلۃ الجرس یعنی گھنٹی کی سی آواز سنائی دینا۔ 2۔فرشتے کا انسانی صورت میں آکر وحی لانا۔

3۔فرشتے کا اپنی شکل میں آنا۔ 4۔خواب میں وحی کا آنا۔

5۔اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہونا۔ 6۔دل میں بات ڈالنا۔

فائدہ: وحی نازل ہونے کے مذکورہ طریقوں میں سے قرآن کریم صرف ایک ہی طریقے سے نازل ہوا ہے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے، جبکہ حدیث مختلف طریقوں سے نازل ہوئی ہے۔

وحی کی اقسام:

وحی کی دو قسمیں ہیں:

1۔ وحیِ متلُوّ۔

2۔ وحیِ غیر متلوّ۔

متلو کے معنی ہیں: تلاوت کی جانے والی۔ قرآن کریم وحی متلو ہے کیوں کہ اس کی تلاوت کی جاتی ہے، جبکہ احادیث وحی غیر متلو ہیں۔

حدیث کی تعریف:

نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو حدیث کہتے ہیں۔ تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کوئی کام ہوا تو حضور اقدس ﷺ نے اس پر سکوت فرمایا اور کوئی تردید نہیں فرمائی، یہ بھی اس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

احادیث بھی وحی ہیں:

1۔ قرآن کریم کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی ہے جو کہ ہمارے پاس احادیث کی صورت میں محفوظ ہے۔ اس لیے احادیث بھی وحی ہیں، البتہ یہ وحی غیر متلو ہیں۔

2۔ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے ہیں، جبکہ حدیث میں معنیٰ اور مفہوم تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے لیکن الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہیں۔

حدیث قدسی:

حدیثِ قدسی بھی حدیث ہی ہوتی ہے، لیکن اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے کہ حضور ﷺ ایسی حدیث یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

احادیث حُجّت اور دلیل ہیں:

جس طرح قرآن دلیل و حجت ہے اسی طرح احادیث بھی دلیل اور حجت ہیں، جو شخص احادیث کو نہیں مانتا یا احادیث کو دلیل نہیں مانتا تو وہ اسلام سے خارج ہے۔

حفاظتِ حدیث کے مختلف طریقے:

نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں بہت سے صحابہ کرام کے پاس لکھی ہوئی احادیث کا ایک ذخیرہ موجود تھا، تاہم اکثر صحابہ احادیث کو زبانی یاد رکھتے تھے کیوں اس وقت حافظہ مضبوط ہونے کی وجہ سے یہی طریقہ زیادہ عام تھا، اس کے علاوہ دیگر وجوہات بھی تھیں۔ پھر دوسری صدی ہجری میں احادیث کو باقاعدہ کتابی شکل میں لکھا گیا، گویا کہ احادیث ہر زمانہ میں محفوظ رہی ہیں، البتہ حفاظت کے طریقے تبدیل ہوتے رہے ہیں، عہدِ نبوی میں زیادہ تر زبانی یاد رکھ کر ان کی حفاظت ہوتی رہی جبکہ اس کے بعد باقاعدہ کتابت کے ذریعے محفوظ کی گئیں۔ اور اس سے آگے بڑھ کر اس کی حفاظت کے لیے علمِ اسماء الرجال سمیت اہم علوم بھی وضع کیے گئے۔

احادیث چوں کہ قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح ہیں اس لیے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسی طرح اس کے معانی اور تفسیر یعنی احادیث کی حفاظت بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے، اللہ احادیث کا بھی محافظ ہے۔ (عقائد اہل السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

حُجِّیَّتِ حدیث اور فتنہ انکارِ حدیث کا مختصر تعارف:

قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن سے زیادہ واضح ہے کہ قرآن کریم کی طرح حدیث بھی حجت اور دلیل ہے، اس لیے حدیث پر ایمان رکھنا، حدیث کو ماننا اور اس کو دلیل اور حجت ماننا فرض ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں قرآن وسنت کو مرکزی اور بنیادی دلائل کی حیثیت حاصل ہے، البتہ شرعی دلائل بالترتیب چار ہیں: پہلے قرآن، پھر حدیث، پھر اجماع اور پھر قیاس شرعی۔

امت میں رفتہ رفتہ رونما ہونے والے فتنوں میں سے ایک نہایت ہی سنگین فتنہ انکارِ حدیث کا فتنہ ہے،

جس کی پیش گوئی خود حضور اقدس ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے کی تھی۔ اس فتنے کا خلاصہ یہ ہے کہ بے بنیاد شبہات، منگھڑت دلائل اور ناقابلِ اعتبار تاؤیلات کے ذریعے کبھی دبے الفاظ میں تو کبھی کھلے الفاظ میں حدیث کا انکار کر دیا جائے یا کم از کم اس کی حیثیت کمزور کر دی جائے، جس کے لیے:

- کبھی کہتے ہیں کہ حدیث کا وجود ہے ہی نہیں، یہ ساری روایات تو بعد میں گھڑی گئی ہیں۔
- کبھی کہتے ہیں کہ حدیث کا وجود تو ہے لیکن وہ صحابہ کے لیے حجت اور دلیل تھی، ہمارے لیے نہیں، بلکہ ہمارے لیے قرآن ہی کافی ہے۔
- کبھی کہتے ہیں کہ حدیث کا وجود بھی ہے اور وہ حجت بھی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ حدیث ہم تک ٹھوس اور معتبر ذرائع سے نہیں پہنچی، اس لیے ہم موجودہ روایات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

الغرض طرح طرح کے بے بنیاد طریقوں سے انکارِ حدیث کا ارتکاب کرتے ہوئے خود بھی اسلام سے رشتہ توڑتے ہیں اور دوسروں کو بھی کفر کی وادی میں داخل کر دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تین طریقے انکارِ حدیث کے تین طریقے بھی ہیں اور تین فرقے بھی، جو کہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

امت میں سب سے پہلے معتزلہ نے حدیث کی ایک قسم خبر واحد کی حجیت کا انکار کر کے انکارِ حدیث کا بیج بویا، جبکہ پچھلے ڈیڑھ دو سو سال میں مصر میں طٰہٰ حسین، ہندوستان میں سرسید احمد خان، عبد اللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری، عنایت اللہ مشرقی سمیت متعدد لوگوں نے انکارِ حدیث کے فتنے کو مختلف عنوانات سے امت میں پھیلایا، پھر پاکستان میں اس فتنے کو عروج غلام احمد پرویز نے بخشا کہ اپنی گمراہ کن کتب سمیت اپنے مشہور رسالے ''طلوعِ اسلام'' کے ذریعے اس فتنے کی آبیاری کی اور ملک کے طول و عرض میں اس کو پھیلایا، پھر بالآخر مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے سینکڑوں جید اہلِ علم نے بڑی تحقیق و احتیاط کے بعد ان کے کفر کا فتویٰ دیا۔ آج بھی ان کے پیروکار اور دیگر منکرینِ حدیث و متجددین مختلف طریقوں سے انکارِ حدیث کا فتنہ پھیلا رہے ہیں، اور یوٹیوب چینلز، فیس بک پیجز، واٹس اپ گروپس اور ویب سائٹس کے ذریعے خوبصورت پیرایوں میں حدیث اور اس کی حجیت کا انکار کرتے اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے نظر آتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ منکرینِ حدیث کے پاس اپنی باتوں اور دعووں پر کوئی بھی معتبر دلیل نہیں ہے، بلکہ ان کے پاس صرف مغالطے، خود ساختہ خیالات اور وساوس ہیں جن کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان منکرینِ حدیث اور متجددین سے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو مکمل محفوظ رکھیں، خصوصًا کالج اور یونیورسٹی کے عزیز طلبہ اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ کہیں کوئی دین بیزار پروفیسر حدیث اور اس کی حجیت سے متعلق گمراہ کن نظریات میں مبتلا نہ کردے ورنہ تو انجام کار ایمان سے محرومی ہی ہوگی اور ہمیں اس کا احساس بھی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہر قسم کے فتنے سے بچائے رکھے۔

فائدہ: حدیث کی حجیت اور فتنہ انکارِ حدیث کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں:

- حجیتِ حدیث از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔
- حجیتِ حدیث از شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ۔
- نصرۃ الحدیث از حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب رحمہ اللہ۔
- فتنہ انکارِ حدیث از مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ۔
- فتنہ انکارِ حدیث اور اس کا پسِ منظر از حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ۔
- انکارِ حدیث کے نتائج از حضرت اقدس مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ۔
- انکارِ حدیث کے نتائج از حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ۔
- غلام احمد پرویز: شخصیت اور کردار از حضرت مولانا خلیق صاحب۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق عقائد

صحابی کی تعریف:

صحابی وہ شخص ہوتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضرت محمد ﷺ کو دیکھا ہو، یا حضرت محمد ﷺ نے ان کو مؤمن ہونے کی حالت میں دیکھا ہو اور اس کا خاتمہ بھی ایمان ہی پر ہوا ہو۔

حضرات صحابہ کرام کے فضائل:

1۔ اللہ تعالیٰ نے پوری امت میں سے صحابہ کرام کو منتخب فرما کر بڑی فضیلت عطا فرمائی۔ صحابہ کرام کے ساتھ محبت حضرت محمد ﷺ کے ساتھ محبت ہے جبکہ صحابہ کرام کے ساتھ بغض حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بغض ہے۔ تمام صحابہ عادل، مؤمن کامل اور جنّتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں انھیں مغفرت اور معافی کا پروانہ عطا فرمایا۔ صحابہ کرام کے ساتھ محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ اس لیے ہر صحابی کا احترام اور تعظیم ضروری ہے۔ اللہ دنیا ہی میں ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان و تقویٰ اور قلبی کیفیات کا امتحان لے کر انہیں کامیاب قرار دے دیا اور ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو ایمان کے ساتھ مزیّن فرمایا، ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی، اور کفر و فسق اور گناہ کو ان کے لیے ناپسند قرار دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کا متبع اور پیروکار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے خود صحابہ کرام کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ آپس میں بڑے مہربان اور کافروں پر بڑے سخت ہیں، وہ بڑے عبادت گزار ہیں، اللہ کی خوشنودی کے طلبگار ہیں، تورات اور انجیل میں بھی ان کی مدح بیان فرمائی، ان کو کامیاب اور جنّتی قرار دیا۔ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنی امت میں سب سے بہترین اور افضل قرار دیا۔

2۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سب سے افضل ہیں، پھر حضرات صحابہ میں سے بھی بعض صحابہ دیگر صحابہ سے افضل ہیں، جیسے سب سے افضل صحابی حضرت ابو بکر صدیق ہیں، پھر

حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی افضل ہیں رضی اللہ عنہم۔ پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھ صحابہ دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں، جن کے نام یہ ہیں: حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ہیں، پھر اصحابِ بدر، پھر اصحابِ اُحد، پھر اصحابِ بیعتِ رضوان، پھر فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لانے والے اور غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرام فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے صحابہ کرام سے افضل ہیں، رضی اللہ عنہم۔

کروڑوں رحمتیں ہوں ان مقدس ترین ہستیوں پر!!

3۔ قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی کسی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

خلافتِ راشدہ:

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تیس سال تک خلافتِ راشدہ کا زمانہ ہے جس کو خلافتِ نبوت بھی کہا گیا ہے۔ ان تیس سالوں میں حضور اقدس ﷺ کے جلیل القدر صحابہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بالترتیب خلیفہ بنے۔ ان چار خلفاء راشدین کے فیصلوں کو قبول کرنا اور ان کی سنتوں پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو قبول کرنا۔

صحابہ کرام کا معیارِ حق ہونا:

تمام صحابہ کرام برحق ہیں، صحابہ کرام حق کا معیار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے ایمان کو معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے، حضور اقدس ﷺ نے بھی "ما أنا عليه وأصحابي" فرما کر صحابہ کے ایمان، اقوال، افعال، عقائد، اخلاق اور عادات کو امت کے لیے حق کا معیار قرار دیا۔ حضرات صحابہ پر اعتماد نہ کرنا در حقیقت دین ہی پر اعتماد نہ کرنا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور اجتہادی خطائیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات ومشاجَرات امانت، دیانت، تقویٰ اور اختلافِ اجتہادی پر مبنی ہیں، ان میں سے جن سے خطائے اجتہادی ہوئی ہو وہ بھی اجر کے مستحق ہیں، اس لیے کہ خطا کرنے والے مجتہد کو بھی ایک اجر ملتا ہے اور اس سے ایسی خطا پر دنیا میں مواخذہ ہوتا ہے نہ آخرت میں۔ کسی بھی شخص کو صحابہ کے اجتہادی خطا پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کسی بھی صحابی سے اللہ آخرت میں کوئی مواخذہ نہیں فرمائیں گے، کیوں کہ اللہ نے انھیں دنیا ہی میں جنت اور مغفرت کی بشارت دی ہے۔ اس لیے صحابہ کے ایسے تمام امور میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہے، ان کا ذکر خیر کے سوا کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ آجکل بہت سے لوگ مختلف عنوانات سے مشاجراتِ صحابہ کے مسائل کو زیرِ بحث لاکر خود بھی فتنے اور گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی فتنوں میں مبتلا کرتے رہتے ہیں، ایسے فتنہ پرور لوگوں سے خصوصیت کے ساتھ بچنا چاہیے۔

فضائلِ اہلِ بیتِ نبوی رضی اللہ عنہم:

1۔ حضور اقدس ﷺ نے امت کو اپنے اہلِ بیت سے محبت کرنے کا حکم فرمایا اور ان سے محبت کو ایمان کا جُز قرار دیا۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دنیا بھر کی عورتوں سے افضل قرار دیا اور انھیں ہر قسم کی ظاہری و باطنی گندگی سے پاک قرار دیا۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو طیبات یعنی پاکیزہ عورتیں قرار دیا اور ان پر الزام تراشی کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں لعنت اور عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور عذابِ الٰہی کا مستحق ہے۔

فائدہ: اصولی طور پر اہلِ بیت سے مراد بیوی بچے ہوتے ہیں، مزید تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ ذیل میں ازواج مطہرات اور اولاد کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ کچھ تعارف حاصل ہو۔

حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن:

حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد گیارہ ہے، جن میں سے دو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی انتقال کر گئیں:

- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔
- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

نو(9)ازواج مطہرات حضور اقدس ﷺ کی وفات کے وقت حیات تھیں۔

ذیل میں ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی بترتیبِ نکاح ذکر کیے جاتے ہیں:

1: حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

2: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

3: حضرت عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

4: حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔

5: حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

6: حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا۔

7: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

8: حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

9: حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا۔

10: حضرت صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا۔

11: حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

حضور اقدس ﷺ کی باندیاں:

حضور اقدس ﷺ کی تین باندیاں بھی تھیں:

1: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا۔

2: حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا۔

3: حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا۔

حضور اقدس ﷺ کے صاحبزادے:

حضور اقدس ﷺ کے تین صاحبزادے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

1: حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

2: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ان کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے، جبکہ بعض نے ان دونوں کو الگ الگ بھی شمار کیا ہے)۔

3: حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ تینوں صاحبزادے آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے۔

حضور اقدس ﷺ کی صاحبزادیاں:

حضور اقدس ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں:

1: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

2: حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

3: حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

4: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

فائدہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تین صاحبزادیاں بھی حضور اقدس ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پاگئی تھیں۔

فائدہ: حضور اکرم ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ آپ کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

وضاحت: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور صاحبزادی سے حضور اقدس ﷺ کی مبارک نسل کا سلسلہ نہیں چلا۔

صحابہ کرام کی شان میں چند آیات مبارکہ

قرآن وسنت میں صحابہ کرام کی بہت زیادہ فضیلت اور شان بیان فرمائی گئی ہے جن کو یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں، البتہ چند آیات ذکر کی جاتی ہیں جن سے صحابہ کا مقام عالیشان بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ترجمہ "آسان ترجمہ قرآن" سے مأخوذ ہے۔

- سورتِ توبہ آیت 100:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

ترجمہ:

"اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔"

- سورتِ توبہ آیت 117:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ

يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ ۞

ترجمہ:

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی ہے نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے ایسی مشکل کی گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا، جبکہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ڈگمگا جائیں، پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ یقیناً وہ ان کے لیے بہت شفیق، بڑا مہربان ہے۔''

- سورتِ فتح آیت 18:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۞

ترجمہ:

''یقیناً اللہ ان مؤمنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔''

- سورتِ فتح آیت 29:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۞

ترجمہ:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی

سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔

- سورتِ حجرات آیت 7،8:

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِيۡكُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ؕ لَوۡ يُطِيۡعُكُمۡ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَ لٰـكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَكَرَّهَ اِلَيۡكُمُ الۡكُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡيَانَ ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعۡمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ

ترجمہ:

"اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔ بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ اگر تمہاری بات مان لیں تو خود تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں پُرکشش بنادیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھا دی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک ٹھیک راستے پر آچکے ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کا نتیجہ ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔"

- سورتِ حدید آیت 10:

وَمَا لَـكُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيۡـرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَا يَسۡتَوِىۡ مِنۡكُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓـئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقَاتَلُوۡا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ

ترجمہ:

''اور تمہارے لیے کونسی وجہ ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو، حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جنہوں نے (مکہ کی) فتح سے پہلے خرچ کیا، اور لڑائی لڑی، وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں۔ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا، اور لڑائی لڑی۔ یوں اللہ نے بھلائی کا وعدہ ان سب سے کر رکھا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

- سورتِ تحریم آیت 8:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

ترجمہ:

''اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری برائیاں تم سے جھاڑ دے، اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس دن جب اللہ نبی کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔ وہ کہہ رہے ہوں گے کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے اس نور کو مکمل کر دیجیے اور ہماری مغفرت فرما دیجیے۔ یقیناً آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔''

- سورتِ انفال آیت 74:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞

ترجمہ:

”اور جو لوگ ایمان لے آئے، اور انہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہ اور جنہوں نے انہیں آباد کیا اور ان کی مدد کی؛ وہ سب صحیح معنوں میں مؤمن ہیں۔ ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔“

صحابہ کرام سے متعلق چند کفریہ عقائد:

جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو یا یہ نظریہ رکھتا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہو گئی کہ اس کے مستحق حضرت علی تھے؛ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

- ردالمحتار میں ہے:

نَعَمْ لَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ مَنْ قَذَفَ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا، أَوْ أَنْكَرَ صُحْبَةَ الصِّدِّيقِ، أَو اعْتَقَدَ الْأُلُوهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ، أَوْ أَنَّ جِبْرِيلَ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ، أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ مِن الْكُفْرِ الصَّرِيحِ الْمُخَالِفِ لِلْقُرْآنِ، وَلَكِنْ لَوْ تَابَ تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ. (مطلب قبول توبة اليأس دون الإيمان)

کرامت اور بزرگانِ دین سے متعلق عقائد

کرامت کی حقیقت:

کرامت اُس خرقِ عادت یعنی خلافِ عادت کام کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے متبعِ شریعت نیک بندے کی توقیر اور عزت بڑھانے کے لیے ان کے ہاتھوں پر ظاہر فرما دیتے ہیں۔

تنبیہ:

کرامت عام عادت سے ہٹ کر ایک کام ہوتا ہے، اور جو عام عادت کے موافق ہو وہ کرامت نہیں ہوتی، اس لیے جو لوگ کرامت صرف اس لیے نہیں مانتے کہ یہ تو عجیب وغریب کام ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو وہ واضح غلطی کا شکار ہیں کیوں کہ کرامت ہوتی ہی عجیب وغریب ہے، اس لیے کہ وہ عام عادت سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ یہ اہم نکتہ ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے۔

کرامات کا صدور حق ہے:

اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے کہ بزرگانِ دین اور اولیاءُ اللہ سے کرامات کا صدور حق ہے، جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے معجزات کا ظہور حق ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اولیاءُ اللہ سے کرامات کا صدور حق تو ہے لیکن ضروری نہیں، یہ بالکل ممکن ہے کہ کسی بڑے سے بڑے ولی کے ہاتھوں عمر بھر کسی کرامت کا ظہور نہ ہو، گویا کہ اگر کسی اللہ کے ولی بزرگ سے زندگی بھر کرامت کا صدور نہ بھی ہو تب بھی اس کی ولایت اور بزرگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ کرامت بزرگی کے لوازمات میں سے نہیں ہے۔

معجزہ اور کرامت کے پیچھے اللہ کی قدرت ہوتی ہے:

معجزہ ظاہر کرنے میں نبی اور کرامت ظاہر کرنے میں کسی ولی کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ معجزہ اور کرامت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ پیغمبر کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرمانے پر قادر ہیں اسی طرح کسی ولی کے ہاتھ پر بھی کرامت ظاہر کرنے پر قادر ہیں۔

قرآن وسنت سے ثابت شدہ کرامات کا حکم:

اولیاءُاللہ کی بعض کرامات قطعی دلائل سے ثابت ہیں، اُن پر ایمان لانااور ان کو دل وجان سے تسلیم کرنا فرض ہے، ان کاانکار کرنا کفر ہے، جیسے :اصحابِ کہف کا تین سو سال سے زائد سوئے رہنا، حضرت مریم کے بطن سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا، حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل آنا، وغیرہ۔البتہ جو کرامات دلائلِ ظنیہ سے ثابت ہیں ان کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے، ان کاانکار کرنا گمراہی ہے۔واضح رہے کہ بزرگانِ دین سے جو کرامات واقعتاً ثابت ہیں ان کاانکار جہالت، تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

کرامت اور معجزے کا فرق:

معجزہ اور کرامت میں متعدد اعتبار سے فرق ہے جیسے:

- معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے جبکہ کرامت ولی کے ہاتھوں۔
- معجزہ نبی کی نبوت پر دلیل ہوتا ہے جبکہ کرامت ولی کی ولایت کی دلیل نہیں ہوتی۔
- معجزہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا یعنی اس جیسا کوئی پیش نہیں کر سکتا، جبکہ کرامت جیسا کام مدمقابل میں پیش کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کو کرامت نہیں کہتے۔

فائدہ: اگر کسی غیر متبعِ شریعت یعنی فاسق شخص کے ہاتھوں خلافِ عادت کام ظاہر ہو جائے تو اس کو کرامت نہیں کہتے بلکہ استدراج کہتے ہیں، یا وہ شعبدہ بازی ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں مذکور چند کرامات

ذیل میں قرآن کریم میں مذکور چند کرامات ذکر کی جاتی ہیں، ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر ''آسان ترجمہ قرآن'' سے ماخوذ ہے۔

- سورتِ کہف آیت 18:

وَ تَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ ‌ۖ وَنُـقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ‌ۖ وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ‌ؕ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ۞

ترجمہ:

''تم انہیں (دیکھ کر) یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے، اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔ اگر تم انہیں جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے، اور تمہارے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔''

تفسیر:

یعنی سونے والے پر نیند کی جو علامتیں دیکھنے والوں کو نظر آتی ہیں۔ وہ ان میں نظر نہیں آتی تھیں، اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لیٹے ہوئے جاگ رہے ہیں۔

- سورتِ کہف آیت 25:

وَلَبِثُوۡا فِىۡ كَهۡفِهِمۡ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ۞

ترجمہ:

''اور وہ (اصحابِ کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال (سوتے) رہے۔''

- سورتِ مریم آیت 19تا21:

قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ‌ۖ لِاَهَبَ لَـكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۞ قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا ۞ قَالَ كَذٰلِكِ‌ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ‌ۚ وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحۡمَةً مِّنَّا‌ۚ وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا ۞

ترجمہ:

"فرشتے نے کہا: میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور اس لیے آیا ہوں) تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا: میرے لڑکا کیسے ہو جائے گا، جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں؟ فرشتے نے کہا: ایسے ہی ہو جائے گا۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ: یہ میرے لیے ایک معمولی بات ہے۔ اور ہم یہ کام اس لیے کریں گے تاکہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنائیں۔ اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں اور یہ بات پوری طرح طے ہو چکی ہے۔"

- سورتِ آل عمران آیت 37:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۞

ترجمہ:

"چنانچہ اس کے رب نے اس (مریم) کو بطریق احسن قبول کیا اور اسے بہترین طریقے سے پروان چڑھایا۔ اور زکریا اس کے سرپرست بنے۔ جب بھی زکریا ان کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے، ان کے پاس کوئی رزق پاتے، انھوں نے پوچھا: مریم! تمہارے پاس یہ چیزیں کہاں سے آئیں؟ وہ بولیں: اللہ کے پاس سے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

بزرگانِ دین کے بارے میں عقائد

1۔ اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، علمائے امت اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا ادب واحترام کرنا چاہیے، توحید کی آڑ میں نہ تو بزرگوں کے کمالات و کرامات کا انکار کرنا چاہیے، اور نہ ہی بزرگوں کے کمالات و کرامات کی بنا پر ان کو خدا کا درجہ دینا چاہیے، بلکہ ان کو خدا کے محبوب بندے گمان کرتے ہوئے ان کو انھی کے مقام و مرتبہ پر رکھنا چاہیے۔

2۔ بزرگوں سے کشف وکرامات کا صدور حق ہے، البتہ ان کا صادر ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی یہ بزرگی اور ولایت کی دلیل ہے، بلکہ اصل چیز شریعت اور سنت کی اتباع ہے،یہی اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا ذریعہ ہے، ولایت وبزرگی کا تعلق بھی اسی کے ساتھ ہے،اس کے ہوتے ہوئے کسی کشف وکرامت کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ہزارہا کرامتوں پر بھاری ہے، لیکن جو شخص شریعت اور سنت کا پیروکار نہ ہواس کے سرپر بزرگی اور ولایت کا تاج نہیں سجتا اگرچہ اس سے کشف وکرامات صادر ہوتے ہوں، کیوں کہ شریعت کی خلاف ورزی کے ہوتے ہوئے کشف وکرامات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

جِنّات سے متعلق عقائد اور اہم معلومات

جِنّات انسانوں سے پہلے آگ سے پیدا کیے گئے:

جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک قدیم مخلوق ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے پہلے آگ سے پیدا کیا تھا۔ انسانوں سے پہلے زمین پر جنات آباد تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے زمین کی خلافت انسانوں کو عطا فرمائی۔ (عقائدِ اہلُ السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

- سورتِ حجر آیت 26،27:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ ۞ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۞

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ اور جنات کو اس سے پہلے ہم نے لو کی آگ سے پیدا کیا تھا۔''

تفسیر:

جس طرح انسان کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اسی طرح جنات میں سب سے پہلے جس جن کو پیدا کیا گیا اس کا نام جانّ تھا اور اسے آگ سے پیدا کیا گیا۔ (آسان ترجمہ قرآن)

- سورتِ بقرہ آیت 30:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞

ترجمہ:

''اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں وہ کہنے لگے۔ کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو اس میں فساد مچائے اور خون خرابہ کرے حالانکہ ہم آپ کی تسبیح اور حمد و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے کہا: میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

تفسیر:

آیت نمبر 22 میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت واجب ہونے کی نہایت مختصر اور سادہ مگر مضبوط دلیل یہ دی گئی تھی کہ جس نے تمہیں پیدا کیا وہی عبادت کا مستحق ہے۔ آیت نمبر 28 میں کافروں کے کفر پر تعجب کا اظہار بھی اسی بنا پر کیا گیا تھا۔ اب انسان کی پیدائش کا پورا واقعہ بیان کر کے اس دلیل کو مزید پختہ کیا جارہا ہے آیت میں خلیفہ سے مراد انسان ہے اور اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر خود بھی عمل کرے اور اپنی طاقت کے مطابق دوسروں سے بھی عمل کروانے کی کوشش کرے۔

فرشتوں کے اس سوال کا منشاء خدانخواستہ کوئی اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ وہ حیرت کر رہے تھے کہ ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے جو نیکی کے ساتھ بدی کی صلاحیت بھی رکھتی ہوگی جس کے نتیجے میں زمین پر فساد پھیلنے کا امکان ہوگا، مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ انسان سے پہلے زمین پر جنات پیدا کیا گئے تھے اور انہوں نے آپس میں لڑ لڑ کر ایک دوسرے کو ختم کر ڈالا تھا، فرشتوں نے سوچا کہ شاید انسان کا انجام بھی ایسا ہی ہو۔ (آسان ترجمہ قرآن)

جنات کی بعض خصوصیات:

1۔ جنات اب بھی موجود ہیں، اور زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہیں، جنات کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے، جیسے فرشتے انسانوں کو نظر نہیں آتے۔(عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ)

- سورتِ اَعراف آیت 27:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞

ترجمہ:

”اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! شیطان کو ایسا موقع ہر گز ہر گز نہ دینا کہ وہ تمہیں اسی طرح فتنے میں ڈال

دے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا، جبکہ ان کا لباس ان کے جسم سے اتروالیا تھا، تاکہ ان کو ایک دوسرے کی شرم کی جگہیں دکھادے۔ وہ اور اس کا جتھ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیطانوں کو ہم نے انہی کا دوست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

2۔ جنات کی مختلف صورتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنات کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں، عام طور پر جنات سانپ، بلی، اور کتے کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ (عقائدِ اہلُ السنۃ والجماعۃ)

- مستدرک حاکم میں ہے:

٣٧٠٢- أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْجِنُّ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ: صِنْفٌ لَهُمْ أَجْنِحَةٌ يَطِيرُونَ فِي الْهَوَاءِ، وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَكِلَابٌ، وَصِنْفٌ يَحِلُّونَ وَيَظْعَنُونَ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

- آكام المرجان في أحكام الجان:

وَلَا شكّ أن الْجِنّ يتطورون ويتشكلون فِي صور الْإِنْس والبهائم فيتصورون فِي صور الْحَيَّات والعقارب وَفِي صور الْإِبِل وَالْبَقر وَالْغنم وَالْخَيْل وَالْبِغَال وَالْحمير وَفِي صور الطير وَفِي صور بني آدم كَمَا أَتَى الشَّيْطَان قُرَيْشًا فِي صُورَة سراقَة بن مَالك بن جعْشم لما أَرَادوا الْخُرُوج إِلَى بدر. (الْبَاب السَّادِس فِي بَيَان تطور الْجِنّ وتشكلهم)

فائدہ: شیطان کسی شخص کے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی صورت اختیار کر کے نہیں آسکتا، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا، اور مؤمن کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوا کرتا ہے۔"

- جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

٦٩٩٤- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِن النُّبُوَّةِ».

3۔ مجموعی طور پر جنات انسانوں سے زیادہ طاقتور نہیں، صرف اتنا ہے کہ وہ نظر نہیں آتے، لمبی لمبی مسافت بہت جلد قطع کر لیتے ہیں، اور انسانی جسم میں حلول کر لیتے ہیں۔

4۔ انسانوں کی بنسبت جنات کی عمریں بہت زیادہ لمبی ہوتی ہیں، حتی کہ کئی سو سال ان کی عمریں ہوتی ہیں۔

5۔ جنات میں بھی نر و مادہ پائے جاتے ہیں، ان میں بھی نکاح اور توالد و تناسل کا سلسلہ رہتا ہے۔

6۔ جنات بھی کھانے پینے کے محتاج ہیں، بعض روایات میں ہڈی وغیرہ کو ان کی خوراک بتایا گیا ہے۔

(عقائدِ اہلُ السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

- سنن ابی داود:

٣٩ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، انْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا. قَالَ: فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ.

- آكام المرجان في أحكام الجان:

قَالَ الْقَاضِي أَبُو يعلى وَالْجِنّ يَأْكُلُون وَيَشْرَبُونَ ويتناكحون كَمَا نَفْعل.

(الْبَاب الْحَادِي عشر فِي أَن الْجِنّ يَأْكُلُون وَيَشْرَبُونَ)

جِنّات بھی مکلَّف یعنی احکام کے پابند ہیں:

انسانوں کی طرح جنات بھی عقل و شعور کے مالک اور احکامِ خداوندی کے مکلف ہیں۔ ان میں بھی ہر طرح کے گروہ ہیں، ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، نیک بھی ہیں اور بد بھی۔ مسلمان اور نیک جِنات جنّت

میں جبکہ کافر اور نافرمان جنات جہنم میں جائیں گے البتہ گناہ گار مسلمان جنات اپنی سزا پا کر جنت میں جائیں گے، جیسا کہ انسانوں کا معاملہ ہو گا۔(عقائدِ اہلُ السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

- سورتِ انعام آیت 130:

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ وَیُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ هٰذَا ؕ قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰۤی اَنۡفُسِنَا ۖ وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا وَشَهِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ ۞

ترجمہ: "اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم میں سے وہ پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تم کو اسی دن کا سامنا کرنے سے خبر دار کرتے تھے جو آج تمہارے سامنے ہے؟ وہ کہیں گے: (آج) ہم نے خود اپنے خلاف گواہی دے دی ہے (کہ واقعی ہمارے پاس پیغمبر آئے تھے، اور ہم نے انہیں جھٹلایا تھا) اور (درحقیقت) ان کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا، اور (اب) انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دے دی کہ وہ کافر تھے۔"

تفسیر:

انسانوں میں تو پیغمبروں کا تشریف لانا واضح ہے، اس آیت کی وجہ سے بعض علماء کا کہنا ہے کہ جنات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے پیغمبر آتے رہے اور دوسرے حضرات کا کہنا یہ ہے کہ باقاعدہ پیغمبر تو جنات میں نہیں آئے، لیکن انسانوں میں جو پیغمبر بھیجے گئے وہی جنات کو تبلیغ کرتے تھے اور جو جنات مسلمان ہو جاتے وہ پھر انبیاء کرام کے نمائندے بن کر دوسرے جنات کو بھی تبلیغ کرتے تھے، جیسا کہ سورۃ جنّ میں تفصیل سے مذکور ہے، آیت کی رو سے دونوں احتمال ممکن ہیں؛ کیونکہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں اور جنات دونوں کو تبلیغ کا حق ادا کر دیا گیا اور وہ دونوں طرح ممکن ہے۔(آسان ترجمہ قرآن)

- سورتِ جنّ آیت 2،1:

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۞ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ

وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۞

ترجمہ:

"(اے پیغمبر) کہہ دو: میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) غور سے سنا، اور (اپنی قوم سے جاکر) کہا کہ: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اب اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو (عبادت میں) ہر گز شریک نہیں مانیں گے۔"

تفسیر:

حضور نبی کریم ﷺ کو جس طرح انسانوں کے لئے پیغمبر بنایا گیا تھا، اسی طرح آپ جنات کے لئے بھی پیغمبر تھے، چنانچہ آپ نے جنات کو بھی تبلیغ فرمائی، اور جنات کو تبلیغ کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ آپ کی نبوت سے پہلے جنات کو آسمانوں کے قریب تک پہنچنے دیا جاتا تھا، لیکن حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے بعد انہیں آسمانوں کے قریب جانے سے اس طرح روک دیا گیا تھا کہ جب کوئی جن یا شیطان آسمان کے قریب پہنچنا چاہتا تو اسے ایک شعلے کے ذریعے مار بھگادیا جاتا تھا، جیسا کہ سورۃ حجر (17: 15) اور سورۃ صافات (10: 37) میں گزر چکا ہے، صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ جنات نے جب اس بدلی ہوئی صورت حال کو دیکھا تو ان کے دل میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے کہ اب انہیں آسمان کے پاس بھی پھٹکنے سے روک دیا جاتا ہے، اس غرض کے لئے ان کی ایک جماعت دنیا کا دورہ کرنے کے لئے نکلی، یہ وہ وقت تھا جب آنحضرت ﷺ طائف سے واپس تشریف لارہے تھے اور نخلہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، وہاں آپ نے فجر کی نماز میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کی تو جنات کی یہ جماعت اس وقت وہاں سے گزر رہی تھی، اس نے یہ کلام سنا تو وہ اسے اطمینان سے سننے کے لیے رک گئے، حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان سے فجر کے وقت قرآن کریم کے پر اثر کلام نے ان کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ جنات مسلمان ہوگئے اور پھر اپنی قوم کے پاس بھی اسلام کے داعی بن کر پہنچے، انہوں نے اپنی قوم سے جاکر جو باتیں کیں، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کا خلاصہ بیان

فرمایاہے۔اس واقعے کی طرف مختصر اشارہ سورۃ احقاف :30 میں بھی گذر چکا ہے۔اس کے بعد جنات کے کئی وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے ،اور آپ نے انہیں تبلیغ و تعلیم کا فریضہ انجام دیا۔
(آسان ترجمہ قرآن)

- سورتِ جنّ آیت 13، 11، 14، 15:

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۞۔۔۔ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۞ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۞ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۞

ترجمہ:

''اور یہ کہ : ہم میں کچھ نیک ہیں،اور کچھ ایسے نہیں ہیں اور ہم مختلف طریقوں پر چلے آرہے ہیں۔۔۔۔ اور یہ کہ : جب ہم نے ہدایت کی بات سن لی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ جو کوئی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تو اس کو نہ کسی گھاٹے کا اندیشہ ہوگا،اور نہ کسی زیادتی کا۔اور یہ کہ : ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہوگئے ہیں،اور ہم میں سے (اب بھی) کچھ ظالم ہیں۔ چنانچہ جو اسلام لاچکے ہیں،انہوں نے ہدایت کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔اور رہے وہ لوگ جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔''

تفسیر:

مطلب یہ ہے کہ جنات میں کچھ تو ایسے ہیں جو طبعی طور پر نیک ہیں جو حق بات کو قبول کرنے کا مادہ رکھتے ہیں،اور کچھ ایسے ہیں جو طبعی طور پر شریر ہیں۔اس کے علاوہ تمام جنات کا مذہب ایک نہیں ہے، بلکہ جنات میں بھی مختلف عقیدوں کے لوگ ہیں۔اس لیے ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی ضرورت تھی جو حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پوری ہوگئی ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

بعض جنات کو شرفِ صحابیّت حاصل ہے:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض جنات کو حضور اقدس ﷺ کے صحابی ہونے اور ان سے براہِ

راست قرآن سننے کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضور اقدس ﷺ جنّات کے بھی رسول ہیں:

حضور اقدس ﷺ جس طرح انسانوں کے لیے رسول بناکر مبعوث فرمائے گئے اسی طرح جنّات کے لیے بھی رسول بن کر تشریف لائے، یہ ایک واضح اور مسلّم عقیدہ ہے، جس پر قرآن وحدیث کے دلائل اور امت کے جلیل القدر اکابر اہلِ علم کی تصریحات موجود ہیں، جن میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ قرآن کریم سورۃ الفرقان آیت 1 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ **عالَمِین** یعنی تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہیں، اس آیت میں چوں کہ تمام جہانوں کا ذکر ہے اس لیے اس میں جنّات بھی داخل ہیں، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امت کی عظیم تفاسیر جیسے: تفسیر بغوی، تفسیر کشّاف، تفسیر بیضاوی، تفسیر امام رازی، تفسیر امام نسفی، تفسیر قرطبی، تفسیر جلالین، تفسیر خازن، تفسیر زاد المسیر، تفسیر ابو السعود اور اسی طرح دیگر جلیل القدر تفاسیر میں اسی آیت کے تحت یہی فرمایا گیا ہے کہ یہاں **عالَمِین** سے مراد انسان اور جنّات دونوں ہیں۔ اس سے حضور ﷺ کا جنّات کے لیے بھی نبی ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں چند تفاسیر کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

- **تفسیر امام رازی:**

وقوله : «لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا» فالمراد ليكون هذا العبد نذيرًا للعالمين ..... ثم قالوا: هذه الآية تدل على أحكام: الأول: أن العالم كل ما سوى الله تعالى، ويتناول جميع المكلفين من الجن والإنس والملائكة، لكنا أجمعنا أنه عليه السلام لم يكن رسولًا إلى الملائكة فوجب أن يكون رسولًا إلى الجن والإنس جميعًا، ويبطل بهذا قول من قال: إنه كان رسولًا إلى البعض دون البعض.

- **الجامع لأحكام القرآن للقرطبی:**

والمراد بـ«الْعَالَمِينَ» هنا الإنس والجن؛ لأن النبي ﷺ قد كان رسولا إليهما، ونذيرا لهما، وأنه خاتم

الأنبياء، ولم يكن غيره عام الرسالة إلا نوح فإنه عم برسالته جميع الإنس بعد الطوفان؛ لأنه بدأ به الخلق.

- **تفسیر امام بغوی:**

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُمُ الْجِنُّ والإنس؛ لأنهم مكلفون بِالْخِطَابِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: «لِيَكُونَ لِلْعالَمِينَ نَذِيرا» [الْفُرْقَانِ: ١].

- **تفسیر زادُ المسیر:**

قوله تعالى: «لِلْعَالَمِينَ» يعني الجن والإنس.

- **تفسیر ابو السعود:**

«على عبده» محمدٍ ﷺ، وإيراده ﷺ بذلك العُنوانِ؛ لتشريفه والإيذانِ بكونه ﷺ في أقصى مراتب العُبوديَّةِ، والتنبيهِ على أنَّ الرَّسولَ لا يكونُ إلا عبدًا للمرسِل ردًّا على النَّصارى. «ليكون» غاية التنزيل أي نزَّله عليه ليكونَ هو ﷺ أو الفرقانُ «للعالمين» من الثَّقلينِ...

2۔ امت کی عظیم الشان تفسیر ”تفسیر ابن ابی حاتم“ میں اسی آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے کہ عالَمِین سے مراد انسان اور جِنّات دونوں ہیں۔

١٤٩٥٥- عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: «لِلْعَالَمِينَ» قَالَ: الْجِنُّ وَالْإِنْسُ.

3۔ سورۃ الجن کا نزول بھی اس کا واضح ثبوت ہے، جس میں جِنّات کا حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانا بیان کیا گیا ہے، یہ بھی بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ حضور اقدس ﷺ جِنّات کے لیے بھی نبی ہیں، ورنہ تو ان کے ایمان لانے کی کوئی معقول توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

تنبیہ: ”تفسیر روح المعانی“ میں سورۃ الفرقان کی مذکورہ آیت کے تحت حضور اقدس ﷺ کے جِنّات کے لیے رسول ہونے کو ضروریاتِ دین میں سے قرار دے کر اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔

والمراد بالعالمين عند جمع من العالمين: الإنس والجن ممن عاصره ﷺ إلى يوم القيامة. ويؤيده قراءة ابن الزبير للعالمين للجن والإنس، وإرساله ﷺ إليهم معلوم من الدين بالضرورة فيكفر منكره.

4۔ سورۃ الاَحقاف میں جِنّات کا یہ قول بھی بیان فرمایا گیا ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ:

يٰقَوْمَنَآ أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ (30)

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءُ ۚ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ: "اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ، اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ اور جو اللہ کے داعی کی دعوت قبول نہیں کرے گا تو وہ اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتا، اور ان کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہوگا، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔" (آسان ترجمہ قرآن)

ان آیات میں جِنّات کا اپنی قوم کو حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے کی ترغیب دینے کا ذکر ہے، اور ایمان نہ لانے والے کے لیے وعید بیان کرنے کا بھی ذکر ہے۔ یہ آیات بھی واضح دلیل ہیں اس بات پر کہ حضور اقدس ﷺ جِنّات کے بھی نبی ہیں۔

احادیث مبارکہ:

متعدد احادیث مبارکہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ جِنّات کے بھی نبی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی پیغمبر کو نہیں دی گئیں، (اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ) پہلے تو نبی کو صرف انھی کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جِنّات اور انسانوں سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"

- السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

٤٤٣٩- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي مِنَ الأَنْبِيَاءِ: جُعِلَتْ لِي الأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَلَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ يُصَلِّي حَتَّى يَبْلُغَ مِحْرَابَهُ، وَأُعْطِيتُ الرُّعْبَ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، يَكُونُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ مَسِيرَةُ شَهْرٍ فَيَقْذِفُ اللهُ

الرُّعْبَ فِي قُلُوبِهِمْ، وَكَانَ النَّبِي يُبْعَثُ إِلَى خَاصَّةِ قَوْمِهِ، وَبُعِثْتُ أَنَا إِلَى الْجِنِّ وَالإِنْسِ، وَكَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ يَعْزِلُونَ الْخُمُسَ، فَتَجِيءُ النَّارَ فَتَأْكُلُهُ، وَأُمِرْتُ أَنَا أَنْ أَقْسِمَهَا فِي فُقَرَاءِ أُمَّتِي، وَلَمْ يَبْقَ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِي سُؤْلَهُ، وَأَخَّرْتُ شَفَاعَتِي لِأُمَّتِي».

یہ حدیث مسند البزار اور دلائل النبوۃ میں بھی ہے۔

2۔ اسی طرح مذکورہ بالا مضمون کی بعض احادیث میں "وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً" کے الفاظ ہیں یعنی "مجھے تمام مخلوقات کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔" جس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ جنات کے لیے بھی نبی ہیں کیوں کہ مخلوق میں جنات بھی شامل ہیں۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٥٢١- عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فُضِّلْتُ عَلَى الأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ».

- فتح الباری لابن رجب:

وفي «صحيح مسلم» عن أبي هُريرةَ عن النّبيّ ﷺ قَالَ: «فضلت على الناس بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لي الغنائم، وجعلت لي الأرض طهورا ومسجدا، وأرسلت إلى الخلق كافة، وختم بي النبيون».

وقوله: «إلى الخلق كافة» يدخل فيه الجن بلا ريب. (كتاب التيمم)

3۔ مذکورہ بالا مضمون کی بعض احادیث میں "وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ" کے الفاظ ہیں جن کی ایک تشریح امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ نے جِنّات اور انسانوں سے فرمائی ہے۔

- شُعَب الایمان میں ہے:

١٤٠٣- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبًا وَطَهُورًا ومَسْجِدًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلَّى حَيْثُ كَانَ، وَنُصِرْتُ

بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ». وَرُوِّينَا عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ: الْأَسْوَدُ وَالْأَحْمَرُ يَعْنِي: الْجِنَّ وَالْإِنْسَ.

4۔ ''شعب الایمان'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''مجھے جِنّات اور انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

وَرُوِّينَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: بُعِثْتُ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ.

5۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ''معارف القرآن'' سورۃ الاَنعام آیت: 130 کے تحت فرماتے ہیں:

''حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کو سارے عالم کے انسانوں اور جِنّات کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا اور وہ بھی کسی ایک زمانہ کے لیے نہیں، بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جنّ وانس آپ ﷺ کی امت ہیں، اور آپ ﷺ ہی سب کے رسول وپیغمبر ہیں۔''

خلاصہ:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ انسانوں اور جِنات سب کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اس سے ان حضرات کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو حضور اقدس ﷺ کو صرف انسانوں کے لیے نبی سمجھتے ہیں۔

آسمانی خبریں سننے کی عادت اور اس کی روک تھام:

حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر جایا کرتے تھے، پھر ان میں اپنی طرف سے سو سو جھوٹ شامل کر کے کاہنوں اور جادو گروں کو بتلایا کرتے تھے، پھر حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا، اب اگر کوئی جن آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر جائے بھی تو شہابِ ثاقب کا انگارہ پھینک کر انھیں بھگا یا جاتا ہے۔ (عقائدِ اہلُ السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

- سورتِ حجر آیت16تا18:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۞ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۞ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۞

ترجمہ:

''اور ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے ہیں۔ اور اس کو دیکھنے والوں کے لیے سجاوٹ عطا کی ہے۔ اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔ البتہ جو کوئی چوری سے کچھ سننے کی کوشش کرے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔''

تفسیر:

یہ حقیقت قرآن کریم نے کئی جگہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان آسمان کے اوپر جاکر عالم بالا کی خبریں حاصل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ خبریں کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچائیں، اور وہ ان کے ذریعے لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ انہیں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں، لیکن آسمان میں ان کا داخلہ شروع ہی سے بند ہے، البتہ آنحضرت ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے یہ شیاطین آسمان کے قریب جاکر فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے تھے اور وہاں سے کوئی بات کان میں پڑ جاتی تو اسکے ساتھ سینکڑوں جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتادیتے تھے، اس طرح کبھی کوئی بات صحیح بھی نکل آتی تھی؛ لیکن آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ان کو آسمان کے قریب جانے سے بھی روک دیا گیا، اب اگر وہ ایسی کوشش کرتے ہیں تو ان کو ایک شعلے کے ذریعے مار کر بھگادیا جاتا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

- سورتِ صٰفات آیت6تا10:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٟالْكَوَاكِبِ ۞ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۞ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۞ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۞ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۞

ترجمہ:

''بیشک ہم نے نزدیک والے آسمان کو ستاروں کی شکل میں ایک سجاوٹ عطا کی ہے۔اور ہر شریر شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔وہ اوپر کے جہان کی باتیں نہیں سن سکتے، اور ہر طرف سے ان پر مار پڑتی ہے۔انہیں دھکے دیے جاتے ہیں اور ان کو (آخرت میں) دائمی عذاب ہوگا۔البتہ جو کوئی کچھ اچک لے جائے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

شیطان کی حقیقت اور اس کے مردود ہونے کی تفصیل:

جنات میں سے شریر قسم کو شیاطین کہا جاتا ہے، ان کا سرغنہ شیطان بھی درحقیقت جنوں میں سے ہے، کثرتِ عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ رہنے لگا، آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون ومردود ٹھہرا، اسے قیامت تک لوگوں کو بہکانے اور غلط راہ پر لگانے کی مہلت دی گئی، قیامت کے دن اسے اور اس کے متبعین کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔(عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

- سورتِ ص آیت 71تا85:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۞ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۞ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۞ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕاِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۞ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۞ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۞ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۞ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۞ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۞ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۞ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۞ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۞ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۞ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۞ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۞ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۞

ترجمہ: ''یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گارے سے ایک انسان پیدا کرنے والا

ہوں۔ چنانچہ جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ پھر ہوا یہ کہ سارے کے سارے فرشتوں نے تو سجدہ کیا۔ اللہ نے کہا: ابلیس! جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا ہے؟ کیا تو نے تکبر سے کام لیا ہے، یا تو کوئی بہت اونچی ہستیوں میں سے ہے؟ کہنے لگا: میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اچھا تو نکل جا یہاں سے۔ کیونکہ تو مردود ہے۔ اور یقین جان قیامت کے دن تک تجھ پر میری پھٹکار رہے گی۔ اس نے کہا: میرے پروردگار! پھر تو مجھے اس دن تک کے لیے (جینے کی) مہلت دیدے جس دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اللہ نے فرمایا: چل تجھے ان لوگوں میں شامل کر لیا گیا ہے جنہیں مہلت دی جائے گی۔ (لیکن) ایک متعین وقت کے دن تک۔ کہنے لگا: بس تو میں تیری عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان سب کو بہکاؤں گا۔ سوائے تیرے برگزیدہ بندوں کے۔ اللہ نے فرمایا: تو پھر سچی بات یہ ہے اور میں سچی بات ہی کہا کرتا ہوں۔ کہ میں تجھ سے اور ان سب سے جو ان میں سے تیرے پیچھے چلیں گے، جہنم کو بھر کر رہوں گا۔" (آسان ترجمہ قرآن)

- سورتِ کہف آیت 18:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۞

ترجمہ:

"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ: آدم کے آگے سجدہ کرو۔ چنانچہ سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، وہ جنات میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم میرے بجائے اسے اور اس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو۔ حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں؟ (اللہ تعالیٰ کا) کتنا برا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

جنات کے وجود کا انکار کفر ہے:

جنات کا وجود قطعی دلائل سے ثابت ہے، اس لیے ان کے وجود کا انکار کفر ہے۔

جنات عالم الغیب نہیں ہیں:

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جنات غیب کی خبریں جانتے ہیں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے، اس لیے جنات کے بارے میں یہ دعویٰ بالکل ہی غلط ہے۔

- سورتِ سبا آیت 14:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۞

ترجمہ:

"پھر جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کیا تو ان جنات کو ان کی موت کا پتہ کسی اور نے نہیں بلکہ زمین کے کیڑے نے دیا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا۔ چنانچہ جب وہ گر پڑے تو جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب کا علم جانتے ہوتے تو اس ذلت والی تکلیف میں مبتلا نہ رہتے۔"

تفسیر:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر پر جنات کو مقرر کیا ہوا تھا یہ جنات طبعی طور پر سرکش تھے اور صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی نگرانی میں کام کرتے تھے، اور اندیشہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد وہ کام کرنا چھوڑ دیں گے، اس لیے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جنات کی نگاہوں کے سامنے ایک عصا کے سہارے اپنی عبادت گاہ میں کھڑے ہو گئے، جو شفاف شیشے کی بنی ہوئی تھی، تاکہ جنات انہیں دیکھتے رہیں، اسی حالت میں ان کی وفات ہو گئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو عصا کے سہارے کھڑا رکھا، اور جنات یہ سمجھتے رہے کہ وہ زندہ ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے تعمیر

کا کام مکمل کر لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس عصا پر دیمک مسلط فرما دی جس نے عصا کو کھانا شروع کیا، عصا کمزور پڑ گیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم گر پڑا، اس وقت جنات کو احساس ہوا کہ وہ اپنے آپ کو جو عالم الغیب سمجھتے تھے وہ کتنی غلط بات تھی اگر انہیں غیب کا پتہ ہوتا تو وہ اتنے دن تک غلط فہمی میں مبتلا رہ کر تعمیر کے کام کی تکلیف نہ اٹھاتے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

انسان اور جنات کے مابین نکاح درست نہیں:

جنات اور انسانوں کے مابین نکاح کا معاملہ جائز نہیں کیوں کہ دونوں کی جنس مختلف ہے۔

- ردالمحتار میں ہے:

فِي «الْأَشْبَاهِ» عَن «السِّرَاجِيَّةِ»: لَا تَجُوزُ الْمُنَاكَحَةُ بَيْنَ بَنِي آدَمَ وَالْجِنِّ، وَإِنْسَانِ الْمَاءِ؛ لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ.اهـ. وَمُفَادُ الْمُفَاعَلَةِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلْجِنِّيِّ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِنْسِيَّةً أَيْضًا وَهُوَ مُفَادُ التَّعْلِيلِ أَيْضًا.

موت، قبر اور برزخ

سے متعلق بنیادی عقائد

تفصیلی فہرست

موت وحیات کی حقیقت:

جسم میں روح کے داخل ہونے کا نام زندگی ہے، اور روح کے جسم سے جدا ہو جانے کا نام موت ہے۔

ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے:

ہر انسان کو موت آنی ہے، ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی موت کا آنا حق ہے۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ سمیت تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی موت آئی، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل ہونے کے بعد مقررہ وقت پر موت آنی ہے۔

قبر کا مفہوم:

قبر اسی زمینی گڑھے کا نام ہے جس میں انسان دفن کیا جاتا ہے، یہی اس کا حقیقی معنی ہے، البتہ قبر اسی زمینی حصے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جہاں میت یا میت کے اجزا اور ذرات ہوں وہی اس کی قبر ہے، خواہ وہ یہ زمینی گڑھا ہو یا سمندر کا پانی ہو یا جانور کا پیٹ ہو یا جو بھی جگہ ہو۔

برزخ کا مفہوم:

برزخ کے معنی ہیں: پردہ۔ برزخ زمانے کا نام ہے، موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے اس کو برزخ کہا جاتا ہے یعنی عالمِ برزخ۔

کیا قبر اور برزخ میں ٹکراؤ ہے؟

قبر مکان کا نام ہے جبکہ برزخ زمانے کا، اور مکان اور زمانے میں کبھی ٹکراؤ نہیں ہوا کرتا، اس لیے اگر کوئی مردہ قبر میں مدفون ہے تو وہ قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی، اسی طرح انسان جب مر جاتا ہے تو وہ فوراً برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے، تو دفنانے سے پہلے جب وہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہوتا ہے تو وہ برزخ میں تو ہوتا ہے لیکن زمینی قبر میں ابھی تک موجود نہیں ہوتا۔

موت آتے ہی عالمِ برزخ میں منتقلی:

انسان جب مر جاتا ہے اور اس کی روح نکل جاتی ہے تو وہ فورًا برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے، چاہے وہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہو یا اس کے اعضا اور ذرات جہاں کہیں بھی ہوں۔ برزخ ایک الگ اور مستقل جہان ہے جس کے حالات کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے چھپا رکھا ہے، قرآن وحدیث میں قبر اور برزخ کے جو جو حالات مذکور ہیں ان کو ماننا اور تسلیم کرنا ضروری ہے چاہے وہ ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں۔

ارواح کا مقام:

انسان جب وفات پاجائے تو نیک شخص کی روح عِلِّیِّین میں جبکہ بُرے شخص کی روح سِجِّین میں چلی جاتی ہے، علیین جنت کا ایک مقام ہے جہاں نیک روحیں جاتی ہیں، اور سجین جہنم کا ایک مقام ہے جہاں بُری روحیں جاتی ہیں۔

عالمِ برزخ میں روح کا اپنے جسم سے تعلق اور حیاتِ برزخی:

عالمِ برزخ میں روح کا اپنے جسم اور جسم کے ذرات کے ساتھ تعلق ضرور ہوتا ہے اور یہ تعلق قیامت تک رہتا ہے، اسی تعلق کو برزخی حیات یا قبر کی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ برزخی حیات ہر مسلمان بلکہ ایک کافر اور مشرک کو بھی حاصل ہوتی ہے، اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، البتہ حضرات انبیاء کرام اور شہدائے عظام کو برزخ میں خصوصی حیات حاصل ہوتی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے:

اسی تعلق اور برزخی حیات کی وجہ سے روح پر گزرنے والی ہر اچھی اور بری کیفیت جسم کو بھی محسوس ہوتی ہے گویا کہ عالمِ برزخ کے عذاب وثواب اور انعام وسزا میں روح اور جسم دونوں شریک ہوتے ہیں، یہی حق عقیدہ ہے، جس کو یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

عذابِ قبر حق ہے:

قبر و برزخ کا عذاب اور نعمتیں حق ہیں، البتہ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے برزخ کے حالات انسانوں سے چھپا رکھے ہیں اس لیے وہ سب کچھ پوشیدہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت کبھی کبھار انسانوں کو دکھا بھی دیتے ہیں، البتہ انسانوں اور جنات کے علاوہ دیگر مخلوقات قبر و برزخ میں ہونے والے عذاب کی چیخ و پکار کو سنتے ہیں۔ یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا حق عقیدہ ہے۔

واضح رہے کہ قبر کا عذاب دائمی بھی ہوتا ہے اور عارضی بھی، کفار اور منافقین کو تو دائمی ہوتا ہے جبکہ گناہگار مسلمان کو اس کے گناہوں کی نوعیت کے بقدر عذاب ملتا ہے، البتہ عزیزوں اور مسلمانوں کی دعاؤں، استغفار اور ایصالِ ثواب کی برکت سے عذاب ختم بھی ہو جاتا ہے۔

جس میت کو زمینی قبر نصیب نہ ہو تو اس کا عذاب؟

عذابِ قبر اسی زمینی گڑھے میں ہوتا ہے، البتہ جس کو یہ زمینی قبر نصیب نہ ہو تو جہاں جہاں مردہ یا اس کے ذرات ہوتے ہیں وہاں اس کو عذاب ہوتا ہے۔

قبر اور برزخ میں روح کا اِعادہ:

قبر اور برزخ میں اس جسم کی طرف روح کا اعادہ ہوتا ہے، یعنی روح لوٹا دی جاتی ہے، اس کو اعادۂ روح کہتے ہیں، یہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ البتہ بعض کے نزدیک اس اعادۂ روح کا مطلب باقاعدہ روح کا جسم میں داخل ہو جانا ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اس اعادۂ روح کا مطلب روح کا اپنے جسم کے ساتھ تعلق اور اتصال قائم ہو جانا ہے کہ برزخ میں روح اور جسم کا باہمی تعلق قائم کر دیا جاتا ہے جو کہ تا قیامت قائم رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے یوں بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے بعد روح کا جسم کے ساتھ ایک تعلق قائم کر دیا جاتا ہے جو کہ تا قیامت رہتا ہے۔

حدیث سے اعادۂ روح کا ثبوت:

ذیل میں اعادۂ روح سے متعلق حدیث ملاحظہ فرمائیں:

1۔ ''سنن ابی داود'' میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ: ''وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ'' یعنی اس کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس سے سوال وجواب ہوتے ہیں۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

٤٧٥٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح: وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ -وَهَذَا لَفْظُ هَنَّادٍ- عَنِ الأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا -زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ هَا هُنَا- وَقَالَ: «وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ: يَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟». قَالَ هَنَّادٌ: قَالَ: «وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِي الإِسْلَامُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِى بُعِثَ فِيكُمْ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ». زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ: «فَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: (يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا)» الآيَةَ. ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ: «فَيُنَادِى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِى فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ». قَالَ: «فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا». قَالَ: «وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ». قَالَ: «وَإِنَّ الْكَافِرِ». فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: «وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِى. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِى. فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِى بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِى. فَيُنَادِى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ». قَالَ:

«فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا». قَالَ: «وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ». زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ: «ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا». قَالَ: «فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا». قَالَ: «ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ».

2۔ *مذکورہ حدیث ''مسند احمد'' میں بھی موجود ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں کے لیے* ''فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ'' *کے الفاظ مذکور ہیں یعنی اس مؤمن اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹادی جاتی ہے، پھر اس سے سوال وجواب ہوتے ہیں:*

١٨٥٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ وَكَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ .... حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى، قَالَ: فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُك ..... وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنْ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنْ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنْ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ ..... فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي....» الحديث

3۔ مذکورہ حدیث ''مسند ابی داود الطیالسی''میں بھی موجود ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں کے جسم میں روح لوٹانے اور پھر ان سے سوال وجواب ہونے کا ذکر ہے:

٧٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَهُ مِنَ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَحَدِيثُ أَبِي عَوَانَةَ أَتَمُّهُمَا، قَالَ الْبَرَاءُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ: وُقَّعٌ، وَلَمْ يَقُلْهُ أَبُو عَوَانَةَ، فَجَعَلَ يَرْفَعُ بَصَرَهُ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَخْفِضُ بَصَرَهُ وَيَنْظُرُ إِلَى الأَرْضِ ثُمَّ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» قَالَهَا مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي قُبُلٍ مِنَ الآخِرَةِ وَانْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا جَاءَهُ مَلَكٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ فَتَخْرُجُ نَفْسُهُ وَتَسِيلُ كَمَا يَسِيلُ قَطْرُ السِّقَاءِ ..... فَيُرَدُّ إِلَى الأَرْضِ وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ شَدِيدَا الانْتِهَارِ فَيَنْتَهِرَانِهِ وَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَبُّكَ ؟ وَمَا دِينُكَ؟ ..... قَال: وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَكَانَ فِي قُبُلٍ مِنَ الآخِرَةِ وَانْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا جَاءَهُ مَلَكٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالُ: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ .... فَيُرْمَى بِهِ مِنَ السَّمَاءِ ...... وَيُعَادُ إِلَى الأَرْضِ وَتُعَادُ فِيهِ رُوحُهُ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ شَدِيدَا الانْتِهَارِ فَيَنْتَهِرَانِهِ وَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ ؟ فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ : فَمَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ ؟ فَلَا يَهْتَدِي لِاسْمِهِ، فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ ذَاكَ، قَالَ: فَيُقَالَ: لَا دَرَيْتَ ..... فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا الْخَلَائِقُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ فَيَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أُخْرَى.

4۔ مذکورہ حدیث ''شعب الایمان للبیہقی''میں بھی موجود ہے جس میں مؤمن اور کافر دونوں کے جسم میں روح لوٹانے اور پھر ان سے سوال وجواب ہونے کا ذکر ہے:

٣٩٠- أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الْأَصْبَهَانِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ

زِيَادٍ الْبَصْرِيُّ بِمَكَّةَ: حدثنا سَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ: حدثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ: حدثنا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ قَالَ: فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُؤسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ وَقَالَ: «اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ الْمُؤْمِنَ ..... فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَنْ رَبُّكَ؟ ..... وَأَمَا الْعَبْدُ الْكَافِرُ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ ..... وَأَعِيدُوه إِلَى الْأَرْضِ فَإِنَّا مِنْهَا خَلَقْنَاهُمْ، وَفِيهَا نُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا نُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى. قَالَ: فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرْحًا ...... ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ ...... قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

5۔مذکورہ حدیث ''مستدرک حاکم''میں بھی مذکورہ ہے جس میں مؤمن کے لیے ''فَتُرَدُّ رُوحُهُ إِلَى جَسَدِهِ'' جبکہ کافر کے لیے ''فَيُرْمَى بِرُوحِهِ حَتَّى تَقَعَ فِي جَسَدِهِ'' کے الفاظ موجود ہیں جن سے روح لوٹائے جانے کا ثبوت ہوتا ہے۔ دیکھیے: كِتَابُ الْإِيمَانِ.

حدیث کی توثیق:

مذکورہ حدیث بالکل صحیح اور معتبر ہیں، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اس لیے اس سے استدلال کرنا بالکل درست ہے۔ اطمینان کے لیے ذیل میں چند محدثین کرام کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔امام محدث ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد''میں ''مسند احمد''کی روایت کردہ حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ :اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. (بَابُ السُّؤَالِ فِي الْقَبْرِ)

2۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''شعب الایمان'' میں مذکورہ حدیث ذکر کرکے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ. حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے۔

3۔ امام احمد البوصیری رحمہ اللہ نے ''اتحاف الخیرۃ المھرۃ'' میں ''مسند ابی داود الطیالیسی'' کی روایت کردہ حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ بِسَنَدِ الصَّحِيحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ بِهِ وَعَنْ أَبِي عُوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ بِهِ. (باب قبض روح المؤمن والكافر)

4۔امام حاکم رحمہ اللہ نے ''مستدرک حاکم'' میں مذکورہ حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: یہ حدیث امام بخاری اورامام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔اوراس حدیث میں اہل السنۃ کے لیے بہت سے فوائد جبکہ اہلِ بدعت کے عقائد کی بیخ کنی ہے:

١١١- فَحدثنا أَبُو سَعِيدٍ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَنْصُورٍ الْعَدْلُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو الأَزْدِيُّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَذَكَرَ حَدِيثَ الْقَبْرِ بِطُولِهِ.

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، فَقَدِ احْتَجَّا جَمِيعًا بِالْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو وَزَاذَانَ أَبِي عُمَرَ الْكِنْدِيِّ، وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ فَوَائِدُ كَثِيرَةٌ لأَهْلِ السُّنَّةِ وَقَمْعٌ لِلْمُبْتَدِعَةِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِطُولِهِ.

5۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''اجتماع الجیوش الاسلامیہ'' میں مسند احمد کی روایت ذکر کرکے فرمایا کہ: یہ حدیث صحیح ہے جس کو حفاظ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے صحیح قرار دیا ہے:

وروى الإمام أحمد أيضًا في «مسنده» من حديث البراء بن عازب ...... وهو حديث صحيح، صحَّحه جماعة من الحفاظ. (فصل في أن ملاك النجاة والسعادة والفوز بتحقيق التوحيدين)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''کتاب الروح'' میں قبر میں روح کے اعادے کا عنوان قائم کرکے اس کو

ثابت بھی کیا اور پھر مذکورہ حدیث سے متعلق تفصیلی بحث کر کے فرمایا ہے کہ: یہ حدیث کسی شک وشبہ کے بغیر صحیح ہے:

فَالْحَدِيث صَحِيح لَا شكّ فِيهِ.

(الْمَسْأَلَة السَّادِسَة وَهِي أَن الرّوح هَل تُعَاد إِلَى الْمَيِّت فِي قَبره وَقت السُّؤَال أم لا؟)

6۔امام منذری رحمہ اللہ نے ''الترغیب والترہیب'' میں فرمایا ہے کہ: امام احمد نے اس حدیث کو ایسے راویوں سے روایت کیا ہے جو کہ صحیح بخاری میں قابلِ استدلال ہیں یعنی ان سے صحیح بخاری میں بھی احادیث لی گئی ہیں:

.... ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ. رواه أبو داود، ورواه أحمد بإسناد رواتُهُ محتجٌّ بهم في «الصحيح».

(الترهيب من المرور بقبور الظالمين وديارهم ومصارعهم)

مذکورہ محدثین کرام کے علاوہ بھی دیگر اکابرِامت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، بلکہ اس کے راوی صحیح بخاری ہی کے راوی ہیں جس سے ان کی ثقاہت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس حدیث کو اہلُ السنۃ والجماعۃ نے قبول کیا ہے اور اسی کے موافق قبر میں روح لوٹائے جانے کا عقیدہ بھی قائم کیا ہے۔

قبر کے سوال وجواب:

جب مردے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس سے تین سوالات کیے جاتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کونسا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟ یہ تین سوالات ہر مردے سے کیے جاتے ہیں، نیک اور پرہیزگار مسلمان ان تینوں سوالات کا جواب دے دیتا ہے جبکہ کافر اور منافق ان کا جواب نہیں دے پاتے۔ جہاں تک گناہ گار مسلمان کی بات ہے تو وہ بھی جوابات دے گا کیوں کہ ان سوالات کا تعلق ایمان کے ساتھ ہے اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہے، اس حوالے سے ''فتاویٰ محمودیہ'' کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

''مؤمن خواہ مطیع ہو یا فاسق، نکیرین کے سوال کے جواب میں اقرارِ توحید ورسالت ودین کرے گا، پھر جن اعمال پر عذابِ قبر تجویز ہے جیسے نمیمہ اور عدمِ اجتناب عن البول وغیرہ اُن کی وجہ سے اس پر عذاب بھی ہوگا، پھر صدقہ جاریہ یا ولدِ صالح کی دعا یا علم نافع کی وجہ سے یا کسی کی شفاعت وثواب رسانی سے یا محض اللہ تعالیٰ

کے فضل سے اس کا عذاب کم یا ختم ہو جائے گا، اور کافر پر کفر کی وجہ سے جو عذاب ہو گا وہ دائمی ہو گا۔"

(فتاویٰ محمودیہ 644،645/1)

قبر میں جسم کا خاک ہونا:

قبر میں عام انسان مٹی میں مل جاتا ہے اور ذرات کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے، ان ذرات کے ساتھ بھی روح کا تعلق ہوتا ہے اور یہ تاقیامت رہتا ہے، البتہ بعض خوش نصیب مسلمان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا جسم خاک ہونے سے محفوظ رہتا ہے، جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے اجسامِ مقدسہ کا تحفظ اور امتیازی حیاتِ برزخی:

قبر و برزخ میں شہید کی روح کا تعلق اپنے جسم کے ساتھ عام مسلمانوں کی بنسبت زیادہ مضبوط ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کو برزخ میں ایک خصوصی حیات حاصل ہوتی ہے، اس لیے ان کا جسم مٹی نہیں ہوتا اور وہ طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، البتہ ان کی اس برزخی حیات پر دنیوی احکام جاری نہیں ہوتے بلکہ ان کی میراث بھی تقسیم ہوتی ہے اور ان کی بیویاں بھی بیوہ ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے کسی اور کے ساتھ ان کا نکاح بھی درست ہوا کرتا ہے۔

جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواحِ مقدسہ کا تعلق اپنے مبارک جسموں کے ساتھ سب سے زیادہ مضبوط اور قوی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان کو عالمِ برزخ میں شہدا سے بھی بڑھ کر ایک خاص زندگی عطا ہوتی ہے۔ حضرت انبیاء کرام کی یہ حیاتِ برزخی عام انسانوں، مسلمانوں حتیٰ کہ شہدا کی برزخی حیات کی طرح نہیں ہوتی بلکہ ان سے بڑھ کر ہوتی ہے، اور اسی امتیازی حیات کا اثر ہے کہ دنیوی زندگی کے بعض احکام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر وفات کے بعد بھی جاری ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی ازواج مطہرات سے نکاح کا جائز نہ ہونا، نبی کی میراث کا تقسیم نہ ہونا، اور قبر مبارک میں نماز ادا کرنا، قبر مبارک کے پاس سلام کہنے والے کا سلام سننا وغیرہ۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی سے متعلق عقیدہ:

1۔ تمام انبیاء کرام اور خصوصًا حضور اقدس ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور یہ زندگی انھی دنیاوی جسموں میں حاصل ہے، یہ زندگی دنیاوی بھی ہے اور برزخی بھی، دنیاوی تو اس معنی میں ہے کہ اسی دنیاوی جسم میں حاصل ہے اور دنیوی زندگی کے مشابہ ہے حتی کہ بعض دنیوی احکام بھی اس حیاتِ برزخی پر جاری ہوتے ہیں، اور ان کی یہ حیات برزخی اس طور پر ہے کہ یہ برزخ میں حاصل ہے۔

2۔ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں، البتہ یہ نماز کسی شرعی پابندی کے طور پر نہیں بلکہ لذت و سرور کے طور پر ہے۔

3۔ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جو شخص درود و سلام پڑھتا ہے تو حضور اقدس ﷺ اس کو خود سنتے ہیں، اور جواب عنایت فرماتے ہیں، اور جو شخص دور سے درود و سلام پڑھتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے ان تک پہنچایا جاتا ہے۔

4۔ "المُهَنَّد عَلَى المُفَنَّد" جو کہ اکابر دیوبند کی متفقہ کتاب ہے اس کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ "ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ کی یہ حیات دنیا کی سی ہے، البتہ وہ شرعی احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ اور یہ حیات مخصوص ہے حضور اقدس ﷺ، تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ ان کی یہ حیات ایسی برزخی نہیں ہے جو کہ تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کو بھی حاصل ہے۔"

۲۔ "پس اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کی حیات دنیوی بھی ہے اور برزخی بھی، برزخی اس طور پر ہے کہ یہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے۔"

اس عقیدہ کی وضاحت ماقبل میں تفصیل سے بیان ہو چکی ہے، اور "المہند" کی اس پہلی عبارت کا مطلب بھی ماقبل میں واضح ہو چکا کہ یہاں انبیاء کرام کی حیات برزخی کی نفی نہیں ہو رہی بلکہ حضرات انبیاء

وشہدااور عام انسانوں کی حیاتِ برزخی میں فرق کرنا مقصود ہے کہ جو حیاتِ برزخی حضرات انبیاء وشہدا کو حاصل ہے اسی طرح عام مسلمانوں اور عام انسانوں کو حاصل نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر حاصل ہے۔ اور حضرات انبیاء کرام کی حیاتِ برزخی کی نفی نہ ہونے کی دلیل "المہند" کی یہ دوسری عبارت بھی ہے جس میں حیاتِ برزخی کا ذکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو موت آنے اور موت کے بعد حیات ہونے سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ:

ما قبل میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ "ہر انسان کو موت آنی ہے، ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی موت کا آنا حق ہے۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ سمیت تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی موت آئی، البتہ حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان سے نازل ہونے کے بعد مقررہ وقت پر موت آنی ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام کی موت میں اختلاف نہیں بلکہ یہ تو امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔ در حقیقت بحث تو حیات بعد الممات یعنی موت کے بعد قبر کی زندگی میں ہے، اس لیے جن آیات واحادیث میں حضور اقدس ﷺ اور حضرات انبیاء کرام کو موت آنے کا ذکر ہے ان سے قبر کی زندگی کی نفی نہیں ہوتی کیوں کہ موت آنا تو اجماعی عقیدہ ہے۔

قبروں میں انبیاء علیہم السلام کی حیات احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے:

حضرت علامہ محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ نے متواتر احادیث سے متعلق اپنی مشہور کتاب "نظم المتناثر" میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ قبروں میں انبیاء کرام کی حیات متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

- نظم المتناثر من الحديث المتواتر:

١١٥- حياة الأنبياء في قبورهم:

حياة الأنبياء في قبورهم، قال السيوطي في «مرقات الصعود»: تواترت بها الأخبار وقال في «أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء» ما نصه: حياة النبي ﷺ في قبره وسائر الأنبياء معلومة عندنا

علمًا قطعيًّا؛ لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وتواترت به الأخبار الدالة على ذلك، وقد ألف الإمام البيهقي رحمه الله جزءًا في حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام في قبورهم اهـ.

سماعِ موتیٰ کی حقیقت:

قبر میں مردے سنتے ہیں یا نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عام مُردوں سے متعلق تو حضرات صحابہ کرام کے دور ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ بعض کے نزدیک قبروں میں مردے سنتے ہیں، جبکہ بعض کے نزدیک نہیں سنتے، اس لیے اس بارے میں کوئی قطعی اور یقینی فیصلہ کرنا مشکل ہے، البتہ یوں عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جہاں جہاں مردے کا سننا ثابت ہے وہاں تو سننا تسلیم کیا جائے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ جب میت کو دفنانے کے بعد لوگ واپس لوٹتے ہیں تو میت لوٹنے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتی ہے۔ لیکن جہاں سننے کا ثبوت نہیں ہے تو وہاں خاموشی اختیار کی جائے، دیکھیے تکملۃ فتح الملہم۔

جہاں تک حضرات انبیاء کرام خصوصًا حضور اقدس ﷺ سے متعلق عقیدہ ہے تو اس میں اہل السنۃ والجماعۃ کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ سب متفق ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی قبر مبارک کے پاس پڑھے گئے درود وسلام کو سنتے ہیں۔

روضہ اطہر کے پاس جاکر شفاعت کی درخواست کرنا:

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاکر ان سے شفاعت اور دعائے مغفرت کی درخواست کرنا جائز ہے۔ (معارف القرآن)

حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا حکم:

حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا نہ صرف مستحب بلکہ عمدہ ترین نیکی اور افضل ترین عبادت ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا عقائد اور ان کے دلائل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

- أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء للإمام السيوطى رحمه الله.
- حياة الأنبياء في قبورهم للإمام البيهقي رحمه الله.
- فتاویٰ محمودیہ۔
- تسکین الصدور از حضرت علامہ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ۔
- المُهَنَّد عَلَى المُفَنَّد۔
- آپ کے مسائل اور ان کا حل۔
- قبر کی زندگی از حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ۔
- عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ از حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم۔

عقیدہ حیاتِ انبیاء کرام علیہم السلام

سے متعلق متعدد احادیث و حکایات کی تحقیق

فہرست:

تحقیقِ حدیث: انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں !

تحقیقِ حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر مبارک کے قریب درود و سلام سننا !

تحقیقِ حدیث: معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا !

تحقیقِ حدیث: عیسیٰ علیہ السلام کی روضہ اطہر پر حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب دینا !

تحقیقِ حدیث: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور انھیں رزق دیا جاتا ہے !

تحقیقِ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں !

تحقیقِ حکایت: روضہ اقدس سے اذان اور اقامت کی آواز سنائی دینا !

تحقیقِ حکایت: روضہ اقدس کے پاس جاکر بارش کی دعا کی درخواست !

تحقیقِ حدیث: فرشتے اُمتیوں کا درود و سلام پہنچاتے ہیں !

تحقیقِ حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں!

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔''

1۔ یہ حدیث امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مسند ابی یعلیٰ'' میں روایت فرمائی ہے:

٣٤٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْجَهْمِ الْأَزْرَقُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». (مسند أنس بن مالك رضي الله عنه)

2۔ یہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''حياة الأنبياء'' میں روایت فرمائی ہے:

٢- وَقَدْ رُوِيَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي بُكَيْرٍ عَنِ الْمُسْتَلِمِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ فِيمَا أَخْبَرَنَا الثِّقَةُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ: أنبأ أَبُو عَمْرِو بْنُ حَمْدَانَ قَالَ: أنبأ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ: حدثنا أَبُو الْجَهْمِ الْأَزْرَقُ بْنُ عَلِيٍّ: حدثنا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حدثنا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ».

حدیث کی تحقیق:

ذیل میں مذکورہ حدیث سے متعلق امت کے ائمہ کرام اور محدثین عظام کی تصریحات ذکر کی جاتی ہیں تاکہ یہ بات بخوبی واضح ہو جائے کہ مذکورہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

1۔ حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے ''فیض القدیر'' میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے:

٣٠٨٩: «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»؛ لأنهم كالشهداء بل أفضل، والشهداء أحياء عند ربهم .... وهو حديث صحيح. (حرف الهمزة: فصل في المحلى بأل من هذا الحرف)

2۔ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالے سے مذکورہ

حدیث ذکر کر کے اس کے راویوں کی توثیق بیان فرمائی، پھر فرمایا کہ: یہ حدیث ''مسند ابی یعلیٰ'' میں بھی اسی سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے، پھر فرمایا کہ: امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

وَقَدْ جَمَعَ الْبَيْهَقِيُّ كِتَابًا لَطِيفًا فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ فِي قُبُورِهِمْ، أَوْرَدَ فِيهِ حَدِيثَ أَنَسٍ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». أَخْرَجَهُ مِنْ طَرِيقِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَهُوَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيحِ، عَنِ الْمُسْتَلِمِ بْنِ سَعِيدٍ وَقَدْ وَثَّقَهُ أَحْمد وابن حبَان، عَن الْحَجَّاج الْأَسود وَهُوَ بن أبي زِيَاد الْبَصْرِيّ وَقد وَثَّقَهُ أَحْمد وابن مُعِينٍ، عَنْ ثَابِتٍ عَنْهُ. وَأَخْرَجَهُ أَيْضًا أَبُو يَعْلَى فِي «مُسْنَدِهِ» مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَأَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ لَكِنْ وَقَعَ عِنْدَهُ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ وَهُوَ وَهْمٌ، وَالصَّوَابُ: الْحَجَّاجُ الْأَسْوَدُ كَمَا وَقَعَ التَّصْرِيحُ بِهِ فِي رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ، وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ.

(باب قول الله تعالى: واذكر في الكتٰب مريم إذ انتبذت من أهلها)

3۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مرقاۃ المفاتیح'' میں مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

وَصَحَّ خَبَرُ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». (بَابُ الْجُمُعَةِ)

4۔ حضرت علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے ''وفاءُ الوفاء'' میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے:

وروى ابن عدي في «كامله» عن ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»، ورواه أبو يعلى برجال ثقات، ورواه البيهقي وصححه.

(الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة)

5۔ حضرت علامہ محدث ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں:

١٣٨١٢- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَالْبَزَّارُ، وَرِجَالُ أَبِي يَعْلَى ثِقَاتٌ. (باب ذكر الأنبياء صلى الله عليهم وسلم)

6۔ حضرت علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ ''شرح الزرقانی علی موطأ امام مالک'' میں فرماتے ہیں کہ امام

بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

وَجَمَعَ الْبَيْهَقِيُّ كِتَابًا لَطِيفًا فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَرَوَى فِيهِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوعًا: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». (بَابُ صِفَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام وَالدَّجَّالِ)

7۔ حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ''فیض الباری شرح صحیح بخاری'' میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کرکے اس کی تصحیح کی ہے، اور امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے:

وفي «البيهقي» عن أنس وصححه ووافقه الحافظ في المجلد السادس: «أَنَّ الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يصلون». (باب رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ)

مذکورہ محدثین کرام اور اکابرِ امت کے علاوہ دیگر متعدد حضرات محدثین نے بھی اس حدیث کو صحیح اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔

وضاحتیں:

1۔ مذکورہ حدیث متعدد کتبِ احادیث میں روایت کی گئی ہے جن میں سے بعض کی سند کے بارے میں محدثین کرام نے کلام بھی کیا ہے، لیکن ماقبل میں جو امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ کی ''مسند ابی یعلیٰ'' اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی ''حياة الأنبياء'' کے حوالے سے جس سند کے ساتھ مذکورہ حدیث ذکر ہوئی ہے تو اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، جیسا کہ ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' کے حوالے سے ان کی توثیق ذکر ہوئی، اور انھی دو کتب کی روایت کردہ حدیث سے متعلق ماقبل میں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کی تصحیح بھی ذکر ہوئی کہ ان کی روایت کردہ حدیث صحیح ہے۔

اس تفصیل سے اُن لوگوں کی غلطی واضح ہوجاتی ہے کہ جو ''مسند ابی یعلیٰ'' اور ''حياة الأنبياء'' کی صحیح سند والی روایت کو چھوڑ کر ضعیف سند والی روایت پیش کرکے کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ واضح رہے کہ یہ مغالطہ ہے۔ مذکورہ حدیث کے راویوں کی توثیق اور اس سے متعلق وارد ہونے والے شبہات کے تفصیلی

ازالے کے لیے دیکھیے کتاب: تسکین الصدور از محقق العصر حضرت اقدس علامہ مولانا سر فراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

2۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی مبارک قبروں میں نماز ادا کرنا کسی شرعی پابندی کے طور پر نہیں بلکہ لذت و سرور کے طور پر ہے۔

تحقیقِ حدیث: نبی کریم ﷺ کا روضہ اقدس کے قریب درود و سلام سننا!

حدیث: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں اسے خود سنتا ہوں، اور جو شخص مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچادیا جاتا ہے۔"

- جلاء الأفهام لابن قيم:

وَقَالَ أَبُو الشَّيْخ فِي «كتاب الصَّلَاة على النَّبِي ﷺ»: حَدثنَا عبد الرَّحْمَن بن أَحْمد الْأَعْرَج: حَدثنَا الْحسن بن الصَّباح: حَدثنَا أَبُو مُعَاوِيَة: حَدثنَا الْأَعْمَش عَن أبي صَالح عَن أبي هُرَيْرَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُول الله ﷺ: «من صلى على عِنْد قَبْرِي سمعته، وَمن صلى عَليّ من بعيد أعلمته». وَهَذَا الحَدِيث غَرِيب جدا. (الباب الأول: ما جاء في الصلاة على رسول الله ﷺ)

حدیث کی تحقیق:

1۔ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کو جیّد قرار دیا ہے:

أَخْرَجَهُ أَبُو الشَّيْخِ فِي «كِتَابِ الثَّوَابِ» بِسَنَدٍ جَيِّدٍ بِلَفْظِ: «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا بُلِّغْتُهُ». (488/6 دارالمعرفہ بیروت)

2۔ حضرت علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے "القول البدیع" میں حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کو جیّد قرار دیا ہے:

وعنه أيضًا -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله ﷺ: «من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي من بعيد أعلمته»، أخرجه أبو الشيخ في «الثواب» له من طريق أبي معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عنه، ومن طريقه الديلمي، وقال ابن القيم: إنه غريب، قلت: وسنده جيد كما أفاده شيخنا. (الباب الرابع: فی تبليغه ﷺ سلام من يسلم عليه)

3۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "مرقاۃ المفاتیح" میں حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اس

حدیث کی سند کو جیّد قرار دیا ہے:

٩٣٤- (وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ») (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) قَالَ مِيرَكُ نَقْلًا عَنِ الشَّيْخِ: وَرَوَاهُ أَبُو الشَّيْخِ، وَابْنُ حِبَّانَ فِي كِتَابِ ثَوَابِ الْأَعْمَالِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ. (18/3 دار الکتب العلمیہ)

4۔ حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے "التیسیر بشرح الجامع الصغیر" میں امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے:

(من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلي علي نائيا) أي بعيدا عني (أبلغته) أي أخبرت به على لسان بعض الملائكة؛ لان لروحه تعلقا بمقر بدنه الشريف وحرام على الارض أن تأكل أجساد الانبياء فحاله كحال النائم. (هب عن أبي هريرة) قال ابن حجر: إسناده جيد.

(حرف الميم)

5۔ علامہ علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ نے بھی "تنزیہ الشریعۃ" میں حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کو جیّد قرار دیا ہے، جس کی عبارت آگے ذکر ہو گی ان شاء اللہ۔

حاصل یہ کہ امت کے متعدد حضرات محدثین نے حضرت ابو الشیخ کی سند کو جیّد قرار دیا ہے۔

وضاحتیں:

1۔ مذکورہ حدیث کی ایک سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی ہیں جس پر متعدد محدثین کرام نے شدید کلام کیا ہے، لیکن اس سند سے ہمارا استدلال نہیں اور نہ ہی ہم نے اس کو ذکر کیا ہے، بلکہ ہمارا استدلال حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث سے ہے، جس کی سند کو جیّد قرار دیا گیا ہے اور اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، اس میں محمد بن مروان السدی الصغیر سمیت کوئی بھی کمزور یا غیر معتبر راوی نہیں ہے۔ اس تفصیل سے اُن لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ جو امام ابو الشیخ کی جیّد سند والی روایت کو چھوڑ کر ضعیف سند والی روایت پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ یہ واضح مغالطہ ہے۔

2۔ مذکورہ حدیث کے مفہوم پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے اور اسی کے مطابق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ بھی ہے، گویا کہ اس حدیث کو تلقّی بالقبول بھی حاصل ہے، اس لیے یہ حدیث تعاملِ امت کی وجہ سے بھی درست اور معتبر ہے۔ اسی بنیاد پر یہ نکتہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مذکورہ حدیث کی جس سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر موجود ہے اُس سے اگرچہ ہمارا استدلال نہیں لیکن چوں کہ اس کا اور امام ابوالشیخ کی سند والی حدیث کا مفہوم ایک ہی ہے، اس لیے محمد بن مروان السدی الصغیر کی سند والی روایت بھی اہل السنۃ والجماعۃ کی تائید اور امت کے تعامل کی وجہ سے معتبر قرار پاتی ہے۔

3۔ مذکورہ حدیث کی تائید اُن احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں یہ مضمون مذکور ہے کہ فرشتے دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام حضور اقدس ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ یہاں بھی یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس مضمون کی روایات محمد بن مروان السدی الصغیر کی سند والی روایت کی تائید بھی کرتی ہیں، بلکہ اس کے لیے شاہد بھی بن سکتی ہیں۔

- مجموع فتاوى ابن تيمية:

وَاتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ عَلَى أَنَّهُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ عِنْدَ زِيَارَتِهِ وَعَلَى صَاحِبَيْهِ؛ لِمَا فِي السُّنَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ». وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ. وَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ والدارقطني عَنْهُ: «مَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْته وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْته». وَفِي إسْنَادِهِ لِيْنٌ، لَكِنْ لَهُ شَوَاهِدُ ثَابِتَةٌ؛ فَإِنَّ إبْلَاغَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ مِنَ الْبُعْدِ قَدْ رَوَاهُ أَهْلُ السُّنَنِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، كَمَا فِي السُّنَنِ عَنْهُ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنْ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمْعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمْعَةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ». قَالُوا: كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْك وَقَدْ أَرَمْت؟ أَيْ بَلِيت. فَقَالَ: «إنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ». وَفِي «النسائي» وَغَيْرِهِ عَنْهُ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «إنَّ اللهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَائِكَةً يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ». (سئل عن قول بعضهم: الدعاء مستجاب عند قبور أربعة)

4۔ ما قبل میں حضرت حافظ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”جلاء الاَفہام“ کے حوالے سے حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت ذکر ہوئی ہے جس کی سند کو متعدد جلیل القدر محدثین کرام نے جید قرار دیا ہے، البتہ اس کو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی اسی کتاب میں غریب قرار دیا ہے، اس کے تفصیلی جواب کے لیے اور اسی طرح زیرِ بحث حدیث کے راویوں کی توثیق اور اس سے متعلق وارد ہونے والے شبہات کے تفصیلی ازالے کے لیے دیکھیے کتاب: تسکین الصدور از محقق العصر حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ۔

5۔ زیرِ بحث حدیث میں امام اعمش رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے ایک راوی تو امام ابو معاویہ رحمہ اللہ ہیں جو کہ امام ابو الشیخ کی سند میں موجود ہیں، جبکہ دوسرے راوی محمد بن مروان السدی الصغیر ہیں جو کہ امام بیہقی وغیرہ کی سند میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اعمش سے روایت کرنے میں السدی الصغیر کا متابع امام ابو معاویہ ہیں جو کہ امام ابو الشیخ کی سند میں موجود ہیں اور اس کی سند جید ہے، جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

- تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة:

(٢١) [حَدِيثٌ] «مَنْ صَلَّى علی عندی قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا وَكَّلَ اللَّهُ بِهَا مَلَكًا يُبَلِّغُنِي، وَكُفِيَ أَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ، وَكُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا» (خطّ) مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلا يَصح، فِيهِ مُحَمَّد بن مَرْوَان وَهُوَ السّديّ الصَّغِير، وَقَالَ الْعقيلِيّ: لَا أصل لهَذَا الحَدِيث. (تعقب) بِأَن الْبَيْهَقِيّ أخرجه فِي «الشّعب» من هَذَا الطَّرِيق، وتابع السّديّ عَن الْأَعْمَش فِيهِ أَبُو مُعَاوِيَة، أخرجه أَبُو الشَّيْخ فِي الثَّوَاب. (قلت:) وَسَنَده جيد كَمَا نَقله السخاوي عَن شَيْخه الْحَافِظ ابْن حجر وَالله أعلم. وَله شَوَاهِد من حَدِيث ابْن مَسْعُود وَابْن عَبَّاس وَأبي هُرَيْرَة، أخرجهَا الْبَيْهَقِيّ، وَمن حَدِيث أبي بكر الصّديق أخرجه الديلمي. وَمن حَدِيث عمار أخرجه الْعقيلِيّ من طَرِيق عَليّ بن قَاسم الْكِنْدِيّ. وَقَالَ: عَليّ بن الْقَاسِم شيعي فِيهِ نظر، لَا يُتَابع على حَدِيثه انْتهى. وَفِي «لِسَان الْمِيزَان»: أَن ابْن حبَان ذكر على بْن الْقَاسِم فِي الثِّقَات، وَقد تَابعه عبد الرَّحْمَن بن صَالح وَقبيصَة بن عقبَة. أخرجهُمَا الطَّبَرَانِيّ. (كتاب المناقب والمثالب بَاب فِيمَا يتَعَلَّق بالنبى ﷺ الْفَصْل الثَّانِي)

فوائد:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک کے پاس پڑھے گئے درود و سلام کو خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا گیا درود و سلام ان تک فرشتوں کے ذریعے پہنچادیا جاتا ہے۔

2۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں برزخی زندگی حاصل ہے، درود و سلام کو سننا اس کی دلیل ہے۔

3۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ برزخی زندگی اسی قبر مبارک میں حاصل ہے جو کہ مدینہ منورہ میں ہے۔

4۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ حاضر نہیں، بلکہ اپنے روضہ اقدس میں موجود ہیں، کیوں کہ اگر ہر جگہ حاضر ہوتے تو انھیں فرشتوں کے ذریعے درود و سلام پہنچانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ خود ہی سن لیا کرتے، یعنی یہ قریب اور دور کا فرق نہ ہوتا۔

تحقیقِ حدیث: معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا!

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”معراج کی رات میں ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔“

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٣٧٥- حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتَيْتُ -وَفِي رِوَايَةِ هَدَّابٍ: مَرَرْتُ- عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ».

(باب مِنْ فَضَائِلِ مُوسَى ﷺ)

مذکورہ حدیث ”صحیح مسلم“ کے علاوہ حدیث کی متعدد کتب میں بھی موجود ہے، یہاں صرف ”صحیح مسلم“ ہی کے حوالے پر اکتفا کیا جارہا ہے جو کہ کافی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث صحیح اور معتبر ہے۔

فوائد:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ جب معراج کی رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کا سفر فرمارہے تھے تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزر ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔

2۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو قبروں میں برزخی حیات حاصل ہے۔

3۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز ادا کرنا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انھیں یہ برزخی زندگی اسی دنیوی جسم میں حاصل ہے۔

4۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز ادا کرنا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انھیں دنیوی جسم میں جو

برزخی حیات حاصل ہے یہ اسی زمینی قبر میں حاصل ہے۔

5۔اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برزخی حیات یعنی عالمِ برزخ میں ان کی مبارک روح کاان کے مبارک جسم کے ساتھ تعلق اس قدر قوی ہے کہ وہ نماز بھی ادا کرتے ہیں۔

6۔ مذکورہ حدیث سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں دنیوی جسموں کے ساتھ برزخی حیات حاصل ہے اور وہ اپنی قبروں میں نماز بھی ادا کرتے ہیں۔

7۔مذکورہ حدیث سے "مسندابی یعلیٰ" کی اُس حدیث کی بخوبی تائید ہو جاتی ہے کہ حضوراقدس ﷺ کاارشاد ہے کہ: "انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔" جس کی تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔ گویا کہ دونوں روایات سے ایک دوسرے کی تائیداور تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔

وضاحت: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کااپنی مبارک قبروں میں نمازادا کرنا کسی شرعی پابندی کے طور پر نہیں بلکہ لذت وسرور کے طور پر ہے۔

تحقیقِ حدیث: عیسیٰ علیہ السلام کی روضہ اطہر پر حاضری اور حضور ﷺ کا جواب دینا!

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں ابو القاسم [یعنی محمد ﷺ] کی جان ہے! ضرور عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے، وہ منصف امام اور عادل حاکم ہوں گے، سو ضرور وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، باہمی تنازعات اور بغض و کینہ کو دور کر دیں گے، ان کے سامنے مال پیش کیا جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر ''یا محمد!'' کہیں گے تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔''

- مسند ابو یعلی میں ہے:

٦٥٨٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ أَنَّ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ، لَيَنْزِلَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ، وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلَا يَقْبَلُهُ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، لَأُجِيبَنَّهُ». (مسند أبي هريرة رضي الله عنه)

حدیث کی تحقیق:

1۔ حضرت علامہ محدث ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' میں مذکورہ حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس حدیث کے تمام راوی ''صحیح بخاری'' کے راوی ہیں:

١٣٨١٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ، لَيَنْزِلَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ، وَلَيَعْرِضَنَّ الْمَالَ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، لَأُجِيبَنَّهُ». قُلْتُ: هُوَ فِي «الصَّحِيحِ» بِاخْتِصَارٍ. رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى، وَرِجَالُهُ رِجَالُ «الصَّحِيحِ». (باب ذكر الأنبياء صلى الله عليهم وسلم)

2۔اسی کے ہم معنی حدیث ''مستدرک حاکم''میں بھی ہے، جس کو امام حاکم اور امام ذہبی رحمہا اللہ دونوں نے صحیح قرار دیا ہے،اس کے آخر میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ :''حضرت عیسیٰ ضرور میری قبر پر حاضر ہوں گے، یہاں تک کہ وہ مجھے سلام کریں گے اور میں ضرور اس کو جواب دوں گا۔''

٤١٦٢- أَخْبَرَنِي أَبُو الطَّيِّبِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْحِيرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا، وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلأَرُدَّنَ عَلَيْهِ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

(ذِكْرُ نَبِيِّ اللهِ وَرُوحِهِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمَا)

مذکورہ حدیث کی رو سے چند اہم باتیں:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہو جاتی ہیں:

1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ واضح رہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں نازل ہونا ایک قطعی عقیدہ ہے جو کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے اور اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے اور ''یا محمد'' کہہ کر مخاطب ہوں گے،اور حضور اقدس ﷺ اس کا جواب دیں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روضہ اطہر کے قریب درود وسلام کے لیے مخاطب اور حاضر ہی کا صیغہ استعمال کرنا چاہیے۔

3۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کو ''یا محمد'' کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی

حضور اقدس ﷺ کے لیے قبر میں برزخی زندگی کے قائل ہوں گے۔

4۔ حضور اقدس ﷺ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو اسی قبر مبارک میں برزخی زندگی حاصل ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''المطالب العالیہ'' میں ''مسند ابی یعلیٰ'' کی مذکورہ حدیث ذکر کرکے اس پر یہی عنوان اور باب قائم کیا ہے کہ: ''حياته ﷺ في قبره'' یعنی قبر میں حضور اقدس ﷺ کی زندگی۔

5۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حضور اقدس ﷺ قبر مبارک کے قریب پڑھے گئے درود وسلام کو خود سنتے ہیں۔ گویا کہ یہ حدیث حضرت ابوالشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اُس حدیث کی تائید ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود وسلام پڑھتا ہے تو میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود وسلام پڑھتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہنچادیا جاتا ہے۔'' جس کی تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیقِ حدیث: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور انھیں رزق دیا جاتا ہے!

حدیث: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیوں کہ یہ دن حاضری کا ہے، اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔'' تو میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ آپ کی وفات کے بعد بھی درود پیش کیا جاتا ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''جی ہاں! وفات کے بعد بھی، کیوں کہ اللہ نے زمین پر یہ بات حرام کی ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے، سو اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔''

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

١٦٣٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا»، قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: «وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ».

حدیث کی تحقیق:

1۔ حضرت محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مرقاۃ المفاتیح'' میں اس کی سند کو جید قرار دیا ہے:

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ) أَيْ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ، نَقَلَهُ مِيرَكُ عَنِ الْمُنْذِرِيِّ، وَلَهُ طُرُقٌ كَثِيرَةٌ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ. (بَابُ الْجُمُعَةِ)

2۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی ''تہذیب التہذیب'' میں اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے:

٧٣٠- ق- زيد بن أيمن. روى عن عبادة بن نسي. وعنه سعيد بن أبي هلال، وذكره ابن حبان

في «الثقات»، روى له ابن ماجه حديثا واحدا في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وآله وسلم. قلت: رجاله ثقات، لكن قال البخاري: زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي مرسل.
(من اسمه زيد)

3۔ حضرت علامہ شہاب بوصیری رحمہ اللہ نے ''مصباح الزجاجہ'' میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے:

هذا إسناد رجاله ثقات، إلا أنه منقطع في موضعين: عبادة بن نسي روايته عن أبي الدرداء مرسلة، قال العَلاءُ، وزيد بن أيمن عن عبادة بن نسي مرسلة، قاله البخاري.
(باب في وفاة رسول الله ﷺ ودفنه وغير ذلك)

4۔ حضرت علامہ عزیزی رحمہ اللہ نے ''السراج المنیر'' میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے:

«أكثروا من الصلاة علي يوم الجمعة فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة» أي تحضره فتقف على أبواب المساجد، يكتبون الأول فالأول ويصافحون المصلين ويستغفرون لهم، «وإن أحدًا لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حين يفرغ منها» .... «قال أبو الدرداء: قلت: وبعد الموت يا رسول الله؟ قال: وبعد الموت، إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء، فنبي الله حي يرزق» ..... عن أبي الدرداء، ورجاله ثقات. (حرف الهمزة)

5۔ علامہ شہاب الدین تور بشتی رحمہ اللہ نے ''المیسر فی شرح المصابیح'' میں اس حدیث کو قبول کر کے اس سے استدلال کیا ہے:

ثبت- عندنا- بالنص الصحيح: أن الله تعالى حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء، وقال ﷺ: «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون»، وقال: «ونبي الله حي يرزق». (باب دفن الميت)

فوائد:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل باتیں ثابت ہو جاتی ہیں:

1۔ جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف کا اہتمام کرنا چاہیے۔

2۔ امتی جب درود شریف پڑھتا ہے تو وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور ان تک پہنچا دیا

جاتا ہے۔ اس بات کی تائید حضرت امام ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اُس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے تو میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود و سلام پڑھتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔'' جس کی تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

3۔ عالمِ برزخ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس ارواح کا اپنے مبارک جسموں کے ساتھ اس قدر قوی تعلق ہوتا ہے کہ ان کے مبارک جسم مٹی میں نہیں ملتے بلکہ محفوظ رہتے ہیں۔

4۔ عالمِ برزخ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو برزخی حیات حاصل ہوتی ہے اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔

وضاحتیں:

1۔ مذکورہ حدیث کی تائید اور تقویت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شہید کے زندہ ہونے اور اسے رزق دیے جانے کا ذکر قرآن کریم سے ثابت ہے، اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا مقام شہید سے بڑھ کر ہوتا ہے، اس لیے اس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو عالمِ برزخ میں حیات اور رزق کا حاصل ہونا بہ درجہ اَولیٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ گویا کہ قرآن کریم سے بطورِ دلالۃ النص مذکورہ حدیث کی تائید اور تقویت ہو جاتی ہے۔

2۔ مذکورہ حدیث میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی برزخی زندگی سے متعلق دو جملے مذکور ہیں: ایک جملہ تو یہ ہے کہ عالمِ برزخ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک جسم محفوظ رہتے ہیں۔ جبکہ دوسرا اور آخری جملہ یہ کہ نبی زندہ ہوتا ہے اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔ جہاں تک پہلے جملے کا تعلق ہے تو یہی حدیث اسی مضمون کے ساتھ حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے البتہ اس میں یہ دوسرا اور آخری جملہ موجود نہیں، جیسا کہ ''سنن ابی داود'' میں ہے:

١٠٤٩- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ

الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ». قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ يَقُولُونَ: بَلِيتَ؟ فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ». (باب فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ)

گویا کہ سوائے دوسرے یعنی آخری جملے کے باقی تمام حدیث کی تائید حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔

جہاں تک دوسرے یعنی آخری جملے کا تعلق ہے تو اس کی تائید ''مسند ابی یعلیٰ'' میں موجود حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اُس صحیح حدیث سے ہو جاتی ہے جس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے اور نماز ادا کرنے کا ذکر ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ذیل میں روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

٣٤٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْجَهْمِ الْأَزْرَقُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». (مسند أنس بن مالك رضي الله عنه)

اسی طرح اس دوسرے جملے کی تائید قرآنی آیات سے دلالۃ النص کے طور پر بھی ہوتی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل ذکر ہوئی۔ گویا کہ زیرِ بحث حدیث کی تائید و تقویت قرآن و حدیث کی متعدد نصوص سے بھی بخوبی ہو جاتی ہے۔

3۔ مذکورہ حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ اس پر یہ شبہ ہے کہ متعدد محدثین کرام نے اس کی سند کو منقطع قرار دیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس روایت کا منقطع ہونا تسلیم نہیں، کیوں کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زید بن ایمن عبادہ بن نسی سے براہ راست روایت کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ اگر اس کا منقطع اور مرسل ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی بہت سے محدثین کرام کے نزدیک مرسل اور منقطع روایت حجت اور دلیل بن سکتی ہے، خصوصًا جبکہ راوی بھی ثقہ ہیں، جس کی تفصیل متعلقہ کتب میں سہولت سے ملاحظہ کی

جاسکتی ہے۔ سوم یہ کہ اس روایت کی تائید اور تقویت قرآن کریم اور صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل ذکر ہوئی۔ چہارم یہ کہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کا اس کی سند کو جید قرار دینا بھی اس کے قابلِ قبول اور معتبر ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے ایسے متعدد امور کی وجہ سے یہ حدیث معتبر ہے اور اس میں انقطاع کا ہونا کوئی عیب نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تسکین الصدور از محقق العصر حضرت اقدس علامہ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ۔

تحقیقِ حدیث: حضور اقدس ﷺ اُمتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں!

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص بھی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح میری طرف متوجہ فرمادیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔''

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٠٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ: حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِى حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ». (باب زِيَارَةِ الْقُبُورِ)

حدیث کی تحقیق:

1۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ نے ''الاذکار'' میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

٦٣٩- وروينا فيه [أي في سنن أبي داود] أيضًا بإسناد صحيح عن أبي هريرة أيضًا: أن رسول الله ﷺ قال: «ما من أحدٍ يُسلمُ علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام».

(كتاب الصلاة على رسول الله ﷺ)

2۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے:

تَقَدَّمَ مَا أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ». وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

(قَوْلُهُ: بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَاذْكُرْ فِي الْكتب مَرْيَم إِذْ انتبذت من أَهلهَا)

3۔ حضرت علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ نے ''شرح الزرقانی علی موطأ امام مالک'' میں اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے:

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ»،

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (صِفَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام وَالدَّجَّالِ)

4۔ حضرت علامہ عزیزی رحمہ اللہ نے ''السراج المنیر'' میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے:

(ما من أحد يسلم علي إلا رد الله على روحي) أي رد على نطقي؛ لأنه حي دائما، وروحه لا تفارقه؛ لأن الأنبياء أحياء في قبورهم (حتى أرد عليه السلام) (د) عن أبي هريرة، وإسناده حسن. (حرف الميم)

5۔ حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ'' میں اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے:

وَقَدِ احْتَجَّ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ بِالْحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو داود بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ مِنْ حَدِيثِ حيوة بْنِ شريح الْمِصْرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قسيط عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ».

6۔ حضرت علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے ''وفاء الوفاء'' میں اس حدیث کی سند کو امام سبکی رحمہ اللہ کے حوالے سے صحیح قرار دیا ہے:

روى أبو داود بسند صحيح كما قال السبكي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله ﷺ قال: «ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام».

(الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وإن لم تتضمّن لفظ الزيارة نصّا)

7۔ حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے ''التیسیر بشرح الجامع الصغیر'' میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

(ما من أحد يسلم علي الا رد الله علي روحي) .... (حتى أرد) .... (عليه السلام) .... (د عن أبي هريرة) وإسناده صحيح. (حرف الميم)

8۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مرقاۃ المفاتیح'' میں اس حدیث کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے حسن جبکہ امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے صحیح قرار دیا ہے:

٩٢٥- (وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ

رُوحِي») قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَيْ نُطْقِي («حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ») .... (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ)، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَابْنُ عَسَاكِرَ، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ، بَلْ صَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي «الْأَذْكَارِ» وَغَيْرِهِ. (كِتَابُ الصَّلَاةِ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفَضْلِهَا)

فوائد:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ ہر امتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اگر کوئی امتی روضہ اقدس کے قریب سلام پیش کرے تو حضور اقدس ﷺ خود سن کر جواب دیتے ہیں، اور اگر کوئی امتی دور سے سلام پیش کرے تو فرشتوں کے ذریعے حضور اقدس ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے، پھر وہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

2۔ حضور اقدس ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں برزخی حیات حاصل ہے تبھی تو وہ امتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مذکورہ حدیث کے معنی سے متعلق ضروری وضاحت:

مذکورہ حدیث میں ''رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي'' کے معنی یہ نہیں کہ امتی جب سلام پیش کرتا ہے تو اس کا جواب دینے کے لیے حضور اقدس ﷺ کے مبارک جسم میں روح مبارک لوٹا دی جاتی ہے یعنی داخل کردی جاتی ہے اور پھر جواب دینے کے بعد دوبارہ خارج کردی جاتی ہے، یہ مطلب امت کے جلیل القدر اہلِ علم نے مراد ہی نہیں لیا، بلکہ ان حضرات نے اس حدیث کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک معنی یہ ہے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی ذات و تجلیات اور عالمِ بالا کے مشاہدات میں مستغرق رہتی ہے اس لیے جب کوئی امتی آپ ﷺ پر سلام پیش کرتا ہے تو ان کی روح مبارک اس طرف متوجہ کردی جاتی ہے تاکہ وہ سلام کا جواب دے سکیں۔ یہی مطلب امت کے جلیل القدر اہلِ علم نے مراد لیا ہے۔

حدیث کے الفاظ ''رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي'' سے روح لوٹانے اور داخل کرنے کا حقیقی مطلب مراد نہ لینے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور یہ حیات ان کو دائمی طور پر حاصل ہے، تو اگر یہ معنی مراد لیا جائے کہ سلام کا جواب دینے کے لیے روح لوٹا دی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلام کا جواب دینے سے پہلے روح مبارک جسم میں نہ تھی اور نہ ہی جواب دینے کے لیے کوئی حیات حاصل تھی، جس کی وجہ سے زیرِ بحث حدیث کا دیگر احادیث کے ساتھ ٹکراؤ پیدا ہوگا اور یہ معنی دیگر احادیث کے خلاف ہوگا۔

زیرِ بحث حدیث کے صحیح معنی اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کے جوابات کے لیے دیکھیے:

• السراج المنير شرح الجامع الصغير في حديث البشير النذير للعزيزي:

(ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي) أي رد علي نطقي؛ لأنه حي دائما، وروحه لا تفارقه؛ لأن الأنبياء أحياء في قبورهم (حتى أرد عليه السلام) (د) عن أبي هريرة، وإسناده حسن. (حرف الميم)

• فتح الباري لابن حجر:

وَمِمَّا يُشْكِلُ عَلَى مَا تَقَدَّمَ مَا أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ»، وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ. وَوَجْهُ الْإِشْكَالِ فِيهِ: أَنَّ ظَاهِرَهُ أَنَّ عَوْدَ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ يَقْتَضِي انْفِصَالَهَا عَنْهُ وَهُوَ الْمَوْتُ. وَقَدْ أَجَابَ الْعُلَمَاءُ عَنْ ذَلِكَ بِأَجْوِبَةٍ، أَحَدِهَا: أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ: «رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي» أَنَّ رَدَّ رُوحِهِ كَانَتْ سَابِقَةً عَقِبَ دَفْنِهِ، لَا أَنَّهَا تُعَادُ ثُمَّ تُنْزَعُ ثُمَّ تُعَادُ. الثَّانِي: سَلَّمْنَا لَكِنْ لَيْسَ هُوَ نَزْعَ مَوْتٍ بَلْ لَا مَشَقَّةَ فِيهِ. الثَّالِثُ: أَنَّ الْمُرَادَ بِالرُّوحِ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِذَلِكَ. الرَّابِعُ: الْمُرَادُ بِالرُّوحِ النُّطْقُ فَتَجُوزُ فِيهِ مِنْ جِهَةِ خِطَابِنَا بِمَا نَفْهَمُهُ. الْخَامِسُ: أَنَّهُ يَسْتَغْرِقُ فِي أُمُورِ الْمَلَإِ الْأَعْلَى فَإِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهْمُهُ لِيُجِيبَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ.

(بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَاذْكُرْ فِي الْكتب مَرْيَم إِذْ انتبذت من أَهلهَا)

• مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

٩٢٥- (وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي») قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَيْ نُطْقِي («حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ»)، أَيْ: أَقُولُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ الْقَاضِي: لَعَلَّ مَعْنَاهُ أَنَّ رُوحَهُ الْمُقَدَّسَةَ فِي شَأْنٍ مَا فِي الْحَضْرَةِ الْإِلَهِيَّةِ، فَإِذَا بَلَغَهُ سَلَامُ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَّةِ رَدَّ اللّٰهُ تَعَالَى رُوحَهُ الْمُطَهَّرَةَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ إِلَى رَدِّ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ، وَكَذَلِكَ عَادَتُهُ فِي الدُّنْيَا يَفِيضُ عَلَى الْأُمَّةِ مِنْ سَبَحَاتِ الْوَحْيِ الْإِلَهِيِّ، مَا أَفَاضَهُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ، فَهُوَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْبَرْزَخِ وَالْآخِرَةِ فِي شَأْنِ أُمَّتِهِ. وَقَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: رَدُّ الرُّوحِ كِنَايَةٌ عَنْ إِعْلَامِ اللهِ إِيَّاهُ بِأَنَّ فُلَانًا صَلَّى عَلَيْهِ، وَقَدْ أَجَابَ السُّيُوطِيُّ عَنِ الْإِشْكَالِ بِأَجْوِبَةٍ أُخْرَى فِي رِسَالَةٍ لَهُ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ)، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَابْنُ عَسَاكِرَ، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ، بَلْ صَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي «الْأَذْكَارِ» وَغَيْرِهِ.

(كِتَابُ الصَّلَاةِ: بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفَضْلِهَا)

• التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوي:

(ما من أحد يسلم علي الا رد الله علي روحي) أي رد علي نطقي؛ لأنه حي دائما، وروحه لا تفارقه؛ لأن الانبياء أحياء في قبورهم (حتى أرد) غاية لرد في معنى التعليل أي من أجل أن أرد (عليه السلام). ومن خص الرد بوقت الزيارة فعليه البيان. فالمراد بالروح: النطق مجازا، وعلاقة المجاز أن النطق من لازمه وجود الروح وهو في البرزخ مشغول بأحوال الملكوت مأخوذ عن النطق بسبب ذلك. (د عن أبي هريرة) وإسناده صحيح. (حرف الميم)

• فيض الباري شرح صحيح البخاري للكشميري:

وحينئذٍ انكشف معنى قوله ﷺ عند أبي داود: «ما من أحدٍ يُسلِّم عليَّ إلا ردَّ اللّٰهُ عليَّ رُوحي، فأُسَلِّمُ عليه» -بالمعنى- أي كان النبيُّ ﷺ مُعَطَّلا عن ذلك الجانب، مشغولا بجناب القُدُس، فإذا سُلِّمَ عليه يَرُدُّ الله عليه روحه ويُشْغِلُه بذلك الجانب، حتى يَرُدَّ عليه السلام، وليس معناه الإِحياء والإِماتة. (باب الأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الوَقْت)

ایک شبہ کا ازالہ:

ماقبل میں ''رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي'' کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے روح مبارک کا متوجہ ہونا مراد ہے، تو اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو سلام مسلسل پیش کیا جاتا ہے کہ کوئی لمحہ بھی اس سے خالی نہیں ہوتا تو پھر استغراق سے متوجہ ہونا کیسے ہو سکتا ہے کہ روح مبارک تو ہر وقت متوجہ ہی رہتی ہو گی؟

اس کا جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں یہ دیا ہے کہ برزخ اور آخرت کے معاملات عقل سے سمجھ نہیں آسکتے۔ یعنی کہ جس طرح حدیث سے ثابت ہیں اسی کو تسلیم کر لینا چاہیے، چاہے عقل میں آئیں یا نہ آئیں، ان کی تفصیلات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہییں۔

وَقَدِ اسْتُشْكِلَ ذَلِكَ مِنْ جِهَةٍ أُخْرَى وَهُوَ أَنَّهُ يَسْتَلْزِمُ اسْتِغْرَاقَ الزَّمَانِ كُلِّهِ فِي ذَلِكَ لِاتِّصَالِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ مِمَّنْ لَا يُحْصَى كَثْرَةً. وَأُجِيبَ بِأَنَّ أُمُورَ الْآخِرَةِ لَا تُدْرَكُ بِالْعَقْلِ، وَأَحْوَالُ الْبَرْزَخِ أَشْبَهُ بِأَحْوَالِ الْآخِرَةِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

(بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَاذْكُرْ فِي الْكتب مَرْيَم إِذْ انتبذت من أَهلهَا)

تحقیقِ حکایت: روضہ اقدس سے اذان اور اقامت کی آواز سنائی دینا!

حکایت: یزید کے دور میں پیش آنے والے مدینہ منورہ کے مشہور المناک واقعہ حرّہ کے دوران تین دن تک مسجد نبوی میں اذان واقامت نہ دی جا سکی اور نہ ہی باجماعت نماز ادا کی جا سکی، اس دوران جلیل القدر تابعی امام سعید بن المسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد نبوی ہی میں رہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں اکیلا ہوتا تو جب نماز کا وقت آتا تو میں حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے اذان واقامت کی آواز سنتا، یوں مجھے نماز کا وقت معلوم ہو جاتا اور میں نماز ادا کر لیتا۔

تحقیقِ حکایت:

مذکورہ واقعہ متعدد کتب میں مختلف الفاظ کے ساتھ مذکور ہے، اور یہ واقعہ معتبر ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت امام دارمی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''سنن الدارمی'' میں اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ: امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نماز کے وقت قبر مبارک سے ایک خفیہ آواز سنتے جس سے انھیں نماز کے وقت کا علم ہو جاتا۔

- مسند الدارمي المعروف بسنن الدارمي:

٩٤- أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقَمْ، وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ، وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

(باب مَا أَكْرَمَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهِ)

واضح رہے کہ امام ابو المعالی محمد بن ابراہیم شافعی رحمہ اللہ نے ''کشف المناہج'' میں فرمایا ہے کہ: ''سنن دارمی'' کے راوی ''صحیح مسلم'' کے راوی ہیں، یعنی ثقہ ہیں:

٤٨٠٧- قال: لما كان في أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثًا، ولم يقم، ولم يبرح سعيد

بن المسيب من المسجد، وكان لا يعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي ﷺ.
قلت: رواه الدارمي عن مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز، وساقه بلفظه، ورجاله رجال مسلم. (باب الكرامات)

دیگر کتب میں اس بات کی صراحت ہے کہ قبر مبارک سے سنائی دینے والی آواز اذان و اقامت کی تھی۔

2۔ حضرت ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''طبقات ابن سعد'' میں اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ: امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا، پھر میں اقامت کہہ کر نماز ادا کرتا۔

- الطبقات الكبرى لابن السعد:

٦٩٢١- قَالَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ الأَغَرِّ الْمَكِّيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي لَيَالِي الْحَرَّةِ، وَمَا فِي الْمَسْجِدِ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ غَيْرِي، وَإِنَّ أَهْلَ الشَّامِ لَيَدْخُلُونَ زُمَرًا زُمَرًا يَقُولُونَ: انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ الْمَجْنُونِ، وَمَا يَأْتِي وَقْت صَلَاةٍ إِلَّا سَمِعْتُ أَذَانًا فِي الْقَبْرِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ، فَأَقَمْتُ، فَصَلَّيْتُ، وَمَا فِي الْمَسْجِدِ أَحَدٌ غَيْرِي.

٦٩٢٢- قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَيَّامَ الْحَرَّةِ فِي الْمَسْجِدِ لَمْ يُبَايِعْ، وَلَمْ يَبْرَحْ، وَكَانَ يُصَلِّي مَعَهُمُ الْجُمُعَةَ، وَيَخْرُجُ إِلَى الْعِيدِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقْتَتِلُونَ وَيَنْتَهِبُونَ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَبْرَحُ إِلَّا لَيْلاً إِلَى اللَّيْلِ. قَالَ: فَكُنْتُ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ أَسْمَعُ أَذَانًا يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْقَبْرِ حَتَّى أَمِنَ النَّاسُ، وَمَا رَأَيْتُ خَيْرًا مِنَ الْجَمَاعَةِ.

3۔ حضرت ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ: امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا، پھر میں اقامت کہہ کر نماز ادا کرتا۔

• دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني:

٥١٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سَهْلٍ الْخَشَّابُ النَّيْسَابُورِيُّ قَالَ: حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ الْأَنْمَاطِيُّ: حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ قَالَ: حدثنا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي لَيَالِيَ الْحَرَّةِ وَمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ غَيْرِي، وَمَا يَأْتِي وَقْتُ صَلَاةٍ إِلَّا سَمِعْتُ الْأَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ، ثُمَّ أَتَقَدَّمُ فَأُقِيمُ وَأُصَلِّي، وَإِنَّ أَهْلَ الشَّامِ لَيَدْخُلُونَ الْمَسْجِدَ زُمَرًا فَيَقُولُونَ: انْظُرُوا إِلَى الشَّيْخِ الْمَجْنُونِ.

(الْفَصْلُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُونَ مَا وَقَعَ مِنَ الْآيَاتِ بِوَفَاتِهِ ﷺ)

4۔ حضرت لالکائی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اپنی کتاب ''کرامات الاولیاء'' میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

١٢٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: أنا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ قَالَ: ثنا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي لَيَالِي الْحَرَّةِ وَمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَدٌ غَيْرِي، وَمَا يَأْتِي وَقْتَ صَلَاةٍ إِلَّا سَمِعْتُ الْأَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ، ثُمَّ أُقِيمُ فَأُصَلِّي، وَإِنَّ أَهْلَ الشَّامِ لَيَدْخُلُونَ الْمَسْجِدَ زُمَرًا، فَيَقُولُونَ: انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ الْمَجْنُونِ. (سِيَاقُ مَا رُوِيَ فِي كَرَامَاتِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ رَحْمَةُ اللهُ عَلَيْهِ)

اسی طرح حضرت لالکائی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اپنی کتاب ''شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ'' میں بھی اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

5۔ حضرت محب الدین محمد ابن نجار رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اپنی سند کے ساتھ اپنی کتاب ''الدرّۃ الثمینۃ'' میں ذکر کیا ہے، جس میں اذان اور اقامت دونوں کا ذکر ہے:

أنبأنا ذاكر بن كامل بن أبي غالب الخفاف -فيما أذن لي في روايته عنه- قال: كتب إلي أبو علي الحداد عن أبي نعيم الأصبهاني قال: أنبأنا جعفر بن محمد بن نصير: أخبرنا أبو يزيد المخزومي: أخبرنا الزبير بن بكار: حدثنا محمد بن الحسن: حدثني غير واحد منهم عن عبد العزيز بن أبي حازم، عن عمر بن محمد: أنه لما كان أيام الحرة ترك الأذان في مسجد رسول الله ﷺ ثلاثة أيام، وخرج الناس إلى الحرة، وجلس سعيد بن المسيب في مسجد رسول الله ﷺ قال:

فاستوحشت، فدنوت من قبر النبي ﷺ، فلما حضرت الصلاة سمعت الأذان في قبر النبي ﷺ، فصليت ركعتين، ثم سمعت الإقامة فصليت الظهر، ثم جلست حتى أصلي العصر، فسمعت الأذان في قبر النبي ﷺ، ثم سمعت الإقامة. ثم لم أزل أسمع الأذان والإقامة في قبره ﷺ حتى مضت الثلاث، وقفل القوم ودخلوا مسجد رسول الله ﷺ، وعاد المؤذنون فأذنوا، فتسمعت الأذان في قبره ﷺ، فلم أسمعه، فرجعت إلى مجلسي الذي كنت فيه أكون.

(الباب السادس عشر في ذكر فضل زيارة النبي ﷺ)

مذکورہ واقعہ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ درج ذیل حضرات نے بھی اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے:

6۔ حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''انباء الاذکیاء'' اور ''شرح الصدور'' میں ''طبقاتِ ابن سعد'' کے حوالے سے، اور ''الخصائص الکبریٰ'' میں امام ابونعیم رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، جس میں صرف اذان کا ذکر ہے۔ جبکہ ''شرح الصدور'' اور ''الخصائص الکبریٰ'' میں حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ کی کتاب ''اخبار المدینہ'' کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے جس میں اذان کے ساتھ اقامت کا بھی ذکر ہے۔

7۔ امام سمہودی رحمہ اللہ نے ''وفاء الوفاء'' میں یہ واقعہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

8۔ حضرت امام بغوی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ''مصابیح السنۃ'' کے بابُ الکرمات میں حسن احادیث کے تحت ذکر کیا ہے، جس کی وجہ سے یہی واقعہ ''مشکاۃ المصابیح'' اور ''مرقاۃ المفاتیح'' میں بھی موجود ہے۔

9۔ امام شہاب الدین احمد قسطلانی نے یہ واقعہ ''المواہب اللدنیہ'' میں دارمی اور ابن نجار وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

10۔ حضرت محدث جلیل امام انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ''العرف الشذی'' میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اذان اور اقامت دونوں کا ذکر ہے۔(باب ما جاء فيمن تولى غير مواليه أو ادعى إلى غير أبيه)، **بلکہ امام کشمیری رحمہ اللہ ''فیض الباری'' میں ''سنن الدارمی'' کے اسی واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے قبر مبارک میں اذان واقامت کو ثابت مانتے ہیں:**

٨٦- قوله: (نم صالحا) يُستفاد منه أن القبورَ معطَّلةٌ عن الأعمال مع أن كثيرًا من الأعمال قد

ثبتت في القبور كالأذان والإقامة عند الدارمي، وقراءة القرآن عند الترمذي، والحج عند البخاري، وراجع له «شرح الصدور» للسيوطي رحمه الله تعالى. (باب مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ)

وضاحتیں:

1۔ مذکورہ واقعہ معتبر ہے جس کو بہت سے حضرات اکابرِامت نے اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے۔

2۔ مذکورہ واقعہ امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی کرامات میں سے شمار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وحشت دور کرنے اور انھیں اوقاتِ نماز سے واقف کرنے کے لیے اُن کا یہ اکرام فرمایا کہ قبر مبارک سے انھیں اذان اور اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات حق ہیں۔

3۔ یہ واقعہ قرآن وحدیث کے خلاف ہرگز نہیں، بلکہ صحیح حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ ''مسند ابی یعلیٰ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں'':

٣٤٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْجَهْمِ الْأَزْرَقُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ». (مسند أنس بن مالك رضي الله عنه)

بلکہ ''تسکین الصدور'' میں محقق العصر حضرت علامہ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شعرانی اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ کے حوالے سے یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ (صفحہ: 245/244)

4۔ اس واقعہ اور کرامت سے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک میں برزخی زندگی بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

تحقیقِ حکایت: روضہ اقدس کے پاس جاکر بارش کی دعا کی درخواست!

حکایت: حضرت علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے ”وفاء الوفاء“ میں یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ شدید قحط میں مبتلا ہوگئے تو حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے اپنے امتیوں کے لیے بارش طلب فرمائیں کیوں کہ وہ ہلاک ہورہے ہیں۔ تو حضور اقدس ﷺ اُن کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ: ”تم عمر کے پاس جاؤ اور انھیں میرا اسلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر بارش نازل کی جائے گی، اور اُن سے کہو کہ دانائی اختیار کرو، دانائی اختیار کرو۔“ تو وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں یہ ساری باتیں عرض کیں تو حضرت عمر رو پڑے، پھر کہنے لگے کہ یااللہ! میں نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے سوائے اُس کام میں جو میرے بس سے باہر تھا۔

وقد يكون التوسل به ﷺ بعد الوفاة بمعنى طلب أن يدعو كما كان في حياته، وذلك فيما رواه البيهقي من طريق الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار، ورواه ابن أبي شيبة بسند صحيح عن مالك الدار، قال: أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله، استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا، فأتاه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام فقال: «ائت عمر فاقرئه السلام، وأخبره أنهم مسقون، وقل له: عليك الكيس الكيس». فأتى الرجل عمر رضي الله تعالى عنه فأخبره، فبكى عمر رضي الله تعالى عنه ثم قال: يا رب ما آلو إلا ما عجزت عنه. وروى سيف في «الفتوح» أن الذي رأى المنام المذكور بلال بن الحارث المزني أحد الصحابة رضي الله تعالى عنهم. ومحل الاستشهاد طلب الاستسقاء منه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو في البرزخ، ودعاؤه لربه في هذه الحالة غير ممتنع، وعلمه بسؤال من يسأله قد ورد، فلا مانع من سؤال الاستسقاء وغيره منه كما كان في الدنيا.

(الفصل الثالث في توسّل الزائر: الحال الثالث)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں یہ واقعہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، جبکہ سیف بن عمر رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ واقعہ یوں بھی ذکر فرمایا ہے کہ: لوگ جب قحط میں مبتلا ہوگئے تو حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی، تو فرمایا کہ: میں آپ کی طرف حضور اقدس ﷺ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، آپ کے لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''اے عمر! میں تو تمہیں سمجھ دار ہی سمجھتا رہا اور تم اسی سمجھ داری پر ہی قائم رہے، لیکن اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟'' (کہ ایسے موقع پر نمازِ استسقاء کی طرف تمہاری توجہ نہیں گئی۔) تو حضرت عمر نے حضرت بلال بن الحارث سے فرمایا کہ: یہ خواب تم نے کب دیکھا؟ تو حضرت بلال نے عرض کیا کہ گذشتہ رات۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ استسقاء کے لیے نکلے اور لوگوں کو بھی جمع فرمایا، چنانچہ جب انھوں نے لوگوں کو نمازِ استسقاء پڑھائی تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ: لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے مجھ سے خیر کے سوا کوئی اور کام ہوتے دیکھا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ: نہیں۔ تو حضرت عمر نے فرمایا کہ بلال بن الحارث یوں کہتا ہے، تو لوگوں نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ واقعہ کی مزید تفصیل دیکھیے:

وَقَالَ سَيْفُ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَهْلِ بْنِ يُوسُفَ السُّلَمِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ عَامُ الرَّمَادَةِ فِي آخِرِ سَنَةِ سَبْعَ عَشْرَةَ، وَأَوَّلِ سَنَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ، أَصَابَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَمَا حَوْلَهَا جُوعٌ فَهَلَكَ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، حَتَّى جَعَلَتِ الْوَحْشُ تأوى إلى الأنس، فكان الناس بذلك وَعُمَرُ كَالْمَحْصُورِ عَنْ أَهْلِ الْأَمْصَارِ حَتَّى أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ فَاسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ فقال: أنا رسول رسول الله إِلَيْكَ، يَقُولُ لَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ عَهِدْتُكَ كَيِّسًا، وَمَا زِلْتَ عَلَى ذَلِكَ، فَمَا شَأْنُكَ»؟ قَالَ: مَتَى رَأَيْتَ هَذَا؟ قَالَ: الْبَارِحَةَ. فَخَرَجَ فَنَادَى فِي النَّاسِ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ أَنْشُدُكُمُ اللهَ هَلْ تَعْلَمُونَ منى أمرا غيره خير منه؟ فقالوا: اللّهمّ لَا، فَقَالَ: إِنَّ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ يزعم ذية وذية. قالوا: صَدَقَ بِلَالٌ فَاسْتَغِثْ بالله ثُمَّ بِالْمُسْلِمِينَ. فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ -وَكَانَ عُمَرُ عَنْ ذَلِكَ مَحْصُورًا- فَقَالَ عُمَرُ: اللهُ أَكْبَرُ، بَلَغَ الْبَلَاءُ مُدَّتَهُ فَانْكَشَفَ. مَا أُذِنَ لِقَوْمٍ فِي الطَّلَبِ إِلَّا وَقَدْ رفع عنهم الأذى

والبلاء. وكتب إلى أمراء الأمصار أن أغيثوا أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهَا، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَ جَهْدُهُمْ. وَأَخْرَجَ النَّاسَ إِلَى الِاسْتِسْقَاءِ فَخَرَجَ وَخَرَجَ مَعَهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَاشِيًا، فَخَطَبَ وَأَوْجَزَ وَصَلَّى ثُمَّ جَثَى لِرُكْبَتَيْهِ وَقَالَ: اللَّهمّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ، اللَّهمّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا. ثُمَّ انْصَرَفَ فَمَا بَلَغُوا الْمَنَازِلَ رَاجِعِينَ حَتَّى خَاضُوا الْغُدْرَانَ.

وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ وَأَبُو بكر الفارسي قالا: حدثنا أبو عمر بْنُ مَطَرٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَلِيٍّ الذُّهْلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِكٍ قال: أصاب الناس قحط في زمن عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ في المنام فقال: «ايت عمر فأقرئه مني السلام، وأخبرهم أنهم مسقون، وقل له: عليك بالكيس الْكَيْسَ». فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا رب ما آلوا إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ. (ثم دخلت سنة ثمانية عشر)

تحقیقِ حکایت:

مذکورہ واقعہ صحیح سند کے ساتھ مروی اور بالکل معتبر ہے، یہ واقعہ ''مصنف ابن ابی شیبہ''میں بھی ہے:

٣٢٦٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا. فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: «ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مَسْقيُّونَ، وَقُلْ لَهُ: عَلَيْك الْكَيْسُ، عَلَيْك الْكَيْسُ». فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ : يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْت عَنْهُ.

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ واقعہ ''دلائل النبوۃ''میں ذکر فرمایا ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ وَأَبُو بَكْرٍ الْفَارِسِيُّ قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ مَطَرٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَلِيٍّ الذُّهْلِيُّ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ

مَالِكٍ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحطٌ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ، فَقَالَ: «ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقَوْنَ. وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ». فَأَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ، فَأَخْبَرَهُ، فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبُّ مَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

(بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَنَامِ)

ذیل میں اس واقعہ کی توثیق ملاحظہ فرمائیں:

1۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں امام ابو بکر ابن ابی شیبہ کے حوالے سے یہ واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے:

وروى بن أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ مَالِكٍ الدَّارِيِّ وَكَانَ خَازِنُ عُمَرَ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: «ائْتِ عُمَرَ»، الْحَدِيثَ. وَقَدْ رَوَى سَيْفٌ فِي «الْفُتُوحِ» أَنَّ الَّذِي رَأَى الْمَنَامَ الْمَذْكُورَ هُوَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ أَحَدُ الصَّحَابَةِ. (بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الِاسْتِسْقَاءَ إِذَا قحطوا)

2۔ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں مذکورہ واقعہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے: وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ. (ثم دخلت سنة ثمانية عشر)

3۔ حضرت امام سمہودی رحمہ اللہ ''وفاء الوفاء'' میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جس کی عبارت ماقبل میں گزر چکی ہے۔

فوائد اور وضاحتیں:

مذکورہ واقعہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہو جاتی ہیں:

1۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے

بارش کی دعا کی درخواست کی، اس پر کسی بھی صحابی نے تردید اور نکیر نہیں فرمائی، بلکہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی تائید حاصل ہوئی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاکر اُن سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔ یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے جو کہ متعدد دلائل سے ثابت ہے۔ یہ ساری صورتحال اُن حضرات کی کھلی تردید کرتی ہے کہ جو روضہ اقدس کے پاس جاکر حضور اقدس ﷺ سے دعا کی درخواست کرنے کو شرک یا حرام سمجھتے ہیں۔

2۔ مذکورہ واقعہ سے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر استشفاع یعنی شفاعت کی درخواست کرنے اور دعائے مغفرت کی درخواست کرنے کے جائز ہونے کا مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ یہ متعدد دلائل سے ثابت ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ حضرات اکابرِ امت نے روضہ اقدس کی زیارت کے آداب اور حج و عمرہ کے باب میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ یہاں اس کے دلائل دینے کا موقع نہیں۔

3۔ یہاں دو صورتیں الگ الگ ہیں: ایک صورت تو یہ کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاکر اُن سے دعا مانگنا، تو یہ حرام اور شرک کے زمرے میں آتا ہے کیوں کہ دعا صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاسکتی ہے بس! جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاکر ان سے دعا کی درخواست کرنا کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیے، تو یہ بالکل جائز ہے، جیسا کہ دنیاوی زندگی میں کسی سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔ مذکورہ واقعہ میں اس دوسری صورت کا ذکر ہے، نہ کہ پہلی صورت کا۔ اس لیے یہ فرق مدنظر رکھا جائے تاکہ غلط فہمی اور مغالطے میں مبتلا ہونے سے بچا جاسکے۔

4۔ مذکورہ واقعہ پر شبہ اس لیے بھی نہیں ہو سکتا کہ صحیح احادیث اور اجماعِ امت کی روشنی میں اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور وہ قبر مبارک کے قریب پڑھے گئے درود وسلام کو خود سنتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں، اس لیے اگر کوئی حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جاکر ان سے دعا کی درخواست کرے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہو سکتا۔

5۔ واضح رہے کہ مذکورہ واقعہ میں صحابیِ رسول ﷺ نے یہ دعا حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس

جا کر مانگی ہے اور پھر حضور اقدس ﷺ کو ان کے آنے کا بھی علم ہوا، پھر حضور اقدس ﷺ ان کے خواب میں بھی تشریف لائے، یہ ساری صورتحال اس بات کی بھی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو قبر مبارک میں برزخی زندگی حاصل ہے، جیسا کہ دیگر صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

تحقیقِ حدیث: فرشتے اُمتیوں کا درود و سلام پہنچاتے ہیں!

حدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے مقرر ہیں جو کہ زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“

مذکورہ حدیث متعدد کتبِ احادیث میں روایت کی گئی ہے، جن میں سے چند کتب کے حوالے عربی عبارات سمیت ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

- سنن النسائی:

١٢٨١- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، ح: وأَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ». (بَاب السَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ)

- مسند احمد:

٣٦٦٦- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ».

- مصنف بن ابی شیبہ:

٨٧٩٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ».

- سنن الدارمی:

٢٨٣٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِى الأَرْضِ يُبَلِّغُونَنِى عَنْ أُمَّتِى

السَّلَامَ». (بَابُ: فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ)

- **مستدرک حاکم:**

٣٥٧٦- أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ الْفَقِيهُ وَأَبُو الْحَسَنِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا: حدَّثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حدثنا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى: حدثنا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ وَسُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ».

صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ، وَقَدْ عَلَوْنَا فِي حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ فَإِنَّهُ مَشْهُورٌ عَنْهُ. فَأَمَّا حَدِيثُ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ فَإِنَّا لَمْ نَكْتُبْهُ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

- **مجمع الزوائد:**

١٤٢٥٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونَ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ». قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَيُحَدَثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ».

رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. (بَابُ مَا يَحْصُلُ لِأُمَّتِهِ ﷺ مِنَ اسْتِغْفَارِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ)

- **مصنَّف عبد الرزاق:**

٣١١٦- عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَلَائِكَةٌ سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونَ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ».

مذکورہ کتب کے علاوہ یہ حدیث المعجم الکبیر للطبرانی، صحیح ابن حبان، شعب الایمان، مسند ابی یعلٰی، الدعوات الکبیر للبیہقی، الزہد والرقائق لابن المبارک، العظمۃ لابی الشیخ، مسند البزار اور عمل الیوم واللیلۃ للنسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

حدیث کی تحقیق:

1۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''مستدرک حاکم'' میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''تلخیص'' میں ان کی موافقت کرتے ہوئے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کی عبارت گزر چکی ہے۔

2۔ امام محدث ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ اس کی عبارت بھی گزر چکی ہے۔

3۔ حضرت محدث عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے ''التیسیر بشرح الجامع الصغیر'' میں مذکورہ حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

(إن لله تعالى ملائكة سياحين) من «السياحة» وهي السير (في الأرض) في مصالح الناس، وفي رواية بدله: في الهواء (يبلغوني من) وفي رواية: عن (أمتي) أمة الإجابة (السلام) ممن سلم علي منهم وإن بعد قطره أي فيرد عليهم بسماعه منهم، وسكت عن الصلاة، والظاهر أنهم يبلغونها أيضًا (حم ن حب ك عن ابن مسعود) بأسانيد صحيحة. (حرف الهمزة)

4۔ حضرت محدث عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے ''فیض القدیر'' میں امام حاکم، امام ذہبی اور امام ہیثمی رحمہم اللہ کے حوالے سے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

٣٢٥٥- (إن لله تعالى ملائكة) جمع ملك، ونكره على معنى بعض صفته كذلك (سياحين) بسين مهملة من السياحة وهي السير، يقال: «ساح في الأرض يسيح سياحة» إذا ذهب فيها، أصله من السيح وهو الماء الجاري المنبسط (في الأرض) في مصالح بني آدم، وفي رواية بدله: في الهواء (يبلغوني من) وفي رواية: عن (أمتي) أمة الإجابة (السلام) ممن يسلم علي منهم وإن بعد قطره وتناءت داره أي فيرد عليهم سماعه منهم كما بين في خبر آخر، وهذا التعظيم للمصطفى ﷺ وإجلالا لمنزلته حيث سخر الملائكة الكرام لذلك. قال السبكي: قال ابن بشار: تقدمت إلى قبر النبي ﷺ فسلمت فسمعت من داخل الحجرة الشريفة: وعليك السلام. (حم ن) في الصلاة (حب ك) في التفسير، كلهم (عن ابن مسعود) قال الحاكم:

صحيح، وأقره الذهبي، وقال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح. قال الحافظ العراقي: الحديث متفق عليه دون قوله: «سياحين».

5۔ حضرت علامہ سمہودی رحمہ اللہ نے ''وفاء الوفاء'' میں ''مسند بزار'' کی روایت کردہ مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

وروى البزار برجال الصحيح عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال: «إن لله ملائكة سيّاحين يبلغونّي عن أمتي». قال: وقال رسول الله ﷺ: «حياتي خير لكم، تحدثون ويحدث لكم، ووفاتي خير لكم، تعرض علي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت الله لكم».

(الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وإن لم تتضمّن لفظ الزيارة نصّا)

6۔ حضرت محدث سخاوی رحمہ اللہ نے ''القول البدیع'' میں امام حاکم کے حوالے سے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

وعن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: «إن لله ملائكة سياحين يبلغوني عن أمتي السلام». رواه أحمد والنسائي والدارمي وأبو نعيم والبيهقي والخلعي وابن حبان والحاكم في «صحيحهما» وقال: صحيح الإسناد.

(الباب الرابع: في تبليغه ﷺ سلام من يسلم عليه ورده السلام)

7۔ حضرت علامہ عزیزی رحمہ اللہ نے ''السراج المنیر'' میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

(أن لله تعالى ملائكة سياحين) من السياحة وهي السير (في الأرض) وفي رواية بدله: في الهواء (يبلغوني من أمتي السلام) وفي رواية: «عن» بدل «من»، أي يبلغوني سلام من سلم عليّ منهم وإن بعد قطره أي فيرد عليه بسماعه منهم. قال المناوي: وسكت عن الصلاة، والظاهر أنهم يبلغونها أيضًا. (حم ن حب ك) عن ابن مسعود. قال الشيخ: حديث صحيح.

(حرف الهمزة)

8۔ حافظ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جلاء الافہام'' میں مذکورہ حدیث ''سنن النسائی'' کے حوالے

سے ذکر کر کے فرمایا کہ: اس کی سند صحیح ہے:

وَمن حَدِيثه أَيْضا مَا رَوَاهُ النَّسَائِيّ من حَدِيث سُفْيَان عَن عبد الله بْن السَّائِب عَن زَاذَان عَن عبد الله بن مَسْعُود رَضِي الله عَنهُ عَن النَّبِي ﷺ قَالَ: «إِن لله مَلَائِكَة سياحين يبلغوني عَن أمتِي السَّلَام». وَهَذَا إِسْنَاد صَحِيح. (الْفَصْل الأول: حَدِيث ابْن مَسْعُود)

فوائد:

مذکورہ حدیث اور تفصیل سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1۔ مذکورہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین پر ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ وہ امتیوں کا سلام حضور اقدس ﷺ تک پہنچاتے ہیں، اور محدثین کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ فرشتے درود اور سلام دونوں پہنچاتے ہیں۔ اس کی تائید حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اُس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود وسلام پڑھتا ہے تو میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود وسلام پڑھتا ہے تو فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔“ اور اس بات پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع بھی ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

3۔ جب فرشتے حضور اقدس ﷺ کو امتیوں کا سلام پہنچاتے ہیں تو حضور اقدس ﷺ اس کا جواب بھی دیتے ہیں، جیسا کہ ”سنن ابی داود“ کی صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص بھی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح میری طرف متوجہ فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔“ جس کی تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

4۔ یہ مذکورہ ساری صورتحال بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو عالمِ برزخ میں اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔

5۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہر جگہ حاضر نہیں، بلکہ اپنے روضہ اقدس میں موجود ہیں، کیوں کہ اگر ہر جگہ حاضر ہوتے تو انھیں فرشتوں کے ذریعے درود وسلام پہنچانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ خود ہی سن لیا کرتے، یعنی یہ قریب اور دور کا فرق نہ ہوتا، حالاں کہ یہ فرق خود احادیث سے ثابت ہے۔

قیامت، جنت اور جہنم

سے متعلق بنیادی عقائد

قیامت سے متعلق بنیادی عقائد:

1۔ قیامت بر حق ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت کا ایک دن مقرر ہے، اسی دن قیامت قائم ہو گی۔

3۔ جس ذات نے اپنی قدرت سے اس عالم کو پیدا کیا وہ اس کو ختم بھی کر سکتا ہے اور ختم کر کے دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے، اسی کا نام قیامت ہے۔

4۔ قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے قائم ہو گی، صور کی آواز سے سب جاندار مر جائیں گے، زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔ پھر چالیس سال کے بعد دوبارہ صور پھونکیں گے، اس سے سب زندہ ہو جائیں گے، قبروں میں پڑے ہوئے قبروں سے نکل کر میدان محشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے، پہلے صور کو نفخۂ اُولیٰ جبکہ دوسرے کو نفخۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

5۔ قیامت سے پہلے قیامت کی علامات ظاہر ہوں گی۔ واضح رہے کہ علاماتِ قیامت دو طرح کی ہیں:

- **علاماتِ صغریٰ:**

اس سے مراد چھوٹی چھوٹی یا دور کی علامات ہیں، حضور اقدس ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور وفات بھی قیامت کی علامات میں سے ہے، ان علامات کا سلسلہ امام مہدی رضی اللہ عنہ تک ہو گا۔

- **علاماتِ کبریٰ:**

یعنی بڑی بڑی علامات جو کہ قیامت کے قریبی زمانے میں ظاہر ہوں گی، یہ علامات امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے لے کر پہلا صور پھونکے جانے تک ظاہر ہوں گی۔ جن میں سے چند یہ ہیں: امام مہدی کا ظہور، دجال کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یأجوج و مأجوج کا خروج، سورج کا مغرب سے طلوع ہو جانا، دابّۃ الارض کا خروج، ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور تمام مسلمانوں کا وفات پا جانا، حبشیوں کی حکومت میں بیت اللہ کا شہید کیے جانا، آگ کا لوگوں کو ملکِ شام کی طرف ہانکنا۔

6۔ پہلا صور پھونکے جانے سے لے کر جنت اور جہنم میں داخل ہونے تک کے زمانے کو قیامت کہا جاتا ہے۔

7۔ قیامت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے رہے، اور پیغمبروں کی تعلیمات کو اپنایا ان کو انعام سے نوازا جائے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پیغمبروں کی تعلیمات سے رو گردانی کرتے رہے انھیں سزا دی جائے، مظلوم کی داد رسی کی جائے اور ظالم سے انتقام لیا جائے، حق دار کو اس کا حق دلایا جائے۔

8۔ قیامت کا قائم ہونا، حساب و کتاب ہونا، اعمال نامہ ملنا، اعمال کا وزن ہونا، پلِ صراط پر سے گزرنا، اسی طرح جنت و جہنم؛ یہ سب کچھ حق ہے، جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

جنت سے متعلق بنیادی عقائد:

1۔ جنت حق ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی جگہ ہے۔

2۔ جنت پیدا کی جاچکی ہے اور اس وقت بھی موجود ہے۔

3۔ جنت دائمی انعام ہے کہ اہلِ جنت جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

4۔ جنت میں کوئی کافر اور مشرک داخل نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ صرف اہلِ ایمان کے لیے ہے۔

جہنم سے متعلق بنیادی عقائد:

1۔ جہنم حق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی جگہ ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے۔

2۔ جہنم بھی پیدا کی جاچکی ہے اور اب بھی موجود ہے۔

3۔ جہنم کفار، مشرکین، منافقین کے لیے دائمی عذاب کی جگہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، البتہ گناہگار مسلمان اپنی سزا پا کر جنت میں ضرور داخل کیے جائیں گے۔

اَعراف:

جنت اور جہنم کے مابین ایک اونچی دیوار حائل ہو گی جس کو اعراف کہا جاتا ہے، اس میں نہ تو جنت جیسی راحت ہے اور نہ جہنم جیسا عذاب۔ وہ لوگ جن کے لیے ابتدائی طور پر جنت کا فیصلہ نہیں ہوا ہو گا یا تو اس وجہ سے کہ ان کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے یا کسی اور وجہ سے تو وہ کچھ مدت یہاں ٹھہریں گے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ (عقائد اہل السنۃ والجماعۃ از مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم)

قیامت، جنت، جہنم اور اعراف سے متعلق آیات مبارکہ مع ترجمہ

ذیل میں قیامت، جنت، جہنم اور اعراف سے متعلق متعدد آیات اور ''آسان ترجمہ قرآن'' سے ان کا ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے، جن سے ان امور سے متعلق متعدد حقائق اور حالات سامنے آسکیں گے۔

- سورتِ اعراف آیت 8،9:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ٱلْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۞

ترجمہ:

''اور اس دن (اعمال کا) وزن ہونا اٹل حقیقت ہے۔ چنانچہ جن کی ترازو کے پلے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جن کی ترازو کے پلے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتیاں کر کر کے خود اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا ہے۔''

- سورتِ اعراف آیت 40تا51:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۞ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۞ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۞ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۞ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۠ ۞ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۞ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۞

ترجمہ:

”(لوگو!) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور تکبر کے ساتھ ان سے منہ موڑا ہے، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کوئی اونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو جاتا، اور اسی طرح ہم مجرموں کو ان کے کیے کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ان کے لیے تو دوزخ ہی کا بچھونا ہے، اور اوپر سے اسی کا اوڑھنا۔ اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے کیے کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں -(یاد رہے کہ) ہم کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتے،- تو ایسے لوگ جنت کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور ان کے سینوں میں (ایک دوسرے سے دنیا میں) جو کوئی رنجش رہی ہوگی، اسے ہم نکال

باہر کریں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے: تمام تر شکر اللہ کا ہے، جس نے ہمیں اس منزل تک پہنچایا، اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم کبھی منزل تک نہ پہنچتے۔ ہمارے پروردگار کے پیغمبر واقعی ہمارے پاس بالکل سچی بات لے کر آئے تھے۔ اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ: لوگو! یہ ہے جنت! تم جو عمل کرتے رہے ہو ان کی بنا پر تمہیں اس کا وارث بنا دیا گیا ہے۔ اور جنت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ: ہمارے پروردگار نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے بالکل سچا پایا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارے پروردگار نے جو عدہ کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ: ہاں اتنے میں ایک منادی ان کے درمیان پکارے گا کہ: اللہ کی لعنت ہے ان ظالموں پر۔ جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے، اور اس میں ٹیڑھ نکالنا چاہتے تھے، اور جو آخرت کا بالکل انکار کیا کرتے تھے۔ اور ان دونوں گروہوں (یعنی جنتیوں اور دوزخیوں) کے درمیان ایک آڑ ہو گی اور اعراف پر (یعنی اس آڑ کی بلندیوں پر) کچھ لوگ ہوں گے جو ہر گروہ کے لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ اور وہ جنت والوں کو آواز دے کر کہیں گے کہ: سلام ہو تم پر۔ وہ (اعراف والے) خود تو اس میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ اشتیاق کے ساتھ امید لگائے ہوئے ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہوں کو دوزخ والوں کی سمت موڑا جائے گا تو وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ نہ رکھنا۔ اور اعراف والے ان لوگوں کو آواز دیں گے جن کو وہ ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ کہیں گے کہ: نہ تمہاری جمع پونجی تمہارے کچھ کام آئی، اور نہ وہ جنہیں تم بڑا سمجھے بیٹھے تھے۔ (پھر جنتیوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ) کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ اللہ ان کو اپنی رحمت کا کوئی حصہ نہیں دے گا؟ (ان سے تو کہہ دیا گیا ہے کہ) جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم کو کسی چیز کا ڈر ہو گا اور نہ تمہیں کبھی کوئی غم پیش آئے گا۔ اور دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے کہ: ہم پر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، یا اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں، ان کا کوئی حصہ (ہم تک بھی پہنچا دو) وہ جواب دیں گے کہ: اللہ نے یہ دونوں چیزیں ان کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا، اور جن کو دنیوی

زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ آج ہم بھی ان کو اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ اس بات کو بھلائے بیٹھے تھے کہ انہیں اس دن کا سامنا کرنا ہے اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا کھلم کھلا انکار کیا کرتے تھے۔"

- سورتِ یٰسٓ آیت 48تا65:

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۞ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۞ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۞ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۞ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۞ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۞ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِىْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِــُٔوْنَ ۞ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۞ سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۞ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۞ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۞ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِىْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۞ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۗ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۞ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۞ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۞ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞

ترجمہ:

"اور کہتے ہیں کہ: یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ (مسلمانو) بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ (دراصل) یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کی حجت بازی کے عین درمیان انہیں آپکڑے گی۔ پھر نہ یہ کوئی وصیت کر سکیں گے، اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔ اور صور پھونکا جائے گا تو یکا یک یہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے روانہ ہو جائیں گے۔ کہیں گے کہ: ہائے ہماری کم بختی! ہمیں کس نے ہمارے مرقد سے اٹھا کھڑا کیا ہے؟ (جواب ملے گا کہ) یہ وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا، اور پیغمبروں نے سچی بات کہی تھی۔ اور کچھ نہیں، بس ایک زور کی آواز ہوگی، جس کے بعد یہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ اس دن کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، اور تمہیں کسی

اور چیز کا نہیں، بلکہ انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ جنت والے لوگ اس دن یقیناً اپنے مشغلے میں مگن ہوں گے۔ اور وہ ان کی بیویاں گھنے سایوں میں آرام دہ نشستوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ وہاں ان کے لیے میوے ہوں گے، اور انہیں ہر وہ چیز ملے گی جو وہ منگوائیں گے۔ رحمت والے پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔ (اور کافروں سے کہا جائے گا کہ) اے مجرمو! آج تم (مومنوں سے) الگ ہو جاؤ۔ اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تمھیں یہ تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تم میں سے ایک بڑی خلقت کو گمراہ کر ڈالا۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟ یہ ہے وہ جہنم جس سے تمھیں ڈرایا جاتا تھا۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے۔''

- سورتِ واقعہ آیت 1تا56:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۞ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۞ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۞ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۞ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۞ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ۞ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۞ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۞ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۞ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ ۞ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۞ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۗ ۞ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ ۞ مُّتَّكِـئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۞ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۞ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۞ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ ۞ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ ۞ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۞ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ ۞ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ ۞ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۞ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۞ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۞ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۞ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۞ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۞ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۞ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۞ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۞ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۞ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۞ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۞ عُرُبًا اَتْرَابًا ۞ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۞ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۗ ۞ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۗ ۞ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۙ ۞ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۙ ۞ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ

۞ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۞ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۞ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۞ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۞ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۞ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۞ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۞ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۞ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۞ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۞ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۞ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۞

ترجمہ:

''جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا۔ تو اس کے پیش آنے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ وہ ایک تہہ و بالا کرنے والی چیز ہوگی۔ جب زمین ایک بھونچال سے جھنجوڑ دی جائے گی۔ اور پہاڑوں کو پیس کر چورا کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ بکھرا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔ اور (لوگو!) تم تین قسموں میں بٹ جاؤ گے۔ چنانچہ جو دائیں ہاتھ والے ہیں، کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا۔ اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں وہ بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟ اور جو سبقت لے جانے والے ہیں، وہ تو ہیں ہی سبقت لے جانے والے وہی ہیں جو اللہ کے خاص مقرب بندے ہیں۔ وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے۔ شروع کے لوگوں میں سے بہت سے۔ اور بعد کے لوگوں میں سے تھوڑے۔ سونے کے تاروں سے بنی ہوئی اونچی نشستوں پر۔ ایک دوسرے کے سامنے ان پر تکیہ لگائے ہوئے۔ سدا رہنے والے لڑکے ان کے سامنے گردش میں ہوں گے۔ ایسی شراب کے پیالے، جگ اور جام لے کر۔ جس سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا، اور نہ ان کے ہوش اڑیں گے۔ اور وہ پھل لے کر جو وہ پسند کریں۔ اور پرندوں کا وہ گوشت لے کر جس کو ان کا دل چاہے۔ اور وہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ ایسی جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب بدلہ ہوگا ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔ وہ اس جنت میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے۔ اور نہ کوئی گناہ کی بات۔ ہاں جو بات ہوگی، سلامتی ہی سلامتی کی ہوگی۔ اور وہ جو دائیں ہاتھ والے ہوں گے، کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا۔ (وہ عیش کریں گے) کانٹوں سے پاک بیریوں میں۔ اور اوپر تلے لدے ہوئے کیلے کے درختوں میں۔ اور دور تک پھیلے ہوئے سائے میں۔ اور بہتے ہوئے پانی میں۔ اور ڈھیر

سارے پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان پر کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے رکھے ہوئے فرشوں میں۔ یقین جانو، ہم نے ان عورتوں کو نئی اٹھان دی ہے۔ چنانچہ انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ (شوہروں کے لیے) محبت سے بھری ہوئی، عمر میں برابر۔ سب کچھ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔ (جن میں سے) بہت سے شروع کے لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور بہت سے بعد والوں میں سے۔ اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟ وہ ہوں گے تپتی ہوئی لو میں، اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھویں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا، نہ کوئی فائدہ پہنچانے والا۔ یہ لوگ اس سے پہلے بڑے عیش میں تھے۔ اور بڑے بھاری گناہ پر اڑے رہتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے، تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اور کیا ہمارے پہلے گزرے ہوئے باپ دادوں کو بھی؟ کہہ دو کہ: یقیناً سب اگلے اور پچھلے۔ ایک متعین دن کے طے شدہ وقت پر ضرور اکٹھے کیے جائیں گے۔ پھر اے جھٹلانے والے گمراہو! تم لوگوں کو ایک ایسے درخت میں سے کھانا پڑے گا جس کا نام زقوم ہے۔ پھر اسی سے پیٹ بھرنے ہوں گے۔ پھر اس کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا۔ اور پینا بھی اس طرح جیسے پیاس کی بیماری والے اونٹ پیتے ہیں۔ یہ ہوگی جزاء و سزا کے دن ان لوگوں کی مہمانی۔"

- سورتِ رحمٰن آیت 37 تا 78:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۘ ۞ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ ۞ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ۝ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۚ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

ترجمہ:

’’غرض (وہ وقت آئے گا) جب آسمان پھٹ پڑے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ گلاب بن جائے گا۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ مجرم لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، پھر انہیں سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ یہ ہے وہ جہنم جسے یہ مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔یہ اسی کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟اور جو شخص (دنیا میں) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا تھا،اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟دونوں باغ شاخوں سے بھرے ہوئے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟انہی دو باغوں میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ان دونوں میں ہر پھل کے دو دو جوڑے ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو

جھٹلاؤ گے ؟وہ (جنتی لوگ) ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے بستر دبیز ریشم کے ہوں گے، اور دونوں باغوں کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟انہی باغوں میں وہ نیچی نگاہ والیاں ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے کبھی چھوا ہو گا اور نہ کسی جن نے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟وہ ایسی ہوں گے جیسے یاقوت اور مرجان۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟اچھائی کا بدلہ اچھائی کے سوا اور کیا ہے ؟اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟اور ان دو باغوں سے کچھ کم درجے کے دو باغ اور ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟دونوں سبزے کی کثرت سے سیاہی کی طرف مائل اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟انہی میں دو ابلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟انہی میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟انہی میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟وہ حوریں جنہیں خیموں میں حفاظت سے رکھا گیا ہو گا۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟انہیں ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے کبھی چھوا ہو گا، اور نہ کسی جن نے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟وہ (جنتی) سبز رفرف اور عجیب و غریب قسم کے خوبصورت فرش پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟بڑا بابرکت نام ہے تمہارے پروردگار کا جو عظمت والا بھی ہے، کرم والا بھی۔"

- سورتِ نازعات آیت 41تا44:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۞ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۞ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۞

ترجمہ:

"یہ لوگ تم سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہو گی؟ تمہارا یہ بات بیان

کرنے میں کیا کام؟اس کا علم تو تمہارے پروردگار پر ختم ہے۔“

- سورتِ نبا آیت 17تا40:

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۞ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۞ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۞ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۞ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۞ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۞ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۞ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۞ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۞ جَزَآءً وِّفَاقًا ۞ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۞ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۞ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۞ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۞ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۞ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۞ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۞ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۞ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۞ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۞ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۞ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۞ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۞ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۞

ترجمہ:

”یقین جانو فیصلے کا دن ایک متعین وقت ہے۔وہ دن جب صور پھونکا جائے گا تو تم سب فوج در فوج چلے آؤ گے۔اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس کے دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔اور پہاڑوں کو چلایا جائے گا تو وہ ریت کے سراب کی شکل اختیار کر لیں گے۔یقین جانو جہنم گھات لگائے بیٹھی ہے۔وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔جس میں وہ مدتوں اس طرح رہیں گے۔کہ اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے،اور نہ کسی پینے کے قابل چیز کا ہے۔سوائے گرم پانی اور پیپ لہو کے۔یہ ان کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔وہ (اپنے اعمال کے) حساب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بڑھ چڑھ کر جھٹلایا تھا۔اور ہم نے ہر ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔اب مزہ چکھو! اس لئے کہ ہم تمہارے لیے سزا کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کریں گے۔جن لوگوں نے تقوی اختیار کیا تھا،ان کی بیشک بڑی جیت ہے۔باغات اور انگور۔اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں۔اور چھلکتے ہوئے پیمانے۔وہاں پر وہ نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے،اور نہ کوئی جھوٹی بات۔یہ تمہارے پروردگار کی طرف

سے صلہ ہو گا۔ (اللہ کی) ایسی دین ہو گی جو لوگوں کے اعمال کے حساب سے دی جائے گی۔اسی پروردگار کی طرف سے جو سارے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز کا مالک، بہت مہربان ہے! کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کے سامنے بول سکے۔ جس دن ساری روحیں اور فرشتے قطاریں بنا کر کھڑے ہوں گے، اس دن سوائے اس کے کوئی نہیں بول سکے گا۔ جسے خدائے رحمن نے اجازت دی ہو، اور وہ بات بھی ٹھیک کہے۔ وہ دن ہے جو برحق ہے۔اب جو چاہے وہ اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنا رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ایک ایسے عذاب سے خبردار کردیا ہے جو قریب آنے والا ہے جس دن ہر شخص وہ اعمال آنکھوں سے دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے ہیں، اور کافر یہ کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا۔''

- سورتِ عبس آیت 33تا42:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۞ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۞ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۞ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۞ لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۞ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۞ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۞ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۞ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۞ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۞

ترجمہ:

''آخر جب وہ کان پھاڑنے والی آواز آ ہی جائے گی۔ (اس وقت اس ناشکری کی حقیقت پتہ چل جائے گی) یہ اس دن ہو گا جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا۔اور اپنے ماں باپ سے بھی۔اور اپنے بیوی بچوں سے بھی۔ (کیونکہ) ان میں سے ہر ایک کو اس دن اپنی ایسی فکر پڑی ہو گی کہ اسے دوسروں کا ہوش نہیں ہو گا۔اس روز کتنے چہرے تو چمکتے دمکتے ہوں گے۔ہنستے، خوشی مناتے ہوئے۔اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہو گی۔ سیاہی نے انہیں ڈھانپ رکھا ہو گا۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو کافر تھے، بدکار تھے۔''

- سورتِ تکویر آیت 1تا14:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۞ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۞ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۞ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۞ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۞ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۞ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۞ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ

قُتِلَتْ ۚ۞ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۞ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۞ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۞ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۞ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ؕ۞

ترجمہ:

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے۔اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیوں کو بھی بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔اور جب سمندروں کو بھڑکایا جائے گا۔اور جب لوگوں کے جوڑے جوٹے بنا دئے جائیں گے۔اور جس بچی کو زندہ قبر میں گاڑ دیا گیا تھا،اس سے پوچھا جائے گا۔کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟اور جب اعمال نامے کھول دئے جائیں گے۔اور جب آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا۔اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔اور جب جنت قریب کر دی جائے گی۔تو اس وقت ہر شخص کو اپنا سارا کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔''

- سورتِ انفطار آیت 1تا19:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۞ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۞ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۞ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۞ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۞ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۞ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ فَعَدَلَكَ ۞ فِىْۤ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ۞ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۞ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۞ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۞ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۞ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ ۚ۞ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَحِيْمٍ ۞ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۞ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۞ وَمَآ اَدْرٰٮكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۞ ثُمَّ مَآ اَدْرٰٮكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ۞ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۞

ترجمہ:

''جب آسمان چر جائے گا۔اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔اور جب سمندروں کو ابال دیا جائے گا۔اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔اس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے اس پروردگار کے معاملے میں دھوکا لگا دیا ہے جو بڑا کرم والا ہے۔جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا،پھر تیرے اندر اعتدال پیدا کیا؟جس صورت میں چاہا،اس نے تجھے جوڑ

کر تیار کیا۔ ہر گز ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن تم جزاء و سزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر کچھ نگران (فرشتے) مقرر ہیں۔ وہ معزز لکھنے والے۔ جو تمہارے سارے کاموں کو جانتے ہیں۔ یقین رکھو کہ نیک لوگ یقینا بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں گے۔ وہ اس میں جزاء و سزا کے دن داخل ہوں گے۔ اور وہ اس سے غائب نہیں ہو سکتے۔ اور تمہیں کیا پتہ کہ جزاو سزا کا دن کیا چیز ہے؟ ہاں تمہیں کیا پتہ کہ جزاء و سزا کا دن کیا چیز ہے؟ یہ وہ دن ہو گا جس میں کسی دوسرے کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہو گا، اور تمام تر حکم اس دن اللہ ہی کا چلے گا۔"

- سورتِ انشقاق آیت 1تا15:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۞ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۞ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۞ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۞ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۞ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۞ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۞ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۞ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۞ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۞ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۞ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۞ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۞ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۞ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۞

ترجمہ:

"جب آسمان پھٹ پڑے گا۔ اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اس پر لازم ہے یہی کرے۔ اور جب زمین کو کھینچ دیا جائے گا۔ اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گی، اور اس پر لازم ہے کہ یہی کرے (اس وقت انسان کو اپنا انجام معلوم ہو جائے گا) اے انسان! تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مسلسل کسی محنت میں لگا رہے گا، یہاں تک کہ اس سے جا ملے گا۔ پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس سے تو آسان حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوشی مناتا ہوا واپس آئے گا۔ لیکن وہ شخص جس کو اس کا اعمال نامہ اس کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل

ہوگا۔ پہلے وہ اپنے گھر والوں کے درمیان بہت خوش رہتا تھا۔ اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ کبھی پلٹ کر (اللہ کے سامنے) نہیں جائے گا۔ بھلا کیوں نہیں؟ اس کا پروردگار اسے یقینی طور پر دیکھ رہا تھا۔"

- سورتِ غاشیہ آیت 1تا16:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ؕ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۙ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۙ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ؕ

ترجمہ:

"کیا تمہیں اس واقعے (یعنی قیامت) کی خبر پہنچی ہے جو سب پر چھا جائے گا؟ بہت سے چہرے اس دن اترے ہوئے ہوں گے۔ مصیبت جھیلتے ہوئے، تھکن سے چور۔ وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ انہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔ ان کے لیئے ایک کانٹے دار جھاڑ کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا۔ جو نہ جسم کا وزن بڑھائے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔ بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ (دنیا میں) اپنی کی ہوئی محنت کی وجہ سے پوری طرح مطمئن۔ عالیشان جنت میں ہوں گے جس میں وہ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔ اس جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ اس میں اونچی اونچی نشستیں ہوں گی۔ اور سامنے رکھے ہوئے پیالے۔ اور قطار میں لگائے ہوئے گداز تکیے۔ اور بچھے ہوئے قالین۔"

- سورتِ فجر آیت 21تا30:

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ؕ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۙ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ؕ

ترجمہ: "ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اور تمہارا پروردگار اور

قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدان حشر میں) آئیں گے۔اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا، تو اس دن انسان کو سمجھ آئے گی اور اس وقت سمجھ آنے کا موقع کہاں ہو گا؟ وہ کہے گا کہ: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ آگے بھیج دیا ہوتا۔ پھر اس دن اللہ کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہیں ہو گا۔ اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہو گا۔ (البتہ نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ) اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے۔ اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تو اس سے راضی ہو، اور وہ تجھ سے راضی۔ اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔"

- سورتِ زلزال:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۞ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۞ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۞ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۞ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۞ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞

ترجمہ:

"جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجھوڑ دی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتا دے گی۔ کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے یہی حکم دیا ہو گا۔ اس روز لوگ مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے، تاکہ ان کے اعمال انہیں دکھا دیے جائیں۔ چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہو گی وہ اسے دیکھے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھے گا۔"

- سورتِ قارعہ:

اَلْقَارِعَةُ ۞ مَا الْقَارِعَةُ ۞ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۞ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۞ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۞ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۞ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۞ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۞ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۞ نَارٌ حَامِيَةٌ ۞

ترجمہ:

"(یاد کرو) وہ واقعہ جو دل دہلا کر رکھ دے گا۔ کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ ؟اور تمہیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے؟ جس دن سارے لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے۔ تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا۔ اور وہ جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ تو اس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟ ایک دہکتی ہوئی آگ۔"

- سورتِ حاقہ آیت 13تا37:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۞ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۞ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۞ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۞ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۞ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۞ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۞ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۞ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۞ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۞ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۞ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ ۞ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۞ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۞ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ ۞ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۞ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۞ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ۞ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۞ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۞ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۞ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۞ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ ۞

ترجمہ:

"پھر جب ایک ہی دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ تو اس دن وہ واقعہ پیش آجائے گا جسے پیش آنا ہے۔ اور آسمان پھٹ پھڑے گا اور وہ اس دن بالکل بودا پڑ جائے گا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے، اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تمہاری پیشی اسی طرح ہوگی کہ تمہاری کوئی چھپی ہوئی

چیز چھپی نہیں رہے گی۔ پھر جس کسی کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ: لوگو! لو یہ میرا اعمال نامہ پڑھو۔ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ مجھے اپنے حساب کا سامنا کرنا ہوگا۔ چنانچہ وہ من پسند عیش میں ہوگا۔ اس اونچی جنت میں جس کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (کہا جائے گا کہ) اپنے ان اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو، جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے تھے۔ رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ: اے کاش! مجھے میرا اعمال دیا ہی نہ جاتا۔ اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! کہ میری موت ہی پر میرا کام تمام ہو جاتا۔ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا زور مجھ سے جاتا رہا۔ (ایسے شخص کے بارے میں حکم ہوگا) پکڑو اسے، اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو۔ پھر اسے دوزخ میں جھونک دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں پرو دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ کے برابر ہو۔ یہ نہ تو خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا۔ اور نہ غریب کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہذا آج یہاں نہ اس کا کوئی یار و مددگار ہے۔ اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز میسر ہے۔ سوائے غسلین کے۔ جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔"

- سورتِ معارج آیت 1تا18:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿﴾ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الۡمَعَارِجِ ؕ﴿﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ ﴿﴾ فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ﴿﴾ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ۙ﴿﴾ وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا ﴿﴾ يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ۙ﴿﴾ وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ۙ﴿﴾ وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا ﴿﴾ يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِىۡ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِيۡهِ ﴿﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَاَخِيۡهِ ۙ﴿﴾ وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـْٔوِيۡهِ ﴿﴾ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ۙ﴿﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿﴾ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿﴾ وَجَمَعَ فَاَوۡعٰى ﴿﴾

ترجمہ:

"ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے جو کافروں پر آنے والا ہے کوئی نہیں ہے جو اسے روک سکے۔ وہ

اللہ کی طرف سے آئے گا جو چڑھنے کے تمام راستوں کا مالک ہے۔فرشتے اور روح القدس اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔لہذا تم خوبصورتی کے ساتھ صبر سے کام لو۔یہ لوگ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔(وہ عذاب) اس دن ہو گا جب آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا۔اور پہاڑ رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو پوچھے گا بھی نہیں۔حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیے جائیں گے۔ مجرم یہ چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹے فدیہ میں دیدے۔اور اپنی بیوی اور اپنا بھائیاور اپناوہ خاندان جواسے پناہ دیتا تھا۔اور زمین کے سارے کے سارے باشندے۔ پھر (ان سب کو فدیہ میں دے کر) اپنے آپ کو بچالے۔(لیکن) ایساہر گز نہیں ہو سکے گا۔وہ تو ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔جو کھال اتار لے گی۔ہر اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیر کر منہ موڑا ہو گا۔اور (مال) اکٹھا کیا ہو گا پھر اسے سینت سینت کر رکھا ہو گا۔''

- سورتِ قیامہ آیت 1تا15:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۞ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۞ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۞ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۞ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۞ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۞ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۞ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۞ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۞ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۞ كَلَّا لَا وَزَرَ ۞ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨ الْمُسْتَقَرُّ ۞ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۞ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۞ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۞

ترجمہ:

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔اور قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔(کہ ہم انسان کو ضرور دوبارہ زندہ کریں گے) کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کر سکیں گے؟ کیوں نہیں؟ جبکہ ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ اس کی انگلیوں کے پور پور کو ٹھیک بنا دیں۔اصل بات یہ ہے کہ انسان چاہتا یہ ہے کہ اپنی آگے کی زندگی میں بھی ڈھٹائی سے گناہ کرتا ہے۔پوچھتا ہے کہ: کب آئے گا وہ

قیامت کا دن؟ پھر جب آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور چاند اور سورج اکٹھے کر دئے جائیں گے۔ اس وقت انسان کہے گا کہ: کہاں ہے کوئی جگہ جہاں بھاگ کر جاؤں؟ نہیں نہیں! پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ اس دن تو ہر ایک کو تمہارے پروردگار ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا پڑے گا۔ اس دن ہر انسان کو جتلا دیا جائے گا کہ اس نے کیا کچھ آگے بھیجا ہے، اور کیا کچھ پیچھے چھوڑا ہے۔ بلکہ انسان خود اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہو گا۔ چاہے وہ کتنے بہانے بنائے۔"

- سورتِ قیامہ آیت 20تا25:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۞ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۞ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۞ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۞ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۞ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۞

ترجمہ:

"خبر دار (اے کافرو!) اصل بات یہ ہے کہ تم فوری طور پر حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت کرتے ہو۔ اور آخرت کو نظر انداز کیے ہوئے ہو۔ اس دن بہت سے چہرے شاداب ہوں گے۔ اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ ہو گا جو کمر توڑ دینے والا ہے۔"

- سورتِ دہر آیت 1تا22:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۞ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۞ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۞ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۞ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۞ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۞ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۞ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۞ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۞ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۞ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۚ ۞ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۞ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ

۞ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۞ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۞ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۞ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۞ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۞ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۞ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۞ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَّسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۞ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۞

ترجمہ:

"انسان پر کبھی ایسا وقت آیا ہے کہ نہیں جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا؟ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفے سے اس طرح پیدا کیا کہ اسے آزمائیں۔ پھر اسے ایسا بنایا کہ وہ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے۔ ہم نے اسے راستہ دکھایا کہ وہ یا تو شکر گزار ہو، یا ناشکرا بن جائے۔ ہم نے ہی کافروں کے لیے زنجیریں، گلے کے طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ بیشک نیک لوگ ایسے جام سے مشروبات پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ مشروبات ایک ایسے چشمے کے ہوں گے جو اللہ کے (نیک) بندوں کے پینے کے لیے مخصوص ہے، وہ اسے (جہاں چاہیں گے) آسانی سے بہا کر لے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں، اور اس دن کا خوف دل میں رکھتے ہیں جس کے برے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اور وہ اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔ ہمیں تو اپنے پروردگار کی طرف سے اس دن کا ڈر لگا ہوا ہے جس میں چہرے بری طرح بگڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو اس دن کے برے اثرات سے بچا لے گا، اور ان کو شادابی اور سرور سے نوازے گا۔ اور انہوں نے جو صبر سے کام لیا تھا، اس کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ وہ ان باغوں میں آرام دہ اونچی نشستوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، جہاں نہ دھوپ کی تپش دیکھیں گے اور نہ کڑاکے کی سردی۔ اور حالت یہ ہوگی کہ ان باغوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے، اور ان کے پھل مکمل طور سے

ان کے آگے رام کر دیے جائیں گے۔اور ان کے سامنے چاندی کے برتن اور وہ پیالے گردش میں لائے جائیں گے جو شیشے کے ہوں گے۔ شیشے بھی چاندی کے جنہیں بھرنے والوں نے توازن کے ساتھ بھرا ہو گااور وہاں ان کو ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملا ہوا ہو گا۔ وہاں کے ایسے چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہے۔ان کے سامنے (خدمت کے لیے) ایسے لڑکے گردش میں ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ جب تم انہیں دیکھو گے تو یہ محسوس کرو گے کہ وہ موتی ہیں جو بکھیر دیے گئے ہیں۔اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) جب تم وہ جگہ دیکھو گے تو تمہیں نعمتوں کا ایک جہان اور ایک بڑی سلطنت نظر آئے گی۔ان کے اوپر باریک ریشم کا سبز لباس اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے، اور انہیں چاندی کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور ان کا پروردگار انہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔(اور فرمائے گا کہ) یہ ہے تمہارا انعام اور تم نے (دنیا میں) جو محنت کی تھی اس کی پوری قدر دانی کی گئی ہے۔“

اجتہاد وتقلید

حقیقت - ضرورت - شبہات کا اِزالہ

تفصیلی فہرست

قرآن وسنت دین کے مرکزی دلائل اور اصول ہیں:

لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن وسنت دو بنیادی اور مرکزی دلائل اور ستون ہیں۔ عقائد، مسائل اور اخلاقیات سمیت تمام تر دینی علوم اور تعلیمات کا سرچشمہ یہی دو اصول ہیں۔ حضرات صحابہ کرام بھی اصولی طور پر انھی دو ہدایت کے سرچشموں سے فیضیاب ہو کر انعاماتِ الٰہیہ کے مستحق بنے، اور یہی امت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ صحابہ کرام، تابعین کرام اور ائمہ مجتہدین کے علوم اور اجتہادات میں انھی دو دلائل کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔

شرعی دلائل چار ہیں:

جہاں تک شرعی دلائل کا معاملہ ہے تو حضرات صحابہ کرام، حضرات ائمہ اربعہ سمیت اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام جلیل القدر اہلِ علم کے نزدیک شرعی دلائل چار ہیں جو کہ بالترتیب یہ ہیں: قرآن وسنت اور اجماع وقیاس۔ان چار دلائل میں بنیادی اور مرکزی دلائل قرآن وسنت ہی ہیں، البتہ جو دینی بات قرآن وسنت میں انھیں نہ ملے یا نصوص میں ظاہری طور پر تعارض اور ٹکراؤ سامنے آئے تو پھر اس کا حل امت کے اجماع میں تلاش کیا جاتا ہے، لیکن اگر اس بات سے متعلق اجماع بھی موجود نہ ہو تو پھر امت کے مجتہدین اپنے خداداد علوم واستعداد اور مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر قرآن وسنت میں اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔

اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ حضرات ائمہ کرام قرآن وسنت کے مقابلے میں اجتہاد سے کام لیتے ہیں یا قیاس کو لے کر قرآن وسنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ زیرِ نظر تحریر میں اجماع وقیاس سے متعلق دلائل دینا مقصود نہیں، البتہ سرِ دست ایک غلط فہمی کا اِزالہ مقصود ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض حضرات سمجھتے ہیں کہ دین میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی امام مجتہد کی بات ماننے کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی بات ماننا قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ ان حضرات نے۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ امام مجتہد کو قرآن وسنت بلکہ حضور اقدس ﷺ کے مدِّمقابل لا کھڑا کیا اور یہ تأثُّر دینے کی کوشش کی کہ گویا امام مجتہد کی بات ماننے کا مطلب

یہ ہے کہ قرآن وسنت اور حضور اقدس ﷺ کو ترک کیا جارہا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون! اور یہ وہ غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے نجانے کتنے ہی سادہ لوح مسلمان شرعی اور ضروری تقلید کا انکار کر بیٹھے!! زیرِ نظر تحریر سے اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ ہو سکے گا ان شاء اللہ۔

تقلید کی تعریف:

دین میں کسی معتبر مجتہد امام کی بات پر اعتماد کر کے اس کی پیروی کرنا اور ان سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا؛ تقلید کہلاتا ہے۔اس لیے کہ ہمارے اعتماد کے مطابق وہ مجتہد قرآن وسنت اور شرعی دلائل ہی کی روشنی میں مسائل کا حل بتلاتا ہے۔

اس تعریف سے تو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ تقلید کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر کسی امام کی بات مانی جائے بلکہ قرآن وسنت پر عمل کرنے کے لیے ہی امام کی بات مانی جاتی ہے۔

تقلید درج ذیل امور میں کی جاتی ہے:

۱۔قرآن وحدیث کو سمجھنے میں۔

۲۔اُن مسائل میں جو قرآن وسنت میں صراحت سے بیان نہیں ہیں۔

۳۔جو مسائل قرآن وسنت میں بیان تو ہوئے ہیں لیکن ان میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ نظر آتا ہے۔

ان امور میں مجتہد کے ذمّے اجتہاد جبکہ مقلد کے ذمّے ان کی تقلید واجب ہوتی ہے۔

تقلید کیوں کی جاتی ہے؟

دین و دنیا کے ہر معاملے میں دیکھا جائے تو دو ہی طبقے سامنے آتے ہیں: ایک تو ماہرین کا طبقہ، اور دوسرا وہ طبقہ جو خود ماہر نہیں ہے البتہ ماہرین کی پیروی کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو لوگ ماہر نہیں ہیں وہ ماہرین کی پیروی ہی کرتے ہیں اور یہی ان کے لیے ضروری ہے۔ ہم تقلید اس لیے کرتے ہیں کہ ہم مجتہد نہیں ہیں، ہمیں قرآن

وسنت کے تمام تر علوم حاصل نہیں ہیں، اسی طرح وہ علوم جو قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے اہم ہیں ان سے بھی ہم کماحقّہ واقف نہیں ہیں، ہم قرآن وسنت کو کما حقہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی مجتہدانہ صفات رکھتے ہیں، بلکہ ہم اگر قرآن وسنت کو براہِ راست کچھ کچھ سمجھ بھی جائیں تب بھی ہماری ناقص سمجھ اور فہم پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور پھر یہ بات تو بالکل ہی ظاہر ہے کہ ہماری حد درجہ ناقص سمجھ کے مقابلے میں امت کے ائمہ مجتہدین کی سمجھ نہایت ہی عالی اور قابلِ اعتماد ہے، اس لیے ہماری بات کے مقابلے میں ان کی بات کی اہمیت زیادہ ہے، بلکہ ہماری فہم کی کیا مجال؟؟ امت کے جلیل القدر اہلِ علم، حضرات محدثین کرام، اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، حضرات فقہائے کرام بھی انھی چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے پیروکار رہے ہیں، جن کا علم وفضل امت میں تسلیم شدہ تھا، جب وہ تقلید پر عمل پیرا تھے۔۔۔ حتی کہ خود حضرات صحابہ کرام میں سے بھی مجتہدین چند ہی تھے جبکہ باقی دیگر انھی کی تقلید کرتے تھے، دیکھیے: اِعلام الموقعین للامام ابن القیم رحمہ اللہ۔۔۔ تو آج کے مسلمان کے لیے ائمہ کرام کی تقلید کے سوا اور کیا چارہ ہو سکتا ہے؟؟ اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اگر ہر ایک مسلمان کے لیے براہِ راست قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا اور خود مسائل اخذ کرنا ضروری ہوتا تو قرآن وسنت میں اہلِ علم سے پوچھنے اور ان کی پیروی کرنے کی تاکید نہ کی جاتی، حالاں کہ قرآن وسنت میں حضرات صحابہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، مجتہدین کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اہلِ علم سے پوچھنے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ساری صورتحال معاملہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کی ایک عام فہم وجہ:

ویسے تو امت میں بہت سے ائمہ مجتہدین گزرے ہیں لیکن امت میں جن مجتہدین کو قبولیت حاصل ہوئی، جن کی فقہ مدوّن اور جمع ہوئی اور امت میں پھیلی وہ چار ہی ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے امت میں انھی کے مذاہب جاری فرمائے، اگر کوئی شخص انھی میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا چاہے تو اسے دین کی مکمل تعلیمات میسر آسکتی ہیں، جبکہ دیگر مجتہدین کی فقہ مکمل طور پر مدوّن نہیں ہوئی۔

مذاہبِ اربعہ کا اجتہادی اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں:

یہ بات بھی واضح رہے کہ مذاہبِ اربعہ کا یہ اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں کیوں کہ فرقے عقائد کے اختلاف سے بنتے ہیں جو کہ نہایت ہی مذموم ہے، جبکہ ان مذاہبِ اربعہ کے مابین عقائد کا کوئی اختلاف نہیں، یہ چاروں مذہب عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ ہی سے منسلک ہیں، بلکہ ان کے مابین جو اختلاف ہے وہ فروعی اجتہادی اختلاف ہے جو کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ سے چلا آرہا ہے، یہ مذموم نہیں بلکہ یہ حق ہے اور امت کے لیے بڑی رحمت بھی!

کسی ایک امام کی تقلید کی عام سی وجہ:

قرآن وسنت میں جابجا شریعت کی مکمل اتباع کا حکم دیا گیا ہے جبکہ نفس اور نفسانی خواہشات کی اتباع سے سختی سے روکا گیا ہے، کیوں کہ نفس پرستی کا نام دین نہیں ہوسکتا۔ خیر القرون میں اجتہاد بھی تھا اور تقلید بھی تھی حتی کہ تقلید شخصی بھی ہوتی تھی البتہ کسی ایک مجتہد کی تقلید لازم قرار نہیں دی گئی بلکہ چوں کہ مجتہدین کی بڑی تعداد موجود تھی اس لیے جو لوگ مجتہد نہ تھے وہ کسی بھی مجتہد سے مسائل پوچھ لیتے تھے،اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ خیر القرون کا بہترین زمانہ تھا، خوفِ خدا اور تقویٰ غالب تھا اور نفس پرستی عام نہ تھی، اس لیے لوگ خوفِ آخرت سے لبریز تھے اور دین پر عمل کی سچی نیت کے ساتھ کسی بھی مجتہد سے مسئلہ پوچھ لینے میں حرج نہ تھا کیوں کہ مقصود دین ہی کی اتباع تھی۔ دوسری وجہ اس کی یہ تھی کہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب مدوّن نہیں ہوئے تھے اس لیے کسی ایک ہی کی تقلید مشکل تھی، پھر جب ائمہ اربعہ کا زمانہ آیا تو ان کے مذاہب مدوّن ہوئے، اب یہ سہولت ہوگئی کہ اگر کوئی غیر مجتہد شخص ان میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا چاہے تو وہ بآسانی کر سکتا ہے اور اس کو اپنے دین کے بارے میں مکمل راہنمائی میسر آسکتی ہے، اس لیے چاروں مذاہب برحق ہیں کیوں کہ یہ شرعی دلائل کی روشنی میں ائمہ مجتہدین ماہرینِ دین کے اجتہادات کا نتیجہ ہیں۔

البتہ چوں کہ ان مذاہب کے مابین بہت سے مسائل میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں اور خیر القرون کی طرح

خوفِ خدا اور تقویٰ بھی باقی نہ رہا بلکہ نفس پرستی کا عام رواج ہو گیا اس لیے اگر ان میں سے کسی ایک کی تقلید لازم قرار نہ دی جائے تو معاملہ دین کی اتباع کی بجائے نفس پرستی تک جا پہنچے گا، جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ نفس سہولت اور آسانیاں تلاش کرتا ہے خصوصًا اس فتنوں کے دور میں اور دین بیزاری کے ماحول میں نفس کی سرکشی عام فتنہ بن چکا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تاکہ اسی کی سختی اور نرمی دونوں پر عمل کیا جاسکے۔

کیا ائمہ مجتہدین کے پاس حلال و حرام کا اختیار ہے ؟؟

یہ بات تو ایک کھلی حقیقت ہے کہ چاروں مذاہب کے پیروکار اپنے ائمہ مجتہدین کو خدائی یا نبوی اختیارات ہر گز نہیں دیتے کیوں کہ یہ تو ایمان کے خلاف اور سنگین جرم ہے، یہ اتنی بدیہی بات ہے کہ اس کی وضاحت کی بھی ضرورت نہیں، لیکن یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ تقلید کے منکرین ہم پر یہ ایک بے بنیاد اعتراض کرتے ہیں بلکہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے ائمہ کو خدائی یا نبوی اختیارات دیے ہوئے ہیں۔ یقینًا یہ سراسر ناانصافی ہے ۔ حتی کہ قرآن میں جہاں کہیں یہود و نصاریٰ کی مذمت آئی ہے کہ انھوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو خدائی اختیارات سپرد کیے تھے تو یہ تقلید کے منکرین وہی آیات مقلدین پر چسپاں کر دیتے ہیں ، ظاہر ہے کہ یہ کس قدر ناانصافی کی بات ہے کیوں کہ ہم بھی ان آیات پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں جس گمراہی کی مذمت کی گئی ہے ہم بھی اس کی مذمت کرتے ہیں، اور یہ واضح حقیقت ہے کہ ہمارا عقیدہ یہود و نصاریٰ والا ہر گز نہیں ہے ۔۔ معاذ اللہ ۔۔، بلکہ ایک مؤمن کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حرام و حلال کا اختیار کسی امام کو دے دے ؟ ؟ بلکہ اللہ ہی کے پاس اس کے اختیارات ہیں۔

جب حرام و حلال کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تو ائمہ کے مابین حرام و حلال کا اختلاف کیوں ہے ؟

یاد رکھیے کہ ائمہ کرام کے مابین جن امور میں حلال و حرام کا اختلاف ہے تو وہ اجتہادی امور ہیں۔ اس کی

تفصیل یہ ہے کہ ایک تو حرام و حلال وہ ہے جو قرآن و سنت سے بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بیان فرمایااور حضور اقدس ﷺ کو وحی کے ذریعے آگاہ فرمایا، واضح طور پر ثابت ہونے والے حرام و حلال میں تو اختلاف ہی نہیں، یہ اجماعی امور کہلائے جاتے ہیں کہ ان پر سب کا اتفاق ہوا کرتا ہے، جیسا کہ ہونا بھی چاہیے، لیکن بہت سی چیزوں کے بارے میں قرآن و سنت میں اصولی باتیں تو بیان ہوئی ہیں لیکن صراحت سے ان کا ذکر نہیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی طرف سے مجتہدین کو جو اجتہاد کی اجازت ہوتی ہے تو اس اجتہاد کی بنیاد پر ائمہ مجتہدین قرآن و سنت ہی کی روشنی میں کسی چیز کے جائز ناجائز اور حرام و حلال کی تعیین کرتے ہیں، جب مجتہد قرآن و سنت کی روشنی میں کسی چیز کے حرام و حلال کو بیان کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہوتا کہ اس امام کے پاس حرام و حلال کا اختیار ہے بلکہ وہ قرآن و سنت سے کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کا حکم ظاہر کر رہا ہوتا ہے کیوں کہ اجتہاد شریعت بنانے کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت میں موجود شریعت کو ظاہر کرنے کا نام ہے، اس لیے یہ بات سمجھیے کہ کسی چیز کو حرام اور حلال کرنے اور کسی چیز کے بارے حرام و حلال کا حکم واضح کرنے میں واضح فرق ہے، حرام و حلال کا اختیار تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اللہ تعالی نے قرآن و سنت کے ذریعے صراحتًا یا اشارتًا جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دیا ہے ان کو بیان کرنے اور ان کو واضح کرنے کا کام ائمہ مجتہدین کا ہے، اس لیے ائمہ مجتہدین کسی چیز کو حرام یا حلال بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں، دونوں میں فرق واضح ہے۔

اب حرام و حلال سے متعلق ائمہ مجتہدین کے اس اجتہادی اختلاف کو مثال سے سمجھیے کہ احناف کے نزدیک سمندری جانداروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک سمندری تمام جاندار حلال ہیں، اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں مچھلی کے حلال ہونے کا تو ذکر صراحت سے آیا ہے جبکہ کیکڑے، جھینگے وغیرہ کا صراحت سے ذکر نہیں آیا ہے، اب ظاہر ہے کہ امت کی راہنمائی کے لیے مجتہد امام کے لیے کیکڑے کے حرام یا حلال ہونے کا حکم تو واضح کرنا ہی ہوگا، اس کے لیے جب وہ قرآن و سنت کے نصوص پر غور کرے گا تو اس کا حکم واضح کردے گا، تو چوں کہ ائمہ مجتہدین کے مسائل کے استنباط کا طریقہ،

اصول اور مزاج الگ الگ ہوتا ہے اس لیے مجتہدین کے مابین کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں ایسے اختلاف کا پایا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ ایک واقعی حقیقت ہے، یہ اجتہادی اختلاف عہد نبوی میں بھی ہوا، عہدِ صحابہ میں بھی اور عہدِ تابعین و تبع تابعین میں بھی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''رفع الملام عن الائمۃ الاعلام'' میں ائمہ کے مابین اجتہادی اختلاف کے اسباب کو تفصیلی اور بہترین انداز سے بیان فرمایا ہے، یہ کتاب تقلید واجتہاد اور ائمہ مجتہدین سے متعلق بہت سے شبہات کا ازالہ کر دیتی ہے۔

اس اجتہادی اختلاف کا درست ہونا اور اس کا امت کے لیے رحمت ہونا واضح سی بات ہے جس کے دلائل بھی واضح ہیں، گویا کہ امام مجتہد قرآن وسنت سے اللہ کا منشا ہی واضح کر رہا ہوتا ہے، اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کر رہا ہوتا، نہ ہی آج تک امت نے یہ مطلب مراد لیا ہے۔

مذاہبِ اربعہ میں اختلاف کی نوعیت:

چاروں مذاہب کے مابین حلال وحرام کا اختلاف بھی ہے، جائز وناجائز کا اختلاف بھی ہے، سنت ہونے اور سنت نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، مکروہ ہونے اور مکروہ نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، فرض وواجب ہونے اور نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، جب اختلاف کی نوعیتیں مختلف ہیں تو ان کا حکم بھی مختلف ہی ہوگا، البتہ یہ تمام اختلاف اجتہادی ہے۔

مذاہبِ اربعہ کے مقلّدین کا نقطہ نظر:

ان تمام اجتہادی اختلافات کے باوجود مذاہبِ اربعہ کے مابین حق وباطل کا اختلاف نہیں کہ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو باطل سمجھتا ہو، بلکہ ہر مذہب کا پیروکار یہ سمجھتا ہے کہ یہ چاروں مذاہب اپنے اپنے طور پر درست ہیں کیوں کہ ائمہ اربعہ نے قرآن وسنت کی روشنی ہی میں مسائل کا استنباط کیا ہے، یہ اختلاف اجتہادی ہے جو عہدِ نبوی ہی سے چلا آرہا ہے، البتہ میرے امام کا مذہب قرآن وحدیث اور شرعی دلائل کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ایک بڑی وجہ ترجیح ہوتی ہے کسی امام کے مذہب پر

عمل پیرا ہونے کی۔

کسی دوسرے امام کی کسی بات پر عمل کرنے سے متعلق ایک اہم پہلو:

اس لیے عام حالات میں تو اپنے امام کو چھوڑ کر کسی اور امام کی کسی بات پر عمل کرنے کی متعدد خرابیاں ہیں وہاں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ بندہ جس مذہب کو زیادہ صحیح سمجھتا ہو تو وہ اس کو چھوڑ کر کسی ایسے مذہب پر کیسے عمل کر سکتا ہے جو اپنے مذہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح نہ ہو؟؟ ظاہر ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کو کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے اپنانے کے اس کے پاس متعدد دلائل ہوں؟؟

کیا ہم کبھی کبھار سنت کی نیت سے رفع الیدین کر سکتے ہیں؟

ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ بھی رفع الیدین کیا ہے تو کیا میں سنت کی نیت سے کبھی کبھار اس پر عمل کر سکتا ہوں؟؟ تو بندہ نے ان کو تفصیل سے سمجھا کر ان کی غلط فہمی دور کی کہ:

1۔ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع الیدین کرنے میں ائمہ کرام کا باہمی اختلاف اولیٰ اور غیر اولیٰ یعنی افضل ہونے اور افضل نہ ہونے کا ہے، جہاں تک احناف کا مسلک ہے تو شرعی دلائل کی روشنی میں ان کے نزدیک نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کرنا سنت نہیں ہے، اس لیے جو شخص امام اعظم رحمہ اللہ کا مقلد ہے وہ اس رفع الیدین پر سنت کی نیت سے کیسے عمل کر سکتا ہے؟؟

2۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جیسا کہ دیگر بعض ائمہ کرام کے ہاں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع الیدین کرنا سنت ہے اسی طرح احناف کے ہاں ان مقامات میں رفع الیدین کا ترک سنت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین نہیں کرتا تو وہ بھی سنت ہی پر عمل کر رہا ہے، اس لیے جب وہ پہلے ہی سے سنت پر عمل پیرا ہے تو اس کے لیے اس سنت کو چھوڑ کر اس رفع الیدین پر سنت کی نیت سے عمل کیسے مناسب ہے؟؟

3۔اسی طرح شرعی دلائل کی روشنی میں جس عمل کے چھوڑنے کو وہ سنت سمجھ رہا ہے،اسی کو راجح سمجھتا ہے اور اپنی آخرت کے لیے اسی کو کامیابی سمجھتا ہے تو اس کو سنت کی نیت سے کیسے اختیار کر سکتا ہے؟؟دین سے واقف شخص بخوبی آگاہ ہے کہ بعض اعمال کرنا سنت ہوتا ہے جبکہ بعض اعمال نہ کرنا سنت ہوتا ہے!!

الحمد للہ کہ ان صاحب کو بات سمجھ آگئی کہ جب ہم پہلے ہی سے ایک سنت پر عمل پیرا ہیں تو اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں ایک ایسے عمل کے لیے جن کو ہم سنت نہیں سمجھتے؟؟اس لیے تمام حضرات یہ نکتہ ذہن نشین کر لیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ ہی کی محبت میں نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر رفع الیدین کو ترک کیا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ رفع الیدین نہ کرنا سنت ہے۔اس لیے یاد رکھیے کہ عام حالات میں ایک امام کا مقلد اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرے گا کیوں کہ اس کو وہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور راجح سمجھتا ہے، اسی کو اپنے لیے آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتا ہے، اور اسی میں ہوس پرستی اور نفس پرستی سے حفاظت ہے۔

مخصوص حالات میں کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا حکم:

البتہ جہاں تک مخصوص حالات میں کسی اور امام کے مذہب پر فتوی دینے کا مسئلہ ہے تو اس کی بھی اپنی شرائط ہیں جن سے اکابر فقہائے کرام بخوبی واقف ہیں،اس صورت میں ان کا دیگر امام کے مذہب پر فتوی دینا بھی شرعی دلائل ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے، وہی شرعی دلائل کا تقاضا ہوتا ہے،اس میں امت پر شفقت اور امت کے لیے سہولت مضمر ہوتی ہے، لیکن وہ مخصوص حالات ہوتے ہیں،ان پر عام حالات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کی وجہ:

ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید اس لیے کرتے ہیں کہ وہ تابعی ہیں، وہ دیگر تمام مجتہدین سے علم وفضل اور اجتہادی صلاحیتوں میں افضل ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک ان کی بات زیادہ قابلِ اعتماد ہے، اور ہمارے برصغیر میں انھی کی فقہ روزِ اول سے رائج ہے،اس لیے ہمیں فقہ حنفی کے مسائل سے گہری مناسبت

ہے اور اس کے بارے میں مکمل معلومات بھی۔

خلاصہ: جو مسلمان مجتہد نہ ہو تو اس کے لیے کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے، تقلید کے بغیر وہ عموماً دین اسلام پر عمل نہیں کر سکتا۔ اجتہاد و تقلید سے متعلق اطمینان بخش تفصیل کے لیے مطالعہ کیجیے: تقلید کی شرعی حیثیت از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

امامِ مجتہد کی تقلید کے جواز پر ایک آیتِ قرآنی اور اس کی تفسیر

امام مجتہد کی تقلید کے جائز ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں، سرِ دست ایک قرآنی آیت کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو کہ منصف مزاج شخص کے لیے کافی ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورۃ النساء آیت 59 میں فرماتے ہیں:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا.

ترجمہ:

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

تفسیر: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کرو اور ”أُولِي الْأَمْرِ“ کی اطاعت کرو۔ اس معاملے میں حقیقی اطاعت تو اللہ ہی کی ہے، پھر حضور اقدس ﷺ چوں کہ اللہ کے رسول ہیں اس لیے ان کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہے، اور قرآن وسنت اور شرعی دلائل کی روشنی میں دین بتانے والے مجتہدین اور حاکم کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر ”معارف القرآن“ سے مذکورہ آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے جو کہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”جس طرح پہلی آیت کے مخاطب حُکام واُمراء تھے دوسری آیت میں عوام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کی اور رسول ﷺ کی اور اپنے ”أُولِي الْأَمْرِ“ کی اطاعت کرو۔

”أُولِي الْأَمْرِ“ کون لوگ ہیں؟

”أُولِي الْأَمْرِ“ لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو، اسی لیے حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصری وغیرہ رضی اللہ عنہم مفسرینِ قرآن نے ”أُولِي الْأَمْرِ“ کے مصداق علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں اور نظامِ دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک جماعتِ مفسرین نے جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں فرمایا کہ ”أُولِي الْأَمْرِ“ سے مراد وہ حکام اور اُمراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہے۔

اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء کو بھی اور حکام وامراء کو بھی، کیونکہ نظامِ امر انہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس آیت میں ظاہرًا تین کی اطاعتوں کا حکم ہے: اللہ، رسول ﷺ، ”أُولِي الْأَمْرِ“، لیکن قرآن کی دوسری آیات نے واضح فرمادیا کہ حکم واطاعت دراصل صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہے: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ، مگر اس کے حکم اور اس کی اطاعت کی عملی صورت چار حصوں میں منقسم ہے۔

حکم اور اطاعت کی تین عملی صورتیں:

ایک وہ جس چیز کا حکم صراحتًا خود حق تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمادیا اور اس میں کسی تفصیل وتشریح کی حاجت نہیں، جیسے شرک وکفر کا انتہائی جرم ہونا، ایک اللہ وحدہٗ کی عبادت کرنا، اور آخرت اور قیامت پر یقین رکھنا اور محمد مصطفےٰ ﷺ کو اللہ کا آخری برحق رسول ماننا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض سمجھنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو

براہِ راست احکامِ ربانی ہیں، ان کی تعمیل بلاواسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

دوسرا حصہ احکام کا وہ ہے جس میں تفصیلات و تشریحات کی ضرورت ہے، ان میں قرآن کریم اکثر ایک مجمل یا مبہم حکم دیتا ہے اور اس کی تشریح و تفصیل نبی کریم ﷺ کے حوالے کی جاتی ہے، پھر وہ تفصیل و تشریح جو آنحضرت ﷺ اپنی احادیث کے ذریعہ فرماتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے، اگر اس تفصیل و تشریح میں اجتہادی طور پر کوئی کمی یا کوتاہی رہ جاتی ہے تو بذریعہ وحی اس کی اصلاح فرمادی جاتی ہے اور بالآخر آنحضرت ﷺ کا قول و عمل جو آخر میں ہوتا ہے وہ حکمِ الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے۔

اس قسم کے احکام کی اطاعت بھی اگرچہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چونکہ یہ احکام صریح طور پر قرآن نہیں، آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے ہیں، اس لیے ان کی اطاعت ظاہری اعتبار سے اطاعتِ رسول ﷺ ہی کہلاتی ہے جو حقیقت میں اطاعتِ الٰہی کے ساتھ متحد ہونے کے باوجود ظاہری اعتبار سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، اسی لیے پورے قرآن میں اللہ کی اطاعت کا حکم دینے کے ساتھ اطاعتِ رسول کا حکم مستقلاً مذکور ہے۔

تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو نہ قرآن میں صراحتاً مذکور ہیں، نہ حدیث میں، یا ذخیرہ احادیث میں اس کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں، ایسے احکام میں علماء مجتہدین قرآن و سنت کے منصوصات اور زیرِ غور مسئلہ کے نظائر میں غور و فکر کر کے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں، ان احکام کی اطاعت بھی اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے قرآن و سنت سے مستفاد ہونے کی وجہ سے اطاعتِ خداوندی ہی کی ایک فرد ہیں، مگر ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ فقہی فتاویٰ کہلاتے ہیں اور علماء کی طرف منسوب ہیں۔

اسی تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں کتاب و سنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں، بلکہ ان میں عمل کرنے والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں، جن کو اصطلاح میں مباحات کہا جاتا ہے، ایسے احکام میں عملی انتظام حکام واُمراء کے سپرد ہے کہ وہ حالات اور مصالح کے پیشِ نظر کوئی قانون بنا کر سب کو اس پر چلائیں، مثلاً شہر کراچی میں ڈاک خانے پچاس ہوں یا سو، پولیس اسٹیشن کتنے ہوں، ریلوے کا نظام کس طرح ہو،

آبادکاری کا انتظام کن قواعد پر کیا جائے؛ یہ سب مباحات ہیں، ان کی کوئی جانب نہ واجب ہے، نہ حرام بلکہ اختیاری ہے، لیکن یہ اختیار عوام کو دے دیا جائے تو کوئی نظام نہیں چل سکتا، اس لیے نظام کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔

آیتِ مذکورہ میں اُولوالاَمر کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لیے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام واُمراء کی اطاعت واجب ہو گئی۔

یہ اطاعت بھی در حقیقت اللہ جل شانہ کے احکام ہی کی اطاعت ہے، لیکن ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ احکام نہ قرآن میں ہیں، نہ سنت میں، بلکہ ان کا بیان یا علماء کی طرف سے ہوتا ہے یا حکام کی طرف سے، اس لیے اس اطاعت کو تیسرا نمبر جداگانہ قرار دے کر "أُولوا الْأَمْرِ" کی اطاعت نام رکھا گیا، اور جس طرح منصوصاتِ قرآن میں قرآن کا اتباع اور منصوصاتِ رسول ﷺ میں رسول ﷺ کا اتباع لازم وواجب ہے، اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہاء کا اور انتظامی امور میں حکام واُمراء کا اتباع واجب ہے، یہی مفہوم ہے اطاعتِ "أُولِي الْأَمْرِ" کا۔" (معارف القرآن)

اس کے بعد "أُولِي الْأَمْرِ" سے متعلق حضرات صحابہ کرام اور تابعین کرام کی تفسیر بھی ذکر کی جاتی ہے تاکہ اطمینان اور تسلی کا باعث ہو۔

آیت میں "أُولِي الْأَمْرِ" سے کون مراد ہیں؟

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد فقہاء اور اہلِ خیر ہے:

٣٣٢٠٠- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أُولُو الْفِقْهِ، أُولُو الْخَيْرِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت "مستدرک حاکم" میں بھی موجود ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

٤٢٢ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: «أُولِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَهُ شَاهِدٌ، وَتَفْسِيرُ الصَّحَابِيِّ عِنْدَهُمَا مُسْنَدٌ.

التعليق من «تلخيص الذهبي»: هذا صحيح وله شاهد.

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں جلیل القدر تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد حضرات صحابہ اور دین کی سمجھ رکھنے والے فقہاء ہے:

٣٣٢٠١- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ: «أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: كَانَ مُجَاهِدٌ يَقُولُ: أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُولُو الْعَقْلِ وَالْفِقْهِ فِي دِينِ اللهِ.

امام مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی موجود ہے:

حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ: ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ: ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُولُو الْعَقْلِ وَالْفَضْلِ فِي دَيْنِ اللهِ تَعَالَى.

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں جلیل القدر تابعی امام ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد حضرات علماء ہے:

٣٣٢٠٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: الْعُلَمَاءُ.

4۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "أُولِي الْأَمْرِ" سے مراد فقہاء اور اہلِ دین ہیں جو لوگوں کو دین سکھاتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں:

٤٢٣- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» يَعْنِي: «أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّينِ، وَأَهْلِ طَاعَةِ اللهِ الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ مَعَالِيَ دِينِهِمْ وَيَأْمُرُونَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَأَوْجَبَ اللهُ طَاعَتَهُمْ».

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مایہ ناز تفسیر تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی ہے:

٥٥٧٢- عن علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس قوله: «وأولي الأمر منكم» يعني: أهل الفقه

والدين، وأهل طاعة الله الذين يعلمون الناس معاني دينهم ويأمرنهم بالمعروف وينهوهم عن المنكر، فأوجب الله سبحانه طاعتهم على العباد-

5۔ ''سنن دارمی'' میں جلیل القدر تابعی امام عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء ہے:

٢٢٥- أَخْبَرَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أُولُو الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ. وَطَاعَةُ الرَّسُولِ: اتِّبَاعُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

6۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء ہیں، اور یہی قول امام حسن بصری، امام عطا اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین سے بھی مروی ہے، اور امام ابو العالیہ اور امام بکر بن عبد اللہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علما ہیں:

٥٥٧٣- عن ليث، عن مجاهد قوله: «وأولي الأمر منكم» قال: أولو العلم والفقه، وروي عن الحسن والحسن بن محمد بن علي وعطاء وإبراهيم نحو ذلك. وروي عن أبي العالية وبكر بن عبد الله المزني أنهما قالا: العلماء-

امام مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت حلیۃ الاولیاء میں بھی موجود ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْآجُرِّيُّ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْأُشْنَانِيُّ: ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ: ثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: ثَنَا شَرِيكٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى الْعَدَوِيُّ: ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ: ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: الْفُقَهَاءُ وَالْعُلَمَاءُ.

7۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء اور مجتہدین ہیں:

٥٥٧٤- حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي بحضرموت: حدثنا الخصيب بن ناصح: حدثنا المبارك بن فضالة عن الحسن في قول الله تعالى: (وأولي الأمر منكم) قال: أولي العلم والفقه والعقل

والرأي.

8۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابن عباس، امام مجاہد، امام عطا اور امام حسن بصری کے نزدیک ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد فقہاء اور اہلِ دین ہیں:

وقال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» يعني: أهل الفقه والدين. وكذا قال مجاهد، وعطاء، والحسن البصري، وأبو العالية: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» يعني: العلماء. والظاهر - والله أعلم- أن الآية في جميع أولي الأمر من الأمراء والعلماء، كما تقدم. وقد قال تعالى: «لَوْلا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ» [المائدة:٦٣] وقال تعالى: «فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ». [النحل:٤٣]

یقیناً یہ تمام تر تفصیل ایک منصف مزاج شخص کے لیے باعثِ اطمینان ہے اور اس سے اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے کہ ''دین میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی امام مجتہد کی بات ماننے کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی بات ماننا قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔'' بلکہ امت کے معتبر امام مجتہد کی تقلید اور پیروی قرآن وسنت کے مطابق بھی ہے اور ایک مسلمان کی ضرورت بھی ہے الحمدللہ۔

عقائد، فقہ اور تصوّف کا تعارف

مع ان سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے ائمہ ومشائخ کا تذکرہ

دینی تعلیمات کے تین بنیادی ارکان

دینی تعلیمات کے تین بنیادی ارکان ہیں:

- عقائد۔
- فقہ۔
- تصوُّف۔

دین کے دو بنیادی اجزا:

بنیادی طور پر دین دو چیزوں کا نام ہے:

1۔عقائد۔

2۔اعمال۔

۱۔عقائد:

عقائد سے مراد دین و مذہب کی وہ باتیں ہیں جو دل میں جَمالی جائیں اور اَعمال کی بنیاد ہوں اور اُن پر نجات اور کامیابی کا دار و مدار سمجھا جاتا ہو۔ عقیدہ کی جمع عقائد ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔

عقائد کی اقسام:

ضروری عقائد کی دو قسمیں ہیں:

1۔ عقائد کی ایک قسم تو وہ ہے جو مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، جیسے عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ آخرت اور عقیدہ ختمِ نبوت وغیرہ۔

2۔ عقائد کی دوسری قسم وہ ہے جو حق جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے خلاف عقیدہ رکھے گا تو وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہو کر گمراہ قرار پائے گا، جیسے ایصالِ ثواب کو حق سمجھنا، قبروں میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا قائل ہونا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اوّل

ماننا،اوران جیسے دیگر عقائد کو تسلیم کرنا۔

اس لیے دونوں قسم کے عقائد کو سمجھنااوران کو تسلیم کرناضروری ہے۔

عقائد کی تدوین:

دین میں عقائد کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں عقائد کی تصحیح کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہےاور صحیح عقائد اپنانے اور گمراہ کن عقائد سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیاہے۔اسی تناظر میں یہ بات بالکل واضح سی ہے کہ ایک عام مسلمان کے لیے قرآن وسنت سے براہِ راست صحیح عقائد اخذ کرنانہایت ہی مشکل کام ہے، جس کے نتیجے میں اسے صحیح عقائد سے آگہی نہیں ہوپاتی،اسی طرح امت میں رونما ہونے والے غیر اسلامی اور باطل نظریات وعقائد سے بھی اپنے آپ کو بچاناضروری ہے اور یہ تحفظ بھی صحیح عقائد سے واقف ہوئے بغیر مشکل ہوتاہے،اس لیے ضرورت اس بات کی تھی، بلکہ وقتاً فوقتاً اُبھرنے والے گمراہ کن فتنوں کی وجہ سے اس ضرورت میں شدت آئی کہ امتِ مسلمہ کی راہنمائی کے لیے قرآن وسنت اوراجماعِ امت کی روشنی میں صحیح عقائد کو واضح اور جمع کردیا جائے تاکہ امتِ مسلمہ اپنے صحیح عقائد سے آگاہ ہوکر کفر والحاد اور گمراہ کن عقائد سے محفوظ رہ سکے۔

عقائد کی تدوین کے لیے متعدد ائمہ کرام نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے، جن میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے'' الفقہ الاکبر'' کے نام سے، جبکہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے''العقیدۃ الطحاویۃ'' کے نام سے اہم کتب تصنیف فرمائی۔

عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مشہور ائمہ کرام:

عقائد کی تدوین میں اہل السنۃ والجماعۃ کے جن ائمہ کرام کو شہرت حاصل ہوئی وہ دو ہیں:

1۔امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ۔

2۔امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ۔

یہ دونوں ائمہ کرام عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ امام ہیں، اور ہم بنیادی طور پر عقائد میں ان دونوں حضرات ہی کے پیروکار ہیں۔ دونوں ائمہ کا عقائد میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف نہیں، ان دونوں حضرات نے قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح عقائد و نظریات واضح طور پر بیان فرمائے، اور گمراہ فرقوں سے امت کو بچانے اور صحیح عقائد کی اشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں، اس لیے امت میں انہیں عقائد کے معاملے میں امامت کا درجہ حاصل ہوا۔ انہی حضرات کی پیروی میں ہم ماتریدی اور اشعری کہلائے جاتے ہیں۔

۲۔اعمال:

دین میں دوسری بنیادی چیز اعمال ہیں، پھر اعمال کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ظاہری اعمال، جن کا تعلق ظاہری اعضا کے ساتھ ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوت، وضو، غسل، تجارت، نکاح وغیرہ۔

2۔ باطنی اعمال، جن کا تعلق دل کے ساتھ ہے، جیسے اخلاص، تواضع، خوفِ خدا، ریاکاری، تکبر، عُجب وغیرہ۔

ظاہری اعمال سے متعلق احکام کا نام "فقہ" ہے، جس میں مسائل سے گفتگو کی جاتی ہے، اور باطنی اعمال سے متعلق احکام کا نام "تصوف" ہے۔ تصوف در حقیقت باطن کو بُرے اخلاق سے پاک کرنے اور پاکیزہ اخلاق سے منوّر کرنے کا نام ہے۔

ذیل میں ان کی مزید تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

فقہ کی حقیقت:

ظاہری اعمال یعنی جن کا تعلق ظاہری اعضا کے ساتھ ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تلاوت، وضو، غسل، تجارت، نکاح وغیرہ؛ ان سے متعلق شرعی احکام کا نام فقہ ہے۔ گویا کہ فقہ قرآن وسنت ہی کے اُن احکام ومسائل کو کہا جاتا ہے جن کا تعلق ظاہری اعمال کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس حقیقت میں دورائے نہیں ہو سکتی کہ قرآن وسنت میں فقہی احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے فقہی احکام دین کا ایک اہم جز ہیں، جن کی

ضرورت ہر مسلمان کو پڑتی ہے کیوں کہ ان کے بغیر تو دین مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔

اس بات کو مزید واضح کیا جائے تو اسے یوں تعبیر کریں گے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ ظاہری اعمال سے متعلق تمام احکام کا نام فقہ ہے، چاہے وہ مسائل:

- قرآن وسنت میں کسی ابہام اور ٹکراؤ کے بغیر واضح طور پر موجود ہوں۔
- یا قرآن وسنت میں موجود تو ہوں لیکن ان میں کوئی ابہام یا باہمی ٹکراؤ ہو جو کہ امت کے اجماع یا مجتہد کے اجتہاد سے واضح ہو جائیں۔
- یا وہ مسائل قرآن وسنت میں صراحت سے بیان ہی نہیں ہوئے ہوں، پھر اجماع یا مجتہد کے اجتہاد سے ان کا حکم معلوم ہو جائے۔

ان تینوں طرح کے احکام کا نام فقہ ہے۔آخری دونوں صورتوں میں کسی امام مجتہد کی ضرورت پڑتی ہے جو کہ شرعی دلائل کی روشنی میں ان کا حل پیش کرتا ہے، اس لیے ان دونوں طرح کے احکام میں مجتہد کے ذمّے اجتہاد جبکہ مقلد کے ذمّے ان کی تقلید واجب ہوتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فقہ کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دینا نادانی اور جہالت ہے۔

فقہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے ائمہ کرام:

دین کی نظر میں فقہ کے ماہرین کو فقہاء کہتے ہیں، پھر ان میں اجتہادی صلاحیت اور استعداد کے حامل شخصیات کو مجتہدین کہا جاتا ہے۔ فقہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے چار ائمہ مجتہدین ہیں جن کے مذاہب دنیا میں رائج ہوئے:

1: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ۔
2: امام مالک بن انس رحمہ اللہ۔
3: امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ۔
4: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔

یہ چاروں امام برحق ہیں، البتہ ان میں سے کسی ایک امام ہی کی تقلید ضروری ہے۔

فقہ کی تدوین:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ ظاہری اعمال سے متعلق تمام احکام کا نام فقہ ہے، اور یہ تو ایک واضح حقیقت ہے کہ ایک عام مسلمان قرآن وسنت کو کماحقَّہ سمجھ نہیں پاتا، خصوصًا وہ احکام جو قرآن وسنت میں موجود ہی نہ ہوں، یا موجود تو ہوں لیکن ان میں ابہام یا ٹکراؤ ہو تو اس کی وجہ سے بھی وہ عام مسلمان اپنی زندگی سے متعلق شرعی احکام سے واقفیت حاصل نہیں کر سکتا، جس کے نتیجے میں ایک عام مسلمان کے لیے شریعت کی پیروی کرنا ممکن نہیں رہتا، اس لیے اس بات کی بڑی ضرورت پیش آئی بلکہ گزرتے زمانے کے ساتھ اس ضرورت کی شدت میں اضافہ ہوا کہ امتِ مسلمہ کی راہنمائی کے لیے زندگی کے تمام احکام کو جمع کر دیا جائے، جن میں وہ احکام بھی ہوں جو قرآن وسنت میں کسی ابہام اور ٹکراؤ کے بغیر واضح طور پر موجود ہوں، اور ساتھ ساتھ ان احکام کا بھی حل نکالا جائے جو کہ قرآن وسنت میں موجود تو ہوں لیکن ان میں کوئی ابہام یا باہمی ٹکراؤ ہو، یا جو قرآن وسنت میں صراحت سے بیان ہی نہیں ہوئے ہوں۔

یہ ایک واضح سی بات ہے کہ یہ کام امت کے مجتہدین ہی سرانجام دے سکتے تھے، چوں کہ عہدِ صحابہ میں مجتہدین کرام موجود تھے اور ان سے مسائل پوچھ لینا آسان تھا اس لیے اس کی تدوین کی ضرورت نہ پڑی، پھر جب گزرتے زمانے کے ساتھ اس کی ضرورت پڑی تو اللہ تعالیٰ نے تابعین اور تبع تابعین کے دور ہی سے اس کی تدوین کے لیے اسباب پیدا فرمادیے اور یوں امت کے باکمال مجتہدین کرام کی محنت سے فقہ کی تدوین کا باقاعدہ آغاز ہوا جو کہ امت کے لیے بڑی سہولت اور رحمت کا باعث بنا۔

چار فقہی مذاہب کی تدوین اور ان کی تقلید:

ویسے تو امت میں بہت سے ائمہ مجتہدین گزرے ہیں لیکن امت میں جن مجتہدین کو قبولیت حاصل ہوئی، جن کی فقہ مدوّن اور جمع ہوئی اور امت میں پھیلی وہ چار ہی ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے امت میں انھی کے مذاہب جاری فرمائے، اگر کوئی شخص انھی میں سے کسی ایک

کی تقلید کرنا چاہے تو اسے دین کی مکمل تعلیمات میسر آسکتی ہیں، جبکہ دیگر مجتہدین کی فقہ مکمل طور پر مدوّن نہیں ہوئی، اس لیے ان کے مذاہب امت میں عملی طور پر عام نہ ہوسکے۔

مذاہبِ اربعہ کا اجتہادی اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں:

یہ بات بھی واضح رہے کہ مذاہبِ اربعہ کا یہ اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں کیوں کہ فرقے عقائد کے اختلاف سے بنتے ہیں جو کہ نہایت ہی مذموم ہے، جبکہ ان مذاہبِ اربعہ کے مابین عقائد کا کوئی اختلاف نہیں، یہ چاروں مذہب عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ ہی سے منسلک ہیں، بلکہ ان کے مابین جو اختلاف ہے وہ فروعی اجتہادی اختلاف ہے جو کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ سے چلا آرہا ہے، یہ مذموم نہیں بلکہ یہ حق ہے اور امت کے لیے بڑی رحمت بھی!

مذاہبِ اربعہ کے مقلّدین کا نقطہ نظر:

ان تمام اجتہادی اختلافات کے باوجود مذاہبِ اربعہ کے مابین حق و باطل کا اختلاف نہیں کہ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو باطل سمجھتا ہو، بلکہ ہر مذہب کا پیروکار یہ سمجھتا ہے کہ یہ چاروں مذاہب اپنے اپنے طور پر درست ہیں کیوں کہ ائمہ اربعہ نے قرآن وسنت اور شرعی دلائل کی روشنی ہی میں مسائل کا استنباط کیا ہے، یہ اختلاف اجتہادی ہے جو عہدِ نبوی ہی سے چلا آرہا ہے، البتہ میرے امام کا مذہب قرآن وحدیث اور شرعی دلائل کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ایک بڑی وجہ ترجیح ہوتی ہے کسی امام کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی۔

تصوُّف کی حقیقت:

انسان کے باطنی اعمال یعنی جن کا تعلق دل کے ساتھ ہے، جیسے اخلاص، تواضع، خوفِ خدا، ریاکاری، تکبر، عُجب وغیرہ؛ ان سے متعلق دینی تعلیمات کا نام تصوف ہے۔ گویا کہ تصوف درحقیقت باطن کو بُرے اخلاق سے پاک کرنے اور پاکیزہ اخلاق سے منوّر کرنے کا نام ہے۔ واضح رہے کہ اس کو طریقت بھی کہا جاتا ہے۔ جب نفس کا تزکیہ اور اس کی اصلاح ہو جاتی ہے تو دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے، گویا کہ شریعت پر عمل کرنے کا ایک بہترین راستہ طریقت ہے۔

تصوف کی ضرورت اور اہمیت:

1۔ قرآن وسنت میں ہر شخص کو تزکیہ نفس یعنی نفس کی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے، حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد امت کا تزکیہ بھی ہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے سورتِ شمس میں گیارہ قسمیں کھا کر تزکیہ کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ: ”کامیاب ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا، اور ناکام ونامراد ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کیا۔“ اس سے نفس کے تزکیہ اور اصلاح کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

2۔ دین کی روشنی میں تزکیہ نفس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے باطنی اصلاح کی جائے، باطن کو اچھے اور پاکیزہ اخلاق سے منور کیا جائے اور برے اخلاق سے پاک کیا جائے۔ اگر صرف اسی بات پر غور کیا جائے تو تصوف کی اہمیت آشکارا ہو جاتی ہے۔

تصوف کا حاصل اور اس کے فوائد:

تصوف کا حاصل اور اس کے فوائد یوں بیان کیے جا سکتے ہیں کہ:

1۔ قرآن وسنت میں جو جو اچھے اخلاق مذکور ہیں ان سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا جیسے: اخلاص، عاجزی، تواضع، خوفِ خدا، رحمدلی، احسان، اللہ تعالیٰ اور بندوں کے ساتھ حسنِ ظن، حیا وغیرہ۔

2۔ قرآن وسنت میں جو جو برے اخلاق اور روحانی امراض مذکور ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرنا، جیسے: ریاکاری، تکبر، کبر، عجب یعنی خود پسندی، حبِ جاہ، عشق مجازی، بدگمانی وغیرہ۔

3۔ دین کے جن احکام پر عمل کرنے میں سستی اور غفلت ہو رہی ہو اس کو دور کرنے کی تدابیر اختیار کرنا۔

4۔ جو جو گناہ نہیں چھوٹ رہے ہیں ان کا حل تلاش کرنا۔

5۔ نفس وشیطان کی چالوں سے آگہی اور ان سے بچنے کی توفیق میسر آجانا۔

یہ تصوف کا حاصل اور اس کے فوائد ہیں جس کی وجہ سے اس کی اہمیت وافادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

نفس کے تزکیہ کے لیے بہترین صورت:

باطنی اصلاح کے لیے کوئی بھی جائز اور مفید طریقہ اختیار کیا جائے جس سے تزکیہ کا مقصد حاصل ہو جائے تو درست ہے، چاہے کسی مستند عالم یا اللہ والے بزرگ کا بیان سنا جائے، ان کی کتب کا مطالعہ کیا جائے، ان کی صحبت اختیار کی جائے، ان سے مشاورت کی جائے؛ یہ سب درست ہیں، البتہ ان میں سب سے زیادہ مفید، اہم اور مجرب طریقہ یہی ہے کہ کسی اللہ والے مستند بزرگ کی صحبت اختیار کی جائے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان سے بیعت کی جائے، اس کے بہت سے فائدے ہوتے ہیں:

- باطنی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔
- شیخ کی دعائیں اور برکات میسر آتی ہیں۔
- شیخ کی تعلیمات اور ان کے مشورے راہِ سلوک میں سہارا بن جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ آجکل اس کے بغیر تفصیلی اصلاح نہیں ہو پاتی، اور یہی ہر دور میں ہمارے اکابر دیوبند کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اصلاح کی غرض سے اپنے آپ کو کسی مستند شیخ کے سپرد فرمادیتے ہیں۔ اس سے ہر مسلمان کے لیے کسی اللہ والے شیخ کی صحبت اور ان سے تعلق قائم کرنے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

تصوف کے سلسلوں کی حقیقت:

قرآن وسنت کی روشنی میں ہر شخص پر باطنی اصلاح واجب قرار دی گئی ہے، لیکن اس حوالے سے صورتحال یہ ہے کہ:

- بہت سے مسلمانوں کو نفس کے تزکیہ کی حقیقت ہی معلوم نہیں۔
- اسی طرح بہت سے مسلمانوں کو تزکیہ کی اہمیت کا احساس ہی نہیں۔
- بہت سے مسلمانوں کو باطنی اچھے اور برے اخلاق اور بیماریوں کا علم ہی نہیں۔
- پھر نفس وشیطان کی چالیں اور مکروفریب بہت باریک ہوتے ہیں جن کو سمجھنا اور ان سے بچنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

اس طرح کی متعدد وجوہات ایسی ہیں جن کی روشنی میں اس ضرورت کا احساس بڑھ جاتا ہے کہ قرآن وسنت میں موجود باطنی اصلاح سے متعلق دینی تعلیمات کو واضح کر دیا جائے، جس طرح کے عقائد اور فقہ کی تدوین ہوئی اور ان پر محنتیں ہوئیں اسی طرح باطنی اصلاح سے متعلق دینی تعلیمات پر بھی محنت ہوئی، جس کے ماہرین پیدا ہوئے، انھوں نے تصوف ہی کو اپنی محنتوں کا محور بنایا، اس علم کو کھول کھول کر بیان کیا، شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے تجربات کی روشنی میں نفس کی اصلاح سے متعلق تیر بہدف نسخے ایجاد کیے، جس کے نتیجے میں اس علم کو عروج ملا اور عقائد اور فقہ کی طرح اس کے بھی ماہرین اور ائمہ پیدا ہوئے، جن میں سے جن کو شہرت ملی وہ درج ذیل ہیں۔

تصوف میں اہل السنۃ والجماعۃ کے سلسلے:

تصوف میں اہل السنۃ والجماعۃ کے متعدد سلسلے ہیں البتہ ان میں سے چار سلسلے مقبول اور مشہور ہیں:

1: چشتیہ، جو کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔

2: قادریہ، جو کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔

3: نقشبندیہ، جو کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔

4: سہروردیہ، جو کہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔

یہ چاروں سلسلے برحق ہیں، بعض مشائخ ان میں سے کسی ایک میں بیعت کرتے ہیں جبکہ بعض مشائخ ان چاروں میں بیک وقت بیعت کرتے ہیں، دونوں طریقے رائج اور درست ہیں۔

بیعت کا حکم:

اپنی باطنی اصلاح کے لیے کسی مستند شیخ کے ہاتھوں بیعت کرنا سنت اور مستحب ہے، جس کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے، البتہ بیعت مقصود نہیں بلکہ مقصود تو اصلاح ہے اور بیعت اس کا ایک اہم اور مفید ذریعہ ہے۔ ہمارے حضرات اکابر نے بھی ہر دور میں کسی مستند شیخ کے ہاتھوں بیعت کی ہے۔

تصوف سے متعلق رائج غلط فہمیاں:

ماقبل کی تفصیل سے تصوف کی حقیقت، اہمیت، ضرورت اور افادیت بخوبی واضح ہو چکی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ لوگوں میں تصوف سے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں عام ہیں:

1۔ بعض لوگ اس کو قرآن وسنت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

2۔ بعض لوگ نااہل سجادہ نشینوں کو دیکھتے ہوئے تصوف سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔

3۔ بعض لوگوں نے اس میں غیر شرعی باتیں داخل کر دی ہیں۔

4۔ بعض لوگ ان حضرات کو بھی پیر ومرشد سمجھ لیتے ہیں جن کے افعال وکردار دینی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں، حالاں کہ شیخ ومرشد شریعت کا مکمل پیروکار ہوتا ہے۔

5۔ بعض لوگوں نے بیعت کو محض رسم بنالیا ہے جس کے ذریعے خلافت یا سجادہ نشینی کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے۔

6۔ بعض لوگ اپنے پیر سے متعلق کفریہ اور شرکیہ نظریات بھی رکھتے ہیں۔

7۔ بعض لوگ اپنے پیر و مرشد کو سجدے بھی کرتے ہیں جن کا حرام ہونا واضح ہے۔

الغرض تصوف میں بہت سی خرافات عام ہو چکی ہیں جن کی وجہ سے تصوف کی حقیقت اور افادیت نہایت ہی متاثر ہوئی ہے، حالاں کہ اس کی اہمیت اور افادیت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

وضاحت:

ما قبل میں عقائد، فقہ اور تصوف سے متعلق چند اہم مباحث ذکر کیے گئے ہیں تاکہ ایک خاکہ ساذہن نشین ہو جائے، مزید تفصیلات متعلقہ کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

سُنّت اور بدعت

فہرست

سنت کی حقیقت:

حضور اقدس ﷺ اور حضرات خلفائے راشدین کے اقوال وافعال کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں، اس لیے یہی مختصر تعریف کافی ہے۔

بدعت کی حقیقت:

لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں چاہے اس کا تعلق دین کے ساتھ ہو یا دنیا کے ساتھ، اور خواہ عبادات کے ساتھ ہو یا عادات کے ساتھ۔

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت کے معنی ہیں: دین میں ثواب کی نیت سے کسی ایسے نئے کام کو ایجاد کرنا کہ جو حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے دور میں نہ ہو اور اسباب پائے جانے کے باوجود بھی اسے اختیار نہ کیا گیا ہو، اسے بدعت کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ایجادات کو بدعت نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ بدعت اس عمل کو کہا جاتا ہے جو دین میں ایجاد کیا جائے۔

اِحداث للدّین اور اِحداث فی الدّین کی حقیقت:

اِحداث فی الدین کا مطلب ہے: دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔ جبکہ احداث للدین کا مطلب ہے: دین کے لیے کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔

دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کو اِحداث فی الدین بھی کہتے ہیں، اور یہی بدعت ہے۔ احداث فی الدین یعنی دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ دیا جائے، اس کو مقصود قرار دیا جائے، اس کو اپنی ذات میں عبادت سمجھا جاتا ہے، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہی حکم لگایا جائے جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔

جبکہ احداث للدین کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ نہیں دیا جاتا، اس کو مقصود قرار نہیں دیا جاتا، اس کو اپنی ذات میں عبادت نہیں سمجھا جاتا، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہ حکم ہر گز نہیں لگایا جاسکتا جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔ اس سے احداث فی الدین اور للدین کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے سہ روزہ اور چلہ وغیرہ سے متعلق ایک شبہ کا جواب:

احداث للدین اور احداث فی الدین سے متعلق ماقبل کی تفصیل سے ان حضرات کا بھی جواب ہو جاتا ہے جو کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر جشنِ عید میلاد النبی ﷺ بدعت ہے تو پھر تبلیغی جماعت کا سہ روزہ، چلہ اور چار ماہ وغیرہ بھی بدعت ہونے چاہییں۔

جواب کی تفصیل یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا سہ روزہ، چلہ وغیرہ بدعت نہیں کیوں کہ یہ امور اپنی ذات میں مقصود اور عبادت نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود اور عبادت تو دین سیکھنا سکھانا اور دعوت و تبلیغ ہے جس کا قرآن وسنت سے واضح ثبوت ہے۔ اسی طرح یہ امور ضروری نہیں سمجھے جاتے بلکہ جو ضروری ہے وہ دین سیکھنا اور حسبِ استطاعت دوسروں تک پہنچانا ہے، جس کی اہمیت اور صراحت قرآن وسنت میں کثیر مقامات میں موجود ہے۔ سہ روزہ، چلہ وغیرہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ دین سیکھنے اور دین کی اشاعت کے لیے بزرگانِ دین کا قائم کردہ ایک بہترین منظم انتظام ہے جس کی اہمیت وافادیت سب کے سامنے ہے، اور اس نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی، گویا کہ یہ دین کے لیے ایجاد ہیں، دین میں ایجاد نہیں ہیں۔ اور پھر تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا بھی ہے، دین سکھانا بھی ہے، اپنی اصلاح اور آخرت کی فکر پیدا کرنا بھی ہے، اللہ کے راستے میں نکلنا بھی ہے، دین کی اشاعت کے لیے در در پھرنا بھی ہے؛ یہ تمام وہ امور ہیں جن سے متعلق صریح آیات واحادیث وارد ہیں، اگر ان کے لیے مدارس کی طرح ایک منظم نظام مرتب کر دیا جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے بلکہ منظم طریقے سے کام بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔

جبکہ جشنِ میلاد النبی ﷺ جیسے امور تو براہِ راست دین سمجھے جاتے ہیں، عبادت سمجھے جاتے ہیں، بلکہ عشقِ رسالت اور دینداری کا معیار قرار دیے جاتے ہیں، نہ کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہے، ان کو طعنے دیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام صورتحال اس بات کی شاہد ہے کہ یہ دین میں ایجاد کردہ کام ہے نہ کہ دین کے لیے ایجاد کردہ کام۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ بدعت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت:

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں، خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاحِ شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً، نہ صراحتاً نہ اشارتاً۔ بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوی کی کتاب ''الطریقۃ المحمدیۃ'' اور علامہ شاطبی کی کتاب ''الاعتصام'' سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے نئے آلات اور طریقے روز مرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ وہ بطورِ عبادت اور بنیتِ ثواب نہیں کیے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادت آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحتاً یا اشارتاً؛ وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہدِ رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہو گئی، وہ بھی بدعت میں داخل نہیں، جیسے مروّجہ مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے صرف و نحو اور ادبِ عربی اور فصاحت و بلاغت کے فنون، یا مخالفِ اسلام فرقوں کا ردّ کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے

جدید اسلحہ اور جدید طریقۂ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں، مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب، داعی اور ضرورت اس عہدِ مبارک میں موجود نہ تھی، بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علمائے امت نے اس کو پورا کرنے کے لیے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کرلیں۔(جواہر الفقہ 1/ 458)

اِحداث فی الدّین اور اِحداث للدّین کی تفصیل:

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں، نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں، گویا یہ اِحداث فی الدین نہیں بلکہ اِحداث للدین ہے، اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے، احداث للدّین کی نہیں، یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لیے بضرورتِ زمان ومکان کوئی نئ صورت اختیار کرلینا ممنوع نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہدِ رسالت میں اور زمانِ مابعد میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ از روئے قرآن وحدیث ممنوع وناجائز ہوگا، مثلاً درود وسلام کے وقت کھڑے ہو کر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لیے کھانے پر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعا مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب وشعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود ایجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وغیرہ، اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض وواجب کی طرح سمجھنا، ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ درود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دعا؛ یہ سب چیزیں عبادات ہیں، ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی، ان کے ذریعہ ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے، رسول کریم ﷺ اور

آپ کے صحابہ کرام کو ان سب سے زائد تھا، کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرام سے زائد ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الٰہی حاصل ہے؟؟ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تَعَبَّدُوهَا؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَنَحْوُهُ لِابْنِ مَسْعُودٍ أَيْضًا۔ یعنی جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں، اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ 1/ 458)

بدعتِ حسنہ اور سَیّئَہ کی حقیقت:

بہت سے حضرات جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کو جواز فراہم کرنے کے لیے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ سیئہ یعنی بری بدعت، اور بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت، چوں کہ ہم ثواب ہی کا کام کررہے ہیں تو یہ بدعتِ حسنہ ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔ یہ واضح غلط فہمی ہے کیوں کہ لغت کے اعتبار سے چوں کہ بدعت کا مفہوم عام ہے کہ ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں چاہے اچھی ہو یا بری، لیکن شریعت کی نظر میں جن چیزوں کو بدعت کہا جاتا ہے اُن میں سے کوئی بھی چیز اچھی نہیں ہوتی بلکہ سبھی بری ہوتی ہیں، اس لیے بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم لغت کے اعتبار سے تو درست ہو سکتی ہے لیکن شریعت کی نظر میں ہرگز درست نہیں ہو سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کی جماعت سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، یہ لغت کے اعتبار سے تھا، نہ کہ شریعت کے اعتبار سے۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”صحیح حدیث میں ہے: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحِ شرع میں ہر بدعت سیّئہ اور گمراہی ہے، کسی بدعتِ اصطلاحی

کو بدعتِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعتِ حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھیں، بعد میں کسی ضرورت کی بناپر ان کو اختیار کیا گیا، جیسے آج کل کے مدارسِ اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون کہ دراصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے خود فرمایا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' یعنی میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورتِ زمانہ ضروری ہوگئی، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی، آج ضرورت پیش آئی تو اِحیائے سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا، جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جاچکی ہے اس کی رو سے ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعتِ حسنہ ہی کہا جائے گا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی یکجا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی، اس لیے حقیقتًا اور شرعًا تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا، البتہ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا، اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا، اس کو نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ فرمایا۔ بدعتِ حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مَنْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ [المائدة: ٣]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا. (اعتصام 1/ 48)

فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعتِ حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہِ جواز نہیں ہے، بلکہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں

بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں، بعض مکروہ تحریمی، بعض تنزیہی۔" (جواہر الفقہ 6/ 465)

وضاحت: مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے جو باتیں ذکر کی گئیں یہ انھی کے افادات پر مشتمل کتاب "دین و شریعت کی بنیادیں اور فقہی اصول و ضابطے قرآن کی روشنی میں" سے لی گئی ہیں، جس کے مرتب حضرت مولانا محمد زید ندوی صاحب دام ظلہم ہیں۔

دین کا معیار: سنت اور صحابہ:

قرآن و سنت سے واقف شخص اس حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دین کا پیمانہ اور معیار سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ وہی عمل معتبر ہوگا جو سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہو، اور عشق و محبت اور دین کے نام پر صرف اسی عمل اور طریقے کو اپنایا جاسکتا ہے جو سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہو، لیکن جو عمل سنت اور صحابہ کرام کے مطابق نہ ہو اسے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا جاسکتا اور نہ ہی اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک واضح معیار ہے جس پر ہر مسلمان اپنے عشقِ رسالت کی اداؤں اور دینی امور کو جانچ سکتا ہے۔ اور یہ معیار خود حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرمایا ہے، چنانچہ سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔"

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى

ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقیناً یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل اور مشکلات حل ہو سکتی ہیں اور بہت سے پریشانیوں، بدعات اور خود ساختہ اعمال اور نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

حضراتِ صحابہ کرام سنت کی اتباع کا کامل نمونہ ہیں:

سنت تو ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ اور معیار ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ جب دین یا عشقِ رسالت کے نام پر کوئی ایسی بات ایجاد کی جائے جو سنت سے ثابت نہ ہو تو گویا کہ سنت ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بدعت ہاتھ آگئی، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جہاں تک حضرات صحابہ کی بات ہے تو وہ سنت کی حقیقت سے خوب واقف تھے، سنت پر مر مٹنے والے تھے کہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف کو جرم سمجھتے تھے، اور عشقِ رسالت کا کامل اور بہترین نمونہ بھی تھے، اس لیے ان کو بھی معیار قرار دیا گیا۔

اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب عشقِ رسالت اور اتباعِ سنت کا بہترین اور کامل نمونہ تھے تو انھوں نے جو کام نہیں اپنائے تو انھیں آج دین کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جاسکتا، اسی طرح عشقِ رسالت کے تمام تر اعمال اور معیارات ان میں موجود تھے، اس لیے جو عمل انھوں نے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا آج اسے عشقِ رسالت کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جاسکتا، کیوں کہ حضرات صحابہ زیادہ مستحق تھے اس بات کے کہ وہ عشقِ رسالت کے نام پر نت نئے اعمال کی بنیاد رکھتے حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے دین میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے کو جرم سمجھا۔

سنت اور صحابہ کرام سے وابستگی سے متعلق چند روایات:

سنت اور صحابہ کرام کے معیار کو مضبوطی سے تھامنے کی اشد ضرورت ہے۔ ذیل میں سنت اور صحابہ سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات بخوبی واضح ہو سکے گی۔

1۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلافات دیکھیں گے، اس لیے (میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ) تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اسی کے مطابق ہر کام میں عمل کرو، نئے نئے طریقوں سے بچتے رہو، کیونکہ دین میں نئی پیدا کی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٦٠٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ قَالا: أَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ: (وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) فَسَلَّمْنَا وَقُلْنَا: أَتَيْنَاكَ زَائِرِينَ وَعَائِدِينَ وَمُقْتَبِسِينَ، فَقَالَ الْعِرْبَاضُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ».

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور ﷺ نے نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

• سنن الترمذی میں ہے:

٢٧٣٨- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود وسلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فورًا تنبیہ فرمائی کہ میں بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود وسلام کی اہمیت وفضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود وسلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ ہی سکھایا ہے جس میں درود وسلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود وسلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ اختیار کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس سے اذان کے قبل پڑھے جانے والے مروّجہ درود وسلام کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

3۔ امام سعید بن المسیب تابعی رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عصر کے بعد دو رکعت نفل ادا کر رہا تھا (تو امام سعید بن المسیب نے انھیں اس سے منع فرمایا) تو اس شخص نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز ادا کرنے پر بھی عذاب دے گا؟ تو امام سعید بن المسیب نے جواب میں فرمایا کہ نماز پر تو عذاب نہیں دے گا لیکن سنت کی خلاف ورزی پر ضرور عذاب دے گا۔

• سنن الدارمی میں ہے:

٤٧٠- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي رَبَاحٍ -شَيْخٌ مِنْ آلِ عُمَرَ- قَالَ: رَأَى سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ يُكَبِّرُ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَيُعَذِّبُنِي اللّٰهُ عَلَى الصَّلَاةِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ يُعَذِّبُكَ اللّٰهُ بِخِلَافِ السُّنَّةِ. (بابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ تَفْسِيرِ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ)

4۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

• البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللّٰهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

5۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.

• البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدٌ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا،

وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

- مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.
رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خود ساختہ عمل کو دینداری یا عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خود ساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین اور عشقِ رسالت کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت اور قباحت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ:

- بدعت ایک سنگین گناہ ہے۔
- بدعت دین اسلام کے مدمقابل ایک خود ساختہ متوازی دین ہے۔
- بدعت دینِ اسلام پر ایک بہتان بھی ہے کہ بدعت کی صورت میں دین کی طرف وہ بات منسوب کی جارہی ہے جو کہ دین ہے ہی نہیں۔
- بدعت سنت کا مقابلہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تو سنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے جبکہ بدعت کا مرتکب سنت کو ترک کرکے بدعت پر عمل پیرا رہتا ہے۔

- بدعت دین میں تحریف کا راستہ کھول دیتی ہے جس سے رفتہ رفتہ دین کا حلیہ مسخ ہو جاتا ہے۔
- بدعت صحابہ پر عدمِ اعتماد ہے کہ گویا کہ انھوں نے ہم تک مکمل دین نہیں پہنچایا۔ معاذ اللہ

ما قبل کی تفصیل سے بھی بدعت کی مذمت واضح ہو جاتی ہے، ذیل میں مزید دو روایات ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ (نئی بات) مردود (یعنی نا قابلِ اعتبار اور قابلِ رد) ہے۔

- صحیح البخاری میں ہے:

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

2۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔''

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٥٣٢- مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

بدعت کی مذمت سے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا اہم ترین ارشاد:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ بدعت کی سنگینی سے متعلق فرماتے ہیں کہ: جس شخص نے دین میں کوئی نئی بدعت ایجاد کی اور اس کو اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ ۔۔معاذ اللہ۔۔ حضور اقدس ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔'' تو جو بات اُس وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

- الاعتصام للامام الشاطبی رحمہ اللہ:

قَالَ ابْنُ الْمَاجِشُونِ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) [المائدة: ٣]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ

دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا. (الْأَدِلَّةُ مِنَ النَّظَرِ عَلَى ذَمِّ الْبِدَعِ)

بدعت کی اقسام:

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

- بدعت فی العقیدہ: یعنی اسلام اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف کوئی نیا عقیدہ ایجاد کرنا۔
- بدعت فی العمل: یعنی دین میں کوئی نیا عمل ایجاد کرنا۔

پھر حکم کے اعتبار سے بدعت کی متعدد قسمیں ہیں کہ بدعت کبھی تو کفر تک لے جاتی ہے، کبھی اسلام سے تو خارج نہیں کرتی البتہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کر کے گمراہ کر دیتی ہے، جبکہ کبھی وہ بدعت فاسق بنا دیتی ہے۔

بدعت کی صورتیں:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں، یہ بدعت چاہے عقیدے کی صورت میں ہو یا عمل کی صورت میں۔ ذیل میں اس کی مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ اس کی متعدد صورتیں سامنے آجائیں اور بدعت کی حقیقت واضح ہو سکے:

1۔ دین میں اسلام یا اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف کوئی عقیدہ ایجاد کرنا بدعت ہے۔

2۔ دین میں کوئی نئی عبادت ایجاد کرنا بدعت ہے، جیسے ایصالِ ثواب کے نام پر مروّجہ اجتماعی قرآن خوانی، جشنِ عید میلاد النبی ﷺ، اذان سے پہلے مروجہ درود وسلام کہنا۔

3۔ شریعت نے جس عمل کو عام رکھا ہو اس کو خاص کرنا بدعت ہے جیسے شریعت میں ایصالِ ثواب کے لیے کوئی عمل مخصوص نہیں، بلکہ ہر نیک عمل کا ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے، لیکن آجکل بہت سے لوگوں نے اس کو صرف دیگیں پکانے یا اجتماعی قرآن خوانی وغیرہ کے ساتھ خاص کر رکھا ہے حتی کہ ان کو لازم بھی سمجھتے ہیں۔

4۔ شریعت نے جس عمل کو کسی دن کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ اس کو عام رکھا ہو اس کو کسی دن کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے جیسے شریعت میں ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن مخصوص نہیں، بلکہ سال بھر میں کسی بھی دن

ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن آجکل بہت سے لوگوں نے اس کو سوئم، تیجہ، جمعہ، چالیسواں اور برسی یا محرم، رجب وغیرہ کے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس کو اہتمام بھی بہر صورت کیا جاتا ہے اور جو اس کو غلط کہے اس پر طعن وملامت کی جاتی ہے۔اسی طرح حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کو ماہِ ربیع الاول کے ساتھ خاص کرنا۔

5۔ شریعت نے جس عمل کا جو درجہ مقرر کر رکھا ہے اس کو اس درجے سے بڑھانا یا گھٹانا بدعت ہے جیسے مستحب عمل کو واجب قرار دینا بدعت ہے، یا واجب عمل کو مستحب قرار دینا بدعت ہے، یا جائز عمل کو لازم قرار دینا بدعت ہے۔اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

6۔ شریعت نے جو عمل انفرادی مقرر کیا ہو اس کے لیے اجتماعیت کا اہتمام اور التزام بدعت ہے جیسے چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جماعت کی ادائیگی کا اہتمام بدعت ہے۔

بدعت کے اسباب:

بدعت ایجاد کرنے کے متعدد اسباب اور وجوہات ہوتی ہیں جیسے:

- شریعت کی تعلیمات سے ناواقفیت اور جہالت۔
- خواہشات کی اتباع۔
- قومی، علاقائی، جماعتی یا فرقہ وارانہ تعصب اور ضد۔
- کفار کی مشابہت۔

بدعات اور رسومات کی آلودگی سے متاثر ہونے والی چند عبادات:

ذیل میں بطورِ مثال چند ایسی عبادات اور نیکیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں بہت سی بدعات اور غیر شرعی باتیں آچکی ہیں، جس کی وجہ سے یہ اہم عبادات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہیں:

- تعزیت جیسی اہم عبادت میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- میت کے لواحقین کے لیے کھانا بھیجنے میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔

- ایصالِ ثواب کے نام پر رائج ہونے والی بدعات۔
- صدقہ جیسی اہم عبادت میں رائج ہونے والی بدعات۔
- ذکر اور درود و سلام میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کے نام پر رائج ہونے والی بدعات ورسومات۔
- حج اور عمرہ میں سرانجام دیے جانے والے خودساختہ طریقے۔
- میت کے کفن دفن میں سرانجام دیے جانے والی غیر شرعی باتیں۔
- نعت خوانی میں شامل ہونے والی خُرافات۔

الغرض لوگوں نے بہت سی عبادات میں اپنی طرف سے بدعات ورسومات داخل کردی ہیں بلکہ عبادت کے نام پر بہت سی بدعات ورسومات ایجاد کرلی ہیں، اس لیے نیکی بھی کرتے ہیں تو وہ بھی خدا کو ناراض کرکے، گویا کہ جو نیکی اللہ کو راضی کرنے کے لیے تھی آج شریعت کی تعلیمات کے مطابق انجام نہ دینے کی وجہ سے وہ نیکی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

بدعت کے نقصانات:

بدعت کے بہت سے نقصانات ہیں جیسے:

- شریعت کی خلاف ورزی۔
- سنت طریقے کو ترک کرنا۔
- بدعات ورسومات کو قوت پہنچانا۔
- مال کا ضیاع۔
- گناہ کا ارتکاب۔
- اللہ تعالٰی کی ناراضگی۔
- اس عمل کا بے فائدہ ہونا، بلکہ ثواب کی بجائے گناہ ملنا۔

نیکی کی قبولیت کے لیے تین شرائط:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی بھی نیکی کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں:

1: وہ نیکی ایمان کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم شخص کی کوئی بھی نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی، البتہ ان کے اچھے کاموں کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

2: وہ نیکی شریعت کے مطابق ہو، یہی وجہ ہے کہ جو نیکی شریعت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر گز قابلِ قبول نہیں۔

3: وہ نیکی اخلاص کے ساتھ ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کی جائے، یہی وجہ ہے کہ جو عمل لوگوں کے دکھلاوے، ریاکاری اور نام ونمود کے لیے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت نہیں ہوتی۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نیکی کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے زندگی گزر جاتی ہے لیکن ہمیں ٹھیک طرح نیکی کرنے کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، جیسے نفل پڑھنا بہت بڑی نیکی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہی نفل مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ملے گا، کیوں کہ مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو گویا کہ نیکی جب شریعت کی تعلیمات کے خلاف کی جائے تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتا ہے۔ شیطان کی اوّلین کوشش یہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا بندہ نیکی کے قریب ہی نہ جائے، لیکن جب وہ کسی شخص کو نیکی سے روک نہیں پاتا تو اس کی دوسری چال یہی ہوتی ہے کہ اس کی نیکی ہی برباد کردی جائے، اور نیکی برباد کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس نیکی کو شریعت کی تعلیمات اور حدود کے مطابق ادا نہ کرنے دیا جائے، بلکہ اس میں خود ساختہ باتیں یا بدعات ورسومات داخل کیے جائیں، جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں ریاکاری پیدا کی جائے۔

- تفسير الرازي:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ (سورة الملك: ٢)

اَلْمَسْأَلَةُ السَّادِسَةُ: ذَكَرُوا فِي تَفْسِيرِ ﴿أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ وُجُوْهًا: أَحَدُهَا: أَنْ يَكُونَ أَخْلَصَ الْأَعْمَالِ وَأَصْوَبَهَا؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ إِذَا كَانَ خَالِصًا غَيْرَ صَوَابٍ: لَمْ يُقْبَلْ، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ صَوَابًا غَيْرَ خَالِصٍ، فَالْخَالِصُ أَنْ يَكُونَ لِوَجْهِ اللهِ، وَالصَّوَابُ أَنْ يَكُونَ عَلَى السُّنَّةِ.

- تفسير أبي السعود:

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورة النحل: ۹۷)

﴿**مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا**﴾ أي عملًا صالحًا أيَّ عملٍ كان. وهذا شروعٌ في تحريض كافةِ المؤمنين على كل عملٍ صالح غِبَّ ترغيبِ طائفةٍ منهم في الثبات على ما هم عليه من عمل صالحٍ مخصوصٍ دفعًا لتوهم اختصاصِ الأجر الموفورِ بهم وبعملهم المذكور. وقولُه تعالى: ﴿**مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثٰى**﴾ مبالغةٌ في شموله للكل، ﴿**وَهُوَ مُؤْمِنٌ**﴾ قيّده به؛ إذ لا اعتدادَ بأعمال الكفرة في استحقاق الثواب أو تخفيفِ العذاب؛ لقوله تعالى: ﴿**وَقَدِمْنَآ إِلىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا**﴾. وإيثارُ إيرادِه بالجملة الاسمية الحالية على نظمه في سلك الصلةِ لإفادة وجوبِ دوامه ومقارنتِه للعمل الصالح.....إلخ

فائدہ: زیرِ نظر کتاب میں مذکور عقائد و نظریات کتبِ عقائد اور کتبِ تفاسیر وغیرہ سے مأخوذ ہیں، جن میں "عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ" (مؤلف: حضرت مفتی طاہر مسعود صاحب دام ظلہم) کو بھی بڑی اہمیت دی گئی ہے حتی کہ متعدد تعبیرات بھی اسی سے مأخوذ ہیں۔ جزاھم اللہ خیرا۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی